انتخاب دواوین

حصہ پنجم

یعنی

انتخاب دیوان ولی دکھنی - شاہ مبارک آبرو - قاضی محمد صادق خاں اختر - میر انشاء اللہ خاں انشا،
مرزا قادر بخش صابر دہلوی - خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ - میر ممنون سونی پتی - ملک الشعراء آزاد کی مرادآبادی
واجد علی شاہ اختر شاہ اودھ - مولوی سید علی حیدر نظم طباطبائی - شاکی میرٹھی معاصر غالب
مولوی سید امداد امام اثر عظیم آبادی - نواب نبی صاحب مشتاق لکھنوی -
طاہر فرخ آبادی - مولوی سید علی محمد شاد عظیم آبادی

جسکو

فضل الحسن حسرت موہانی بی اے سابق اڈیٹر اردوے معلی علی گڈھ نے فرداً فرداً اپنے اردو پریس علی گڈھ میں
چھپ کر رسالہ اردوے معلی کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع کیا تھا اور اب کتابی صورت میں لانیکے لئے صرف ناشل

محمد عبد اللطیف پرنٹر نے اپنے

اول جلد | مطبع فیض عام واقع علی گڈھ میں چھاپا | قیمت فی جلد ایک روپیہ

بقلم نادم علی گڈھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ

اکتوبر ۱۹۰۱ء کے اردوئے معلی میں ہم نے اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا تھا کہ "اردو زبان کے تمام گزشتہ او موجودہ اساتذہ کا ایک ایسا تذکرہ ترتیب دیا جائے جس میں ہر استاد کا مفصل حال اور اس کے کلام پر بے لاگ تنقید موجود ہو اور اس تذکرے کی تقسیم باعتبار سلاسل شعرا پانچ جلدوں میں ہو اس طور پر کہ جلد اول میں سلسلۂ شاہ حاتم کے کل استاد اور صاحب دیوان شعرا کا ذکر ہو جلد دوم میں سلسلۂ مصحفی کا جلد سوم میں سلسلۂ ناسخ۔ جلد چہارم میں سلاسل میر تقی میر۔ میر سوز۔ میرزا مظہر۔ جعفر علی حسرت۔ غالب کا اور جلد پنجم میں اساتذۂ متفرق کا حال درج ہو"

ہم نے یہ بھی خواہش ظاہر کی تھی کہ "تکمیل دلچسپی و جامعیت کی غرض سے تذکرہ مذکور سے ملحق پانچ ہی جلدوں میں ایک دوسرا مجموعہ "انتخاب دواوین" تیار ہو جس میں انتخاب اس طور پر کیا جاوے کہ باوجود اختصار دیوان کی صورت قائم رہے یعنی اگرچہ منتخب غزلوں میں اصلی غزلوں سے اشعار کم ہوں لیکن غزل کی حیثیت بجنسہ قائم رہے یہ نہ ہو کہ مطلع و مقطع غائب کر دیا جاوے یا صرف درمیان کے دو ایک شعر درج کر دیے جائیں بلکہ زیادہ تر وہی غزلیں چھانٹی جائیں جنہیں منتخب ہونے کی حالت میں بھی غزل کی صورت باقی رہے یعنی جنمیں کم از کم پانچ شعر قابل انتخاب مل سکیں اور مطلع و مقطع قائم رہ سکے"

چنانچہ شعرائے سلسلۂ شاہ حاتم میں سے جن اساتذہ کا تذکرہ اردوئے معلی میں درج ہونے سے رہ گیا تھا اس کا حال اب جدید رسالہ تذکرۃ الشعراء میں برابر شائع ہو رہا ہے۔ جس وقت یہ حصہ مکمل ہو جائیگا فوراً کتابی شکل میں مرتب کر دیا جائیگا،

انتخاب دواوین کی پانچویں جلد ہدیۂ ناظرین کی جاتی ہے جلد دوم متعلق بہ سلسلۂ مصحفی کے اجزا رسالہ تذکرۃ الشعراء میں نکل رہے ہیں وہ جلد بھی انشاء اللہ تعالیٰ جلد پایۂ تکمیل کو پہنچ جائیگی، فقط

حسرت موہانی، ۷ر دسمبر ۱۹۱۴ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان

ولی دکنی

کیتا ہوں ترے نام کو میں ورد زباں کا
کیتا ہوں تری شکر کو عنوان بیاں کا

جس گرد اوپر پاؤں رکھیں تیرے رسولاں
اُس گرد کو میں کحل کروں دیدۂ جاں کا

مجھ صدق طرف عدل سوا ای اہل حیا دیکھ
تجھ علم کے چہرے پہ نہیں زنگ گماں کا

جاری ہوئے آنسو مری یوں سبزۂ خط دیکھ
اے خضر قدم سیر کر اس آب رواں کا

کہتا ہے ولی دل ستی یہ مصرعۂ رنگین
ہے یاد تری مجکو سبب راحت جاں کا

تری زلفاں کا ہر تار سیہ ہے کال عاشق کا
ہوا ہے جسکے جلوے سوں پریشاں حال عاشق کا

نہیں درکار تا بولے بیاں اپنی زباں سیتی
عیاں ہے اشک کے طومار سوں احوال عاشق کا

پیو چہو عشق میں جوش و خروش دل کی ہیئت
برنگ ابر دریا بار ہے رومال عاشق کا

جہاں جاتا ہوں وہاں آتا ہے اسکے من پیچھے
ترے برہی نے اے ظالم کیا دنبال عاشق کا

کدہیں دام محبت سوں خلاصی اسکو ممکن نہیں
تری انکھیاں کے دوڑے سوں بندھا ہے جال عاشق کا

ولی یوں مصرع رنگین ہوا ہے ورد جان و دل
فدا ہے عشق میں دلبر کے جان و مال عاشق کا

دلربا آیا نظر میں آج میری خوش ادا
خوش ادا ایسا نہیں دیکھا ہوں دوجا دلربا

بیوفا گر تجکو بولوں ہوں بجا ہے نازنین
نازنیں عالم منے ہوتے ہیں اکثر بیوفا

کم نما ہے نوجواں میرا برنگ ماہ نو
ماہ نو ہوتا ہے اکثر اے عزیزاں کم نما

مدعای عاشقاں ہر آں ہے دیدار یار
یار کے دیدار بن دوجا عبث ہے مدعا

کیمیا عاشق کے حق میں ہے نگاہ گلرخاں
گلرخاں سوں جگ کے پایا ہوں ولی کیمیا

شغل بہتر ہے عشقبازی کا
کیا حقیقی و کیا مجازی کا

آج تیری بھواں نے مسجد میں — ہوش کھویا ہے ہر نمازی کا
ہر زباں پر ہے مثل شانہ مدام — ذکر تجھ زلف کی درازی کا
گر نہیں راز عشق سوں آگاہ — فخر بیجا ہے فخر رازی کا
اے ولی سرو قد کوں دیکھوں گا — وقت آیا ہے سرفرازی کا

مت غصے کے شعلے سوں جلتے کو جلاتی جا — ٹک مہر کے پانی سوں یہ آگ بجھاتی جا
تجھ چال کی قیمت سوں دل میرا نہیں واقف — اے مان بھری چنچل ٹک بھاو بتاتی جا
تجھ مکھ کی پرستش میں گئی عمر مری ساری — اے بت کی پوجن ہاری ٹک اس کو پوجاتی جا
تجھ عشق میں جل جل کر سب تن کوں کیا کاجل — یہ روشنی افزا ہے انکھیاں کوں لگاتی جا
مجھ دل کے کبوتر کوں پکڑا ہے تری لٹ نے — یہ کام دھرم کا ہے ٹک اسکو چھڑاتی جا
تجھ گھر کی طرف سندر آتا ہے ولی دائم — مشتاق درس کا ہے ٹک درس دکھاتی جا

وو صنم جب سوں بسا دیدۂ حیران میں آ — آتش عشق پڑی عقل کے سامان میں آ
ناز دیتا نہیں گر رخصت گلگشت چمن — اے چمن زار حیا دل کے گلستان میں آ
یاد آتا ہے مجھے جب وہ گل باغ وفا — اشک کرتے ہیں مکاں گوشۂ دامان میں آ
نالہ و آہ کی تفصیل نہ پوچھو مجھ سوں — دفتر درد بسا عشق کے دیوان میں آ
پنجۂ عشق نے بیتاب کیا جب سوں مجھے — چاک دل تب سوں بسا چاک گریبان میں آ
حسن تھا پردۂ تجرید میں سب سوں آزاد — طالب عشق ہوا صورت انسان میں آ
شیخ یاں بات تری پیش نجاوے ہرگز — عقل کوں چھوڑ کے مت مجلس رندان میں آ
درد منداں کو بجز درد نہیں صید مراد — اے شہ ملک جنوں غم کے بیابان میں آ
بسکہ مجھ حال سوں ہمسر ہے پریشانی میں — درد کہتی ہے مرا زلف ترے کان میں آ
غم سوں تیرے ہے ترحم کا محل حال ولی — ظلم کوں چھوڑ سجن شیوۂ احسان میں آ

ہے قد ترا سراپا معنی ناز گویا — پوشیدہ دل میں میرے آتا ہے راز گویا
معنی طرف چلا ہے صورت سوں یوں مرا دل — صورت ستی چلا ہے کعبے جہاز گویا
ہر یک نگہ میں تیری ہے نغمۂ محبت — ہر تار تجھ نگہ کا ہے تار ساز گویا

(نام شہر ۱۲)

تجھ زلف کو جو بوا ہمدوش مصرع قد
رکھتا ہے مجھ برابر فکر دراز گویا

وہ قاتل ستمگر آیا ہے یوں ولی پر
جلدی سوں صید اوپر آتا ہی باز گویا

ملا وہ گلبدن جسکوں اسے گلشن سوں کیا مطلب
جو پایا وصل یوسف اُسکو پیراہن سوں کیا مطلب

عزیزاں باغ میں جانا ہٹ دشوار ہی مجکوں
گلی گلرو کی پایا ہوں مجھے گلشن سوں کیا مطلب

ولی جنت منیں رہنا نہیں درکار عاشق کو
جو طالب لامکاں کا ہی اُسے مسکن سوں کیا مطلب

سینے میں ہی تجھ ابرو کی پیوست کی نشست
جوں تیرے دلمیں ہے نگہ مست کی نشست

تیرے دو نین دلمیں مری فتنہ خیز ہیں
مشکل ہے ایک ٹھاوں دو بدمست کی نشست

تا رُخ رنگ کوں زرد کری اُس سبب یہ غم
دلمیں ولی کے بس میں ہی جوں جنت کی نشست

جولانگری میں گرم ہے وہ شہسوار آج
سینے سے عاشقاں کے اُٹھا ہی غبار آج

بیشک کریگا خاطر عشاق باغ باغ
آیا ہے التفات پہ وہ نوبہار آج

ہے بیشمار دلمیں مرے خار خار شوق
چہرے کوں دیکھ مہر پہ تیرے نوکدار آج

اطراف آسماں کے ہجوم شفق نہیں
تجھ رنگ دینے ہوا کوں کیا لالہ زار آج

برجا ہے آسماں سوں تو اے صبح کری طلب
پایا ہی تجھ کرم سوں ولی اعتبار آج

دستا ہی تجھ جبین میں سراسر ظہور صبح
تجھ دیکھنے کوں جگ میں ہوا ہے عبور صبح

بیتاب آفتاب ہے تب سوں جہاں ہیں
دیکھا ہی تجھکوں جب ستی ای رشک نور صبح

تجھ مکھ کی آرسی میں ہے نور خدا عیاں
روشن ہی تجھ جمال ستی کوہ طور صبح

ظاہر ہیں تجھ بہار میں اسباب عیش کے
سبھی جلوہ گر تجھی ستی دار السرور صبح

تجھ مکھ کا نور جب سوں تماشا کیا ولی
کڑوا لگا ہی تب سوں جگت میں سرور صبح

جب سوں ہوا ہے آیہ قد دلربا بلند
سنتا ہوں ہر طرف سوں صدای بلا بلند

مت پست فطرتاں سوں مل ای سرو نازنین
تجھ قد کا نا نو جگ میں ہی نام خدا بلند

تجھ ابرواں کوں دیکھکے کیتا ہی اے صنم
تجھ حق منین ہلال نے دست دعا بلند

تیری ہواں میں نازکوں رہتا ہے اسقدر
کشتی میں جوں ہے مرتبۂ ناخدا بلند

میں عاشقاں کی فوج کا سردار ہوں ولی
مجھ آہ کا ہوا ہی علم تا سما بلند

ہوا ہی گرم توں جب آفتاب کے مانند
کیا ہے ہوش نے پرواز آب کے مانند

نکر سوال مرے درد کی حکایت کا
کہ مجھ زباں پہ ہے حاضر جواب کے مانند

نگاہ گرم سیں اُس شعلہ قد نے مجلس میں
کیا برشتہ ولی کوں کباب کے مانند

اب جدائی نکر خدا سوں ڈر
بیوفائی نکر خدا سوں ڈر

راست کیشوں سوں اے کماں ابرو
کج ادائی نہ کر خدا سوں ڈر

مت تغافل کو راہ دے اے شوخ
جگ ہنسائی نکر خدا سوں ڈر

خون عاشق سوں بی اجازت ناز
کف حنائی نکر خدا سوں ڈر

اے ستمگر غضب سوں تنگ ولی
کہربائی نکر خدا سوں ڈر

بیوفائی نکر خدا سوں ڈر
جگ ہنسائی نکر خدا سوں ڈر

ہے جدائی میں زندگی مشکل
آ جدائی نکر خدا سوں ڈر

آرسی دیکھ کر نہ ہو مغرور
خود نمائی نکر خدا سوں ڈر

اُس سوں جو آشنای درد نہیں
آشنائی نکر خدا سوں ڈر

اے ولی غیر آستانۂ یار
جبہہ سائی نکر خدا سوں ڈر

چمن میں جب چلے اس حسن عالمتاب سوں اُٹھکر
کرے تعظیم خوشبو ہر گل سیراب سوں اُٹھکر

تری باتوں کی نرمی کی اگر شہرت ہو عالم میں
وہیں آوے قدمبوسی کو مخمل خواب سوں اُٹھکر

تری ابرو کی پہونچے گر خبر مسجد میں زاہد کون
تماشا دیکھنے آوے ترا محراب سوں اُٹھکر

جو آیا مست ساقی جام لیکر
گیا یکبارگی آرام لیکر

نجانوں خط ترا کس بیٹھا پر
چلا ہے آج فوج شام لیکر

تری ساقی گری کون لالۂ باغ
کھڑا ہے منتظر ہو جام لیکر

میں اسکوں جونگیں کرتا ہوں سجدہ
جو کوئی آتا ہے تیرا نام لیکر

ولی تیری لباں سوں اے نمک طبع
چلا ہے لذت دشنام لیکر

اگر چمن میں چلے وہ رشک بہار
گل کریں نقد آب و رنگ نثار

بلبلاں ہر طرف سوں اُٹھ دوڑیں
دیکھنے کوں اُسے ہزار ہزار

جن نے دیکھا ہے اُس پریرو کوں
صورتِ ہوش سوں ہوا بیزار

تجھ درس کے خیال میں دائم
مثلِ مینا ہے چشم گوہر بار

یاد تجھ خطِ سبز کی اے شوخ
زخمِ دل پر ہے مرہمِ زنگار

بسکہ پایا ہے تجھ جفا سوں شکست
خانۂ دل ہوا ہے آئینہ زار

اے ولی اُس سے حرفِ ہوش نہ پوچھ
جو ہوا مستِ جلوۂ دیدار

عشق کے ہاتھ سوں ہوے دلریش
جگ میں کیا بادشاہ کیا درویش

جیو مرا ہو رہا ہے زیر و زبر
جب سوں تیرا فراق آیا پیش

جسکوں قربت ہے عشق سوں تیرے
اُسکے نزدیک کب عزیز ہوں خویش

اے ولی اُسکا زہر کیوں اُترے
جن نے کھایا ہے عاشقی کا نیش

کہوں کس سی عزیزاں جا کے دردِ بے نشانِ دل
نہیں اک گوش محرم تا سنے آہ و فغانِ دل

غبارِ خاطرِ غمناک سوں مجھ پر ہوا ظاہر
کہ غیر از درد دوجا نہیں ہی بار کاروانِ دل

بیانِ سینہ چاکاں اے ولی کیوں کس سکے اک ہر
کہ بوے گل سوں نازک تر ہی آہنگ زبانِ دل

آتا ہی جب چمن میں تو زرین کلاہ سوں
اُٹھتی ہی فوجِ حسن تیری جلوہ گاہ سوں

بزمِ ادا و ناز کوں وہ شوخ نازنین
خوشبو کیا ہے عنبرِ خط و نگاہ سوں

بیجا نہیں ہے رخ پہ مرے رنگِ اضطراب
باندھا ہوں دل کوں آہوے وحشت پناہ سوں

پروانہ وار عشق میں تیرے جو سر دیا
اُسکا کفن ہے رشتۂ شمعِ نگاہ سوں

حاجت نہیں چراغ کی مجھ گھر میں اے ولی
روشن ہی بزمِ عیش عزیزاں شمعِ آہ سوں

تجھ مکھ کی جھلک دیکھ گئی جوت چندر سوں
تجھ مکھ پہ عرق دیکھ گئی آب گہر سوں

ہر چند کہ وحشت ہی تجھ انکھیاں سیتی ظاہر
صد شکر کہ تجھ داغ کوں الفت ہی جگر سوں

اشرف کا یہ مصراع ولی اپنی ہی دلچسپ
الفت ہے دل و جانکو تیری ہی کمر سوں

باطن کی گر مدد ہو اُسے یار کر رکھوں
اپنے سخن کا اسکوں خریدار کر رکھوں

اُسکی ادا و ناز کی خوبی کا کر بیان
ہر خوبروں کوں صورتِ دیوار کر رکھوں

لائق ہے گر وہ شوخ کے اپنے نخر میں
آوے اگر پری تو پرستار کر رکھوں

برجا ہے گر کہے کہ چمن میں نگاہ کر
نرگس کوں اپنی چشم کا بیمار کر رکھوں
تسبیح تیری زلف کوں کہتی ہے اے صنم
یک تار دے کہ رشتۂ زنار کر رکھوں
تیرے خیال آنے کی پاؤں اگر خبر
سینے کوں داغ عشق سوں گلزار کر رکھوں
ایسے نصیب میرے کہاں ہیں ولی کہ آج
اُس گلبدن کو اپنے گلے ہار کر رکھوں

تصویر تری جا نزا مصفا پہ لکھا ہوں
یہ نقش پری پردۂ مینا پہ لکھا ہوں
فرہاد لکھا صورت معشوق حجر پر
میں صورت دلبر دل شیدا پہ لکھا ہوں
اے مردمک چشم تجہ انکھیاں کی یہ لالی
نرگس کے قلم سوں گل لالا پہ لکھا ہوں
تجہ نرگس مخمور کی کیفیت مستی
اکثر خط ساغر مستی صہبا پہ لکھا ہوں
اُسکے دہن تنگ کی تعریف کا نکتہ
صنعت سوں ولی دیدۂ عنقا پہ لکھا ہوں

خوبی اعجاز حسن یار اگر انشا کروں
بی تکلف صفحۂ کاغذ ید بیضا کروں
جوں نسیم اب لگ سبکروحی مجہے حاصل نہیں
کسطرح اس غنچۂ بند قبا کوں وا کروں
کیا کہوں تجہ قد کی خوبی سرو عریاں کے حضور
خود بخود رسوا ہے اسکو پھر کے کیا رسوا کروں
سر کروں جب وصف تیری جامۂ گلرنگ کے
جامۂ زیبان کو برنگ صورت دیبا کروں
رات کوں آؤں اگر تیری گلی کوں اے حبیب
زیور لب ذکر سبحان الذی اسرا کروں
آرزو دلمیں یہی ہے وقت مرنے کی ولی
سرو قد کوں دیکھ سیر عالم بالا کروں

دل ہوا ہے میرا خراب سخن
دیکھکر حسن بیحجاب سخن
راہ مضمون تازہ بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے باب سخن
جلوہ پیرا ہو شاہد معنی
جب زباں سوں اُٹھے نقاب سخن
ہے تری بات اے نزاکت فہم
لوح دیباچۂ کتاب سخن
لفظ رنگین ہے مطلع رنگیں
نور تقطیع ہے آفتاب سخن
شعر فہموں کی دیکھکر گرمی
دل ہوا ہے میرا کباب سخن
عرفی و انوری و خاقانی
مجکوں دیتے ہیں سب حساب سخن
اے ولی دردسر کبھو نہ رہے
جب ملے صندل و گلاب سخن

سحر پرداز ہیں پیا کے نین
ہوش دشمن ہیں خوش ادا کے نین

اے دل اسکے آگے سنبھل کر جا
تیغ بر کف ہیں میرزا کے نین

دل ہوا مجھ سوں آج بیگانہ
دیکھ اُس رشکِ آشنا کے نین

نرگستاں کوں دیکھنے مت جا
دیکھ اُس نرگسیں قبا کے نین

وہ ہے گلزارِ آبرو کا گل
حق نے جسکوں دیے حیا کے نین

اے ولی کس آگے کروں فریاد
ظلم کرتے ہیں بیوفا کے نین

سیہ روئی نہ لیجا حشر میں دنیائے فانی سوں
سیہ نامی کوں دھوا ہی بخیرِ انجھواں کے پانی سوں

شبِ غم روزِ عشرت سوں بدل ہووے اگر دیکھے
میری جانب وہ مہرِ ذرہ پرور مہربانی سوں

اپس کے سر پہ مارا کوہکن نے تیشۂ غیرت
ہوا جب خسروِ عالم ولی شیریں زبانی سوں

صدق ہے آبِ رنگِ گلشنِ دین
پاکبازی ہے شمعِ راہِ یقین

قد سوں تیری عیاں ہے اے جاناں
صورتِ ناز و معنیِ تمکین

بسکہ رویا ہوں یاد کر کے تجھے
چشم میری ہے دامنِ گلچین

زلف تیری ہے اے وفا دشمن
دشمنِ دین و دشمنِ آئین

اے ولی تب نہاں ہو لیلِ فراق
جب عیاں ہو وو آفتاب جبین

گریۂ عشاق سوں خنداں ہے باغِ بزمِ حسن
مغزِ پروانہ سوں روشن ہے چراغِ بزمِ حسن

عاشقاں اس آتشیں رخسار کے چہرے اوپر
پیچ و تابِ زلف ہے دودِ چراغِ بزمِ حسن

حسن کی مجلس کوں جب روشن کیا وہ شمع رو
خوبرویاں سب ہوئے جوں لالہ داغِ بزمِ حسن

آتشِ غیرت سوں گل پانی ہوا ہے مغزِ شمع
وہ صنم جب سوں ہوا عالی دماغِ بزمِ حسن

صرف کرتا ہے ولی عالم منیں نقاشِ صنع
عیش کی تصویر میں رنگِ فراغِ بزمِ حسن

ہوا ہے جب سوں ترا تل سوارِ آتشِ حسن
سپند وار ہے دلِ بیقرارِ آتشِ حسن

ہنوز حسن کی گرمی بجا ہے اے گلرو
خطِ سیاہ ہے تیرا حصارِ آتشِ حسن

یہ خط کو دود نمط دیکھکر ہوا معلوم
کہ گرم پھر کے ہوا روزگارِ آتشِ حسن

وہ شمع بزمِ ادا بر میں کر لباس زری
ہے آفتاب منِ شعلہ زارِ آتشِ حسن

ہے لب آب و رنگ حیا کہیم داس میں
آتا نہیں کسی کے خیال و قیاس میں

بیراگیوں کے پنتھ میں آ کر وہ مہ جبیں
بیراگ کون اُٹھا کے چڑھایا اکاس میں

ہے اسکے مکھ سوں جلوہ نما موج آب و تاب
موتی کے مثل گرچہ ہے سادے لباس میں

لگتا ہے اُس گروہ میں وہ سرو نازنین
گویا گل گلاب کا جلوہ ہے گھاس میں

اُسکی بھنواں کو بوجھ کے شمشیر آبدار
اہل ہوس کی عقل ہے دائم ہراس میں

آوے فلک سوں زہرہ اُتر گروہ مہ جبیں
یک تان گاوے رامکلی یا بہاس میں

جاتا ہوں باغ یاد میں اُس چشم کے ولی
شاید کہ بوئی اُسکی ہو نرگس کی گھاس میں

یکبار میری بات اگر گوش کرے توں
ملنے کوں رقیباں کی فراموش کرے توں

ہے لیک ترے نین میں کیفیت مستی
یک دید میں کونین کو بیہوش کرے توں

ای سرو گل اندام اپس نقش قدم سوں
بر جا ہے اگر صحن کو گلپوش کرے توں

غیرت سوں کرے چاک گریبان دل پرخون
گر گل کی حمائل کوں ہم آغوش کرے توں

ای جان ولی وعدہ دیدار سوں اپنے
ڈرتا ہوں مبادا کہ فراموش کرے توں

ای دل سدا اُس شمع پر پروانہ ہو پروانہ ہو
اُس نوبہار حسن پر دیوانہ ہو دیوانہ ہو

اے یار تجھ منظور ہے گر آشنائی عشق کی
ہر آشنائے عقل سوں بیگانہ ہو بیگانہ ہو

میری طرف ساغر بکف آیا ہے وہ مست حیا
ای دل تکلف بر طرف مستانہ ہو مستانہ ہو

جاری رکھیگا کب تلک رسم جفا و جور کوں
ای جان من ہر دل سنے جانانہ ہو جانانہ ہو

مجکوں خمار درد سوں پیدا ہوا ہے درد سر
ای گردش چشم پری پیمانہ ہو پیمانہ ہو

اسوقت پیتم کی نگہ کرتی ہے مشق دلبری
یہ آن غفلت کی نہیں فرزانہ ہو فرزانہ ہو

میرے سخن کوں مہر سوں سنتا ہے وہ رنگین ادا
اے سرگذشت حال دل افسانہ ہو افسانہ ہو

عالم میں تجکوں ای ولی ہے فکر جمعیت اگر
ہر دم خیال یار سوں ہمخانہ ہو ہمخانہ ہو

صحبت غیر میں جایا نہ کرو
اپنے عاشق کو رلایا نہ کرو

حق پرستی کا اگر دعوا ہے
بے گنہ ہوں کو ستایا نہ کرو

دلکو ہوتی ہے سجن بیتابی
زلف کوں ہاتھ لگایا نہ کرو

نگہ تلخ سوں اپنے ظالم
زہر کا جام پلایا نہ کرو
ہمکو برداشت نہیں غصے کی
غیر کوں ان درس دکھایا نہ کرو
پاکبازاں میں ہے مشہور ولی
اس سوں چہرے کوں چھپایا نہ کرو

دیکھ دستار بسنتی ساقی سرشار کی
کھل گئی ہیں آج انکھیاں نرگس بیمار کی
بات کہنے کا کبھی جو وقت پاتا ہے غریب
بھول جاتا ہے وہ سب کچھ دیکھ صورت یار کی
اے ولی اس بیوفا کی مہربانی پر نہ بھول
دلکا دشمن ہے مگر کرتا ہے باتیں پیار کی

اس سرو نوش ادا کوں ہمارا سلام ہے
اس یار بیوفا کوں ہمارا سلام ہے
لینا نہیں سلام ہمارا حجاب سوں
اس صاحب حیا کوں ہمارا سلام ہے
اس باج دل میں میرے نہیں اور مدعا
اس دلکے مدعا کوں ہمارا سلام ہے
ناز و ادا سوں دلکوں مرے مبتلا کیا
اس نازنین پیا کوں ہمارا سلام ہے
آرام جان و دل ہے ولی جسکا دیکھنا
اس جان دلربا کوں ہمارا سلام ہے

اگر گلشن طرف وہ نو خط رنگین ادا نکلے
گل ریحان سوں رنگ و بو شتابی پیشوا نکلے
کھلے ہر غنچۂ دل جوں گل شاداب شادی سوں
اگر ٹک گھر سوں باہر وہ بہار دلکشا نکلے
نثار اسکے قدم اوپر کروں انجھواں کے گوہر سب
اگر کرنے کو دلجوئی وہ سرو خوش ادا نکلے
بجلی ورس کی ہرگز نہ پہنچو اسے پری پیکر
ولی تیری گلی میں جبکہ مانند گدا نکلے

پڑا حیرت میں دل اس حسن عالمگیر کے دیکھے
مصور دنگ ہے جس جلوۂ تصویر کے دیکھے
ہوا ہوں محو یوں اس زلف خم در خم کے دیکھے سوں
کہ جوں ہوتی ہے طالب کی حقیقت پیر کے دیکھے
کہا یوں دل مرا تیری نگاہ تیز کی خاطر
کماں آغوش جوں کر کھولتی ہے تیر کے دیکھے
ترے ماتھے کے صفحے پر خط لکھا قدرت کی کاتب نے
تعجب میں ہیں سب خطاط اس تحریر کے دیکھے
ولی کے دلکوں یوں ہوتی ہے راحت تجھ گلی بھیتر
کہ جوں ہوتی ہے خاطر منشرح کشمیر کے دیکھے

جس وقت تبسم میں وہ رنگین دہن آوے
گلزار میں غنچے کے دہن پر سخن آوے
تا حشر اٹھے بوئے گلاب اسکے عرق سوں
جس بر میں یکبار وہ گل پیرہن آوے
ہرگز سخن سخت کوں لاوے نہ زبان پر
جس ذہن میں یکبار وہ نازک بدن آوے

بھر جا ہی اگر جگ میں ولی پھر کے دوجی بار
رکھ شوق موں شعر کا شوق حسن آوے

[illegible] گر وہ عشوہ و ساز آوے
بجا دیں بلبل شادی کا اگر وہ دلنواز آوے
[illegible] دیا ہے سر تجکو
[illegible] انکھیاں کروں [illegible]
جنون عشق میں مجکوں نہیں زنجیر کی حاجت
اگر میری خبر لینے کو وہ زلف دراز آوے
[illegible]
[illegible]

[illegible] داغ عاشقی
[illegible] داغ عاشقی
اشک خون آلود ہے سامان طغرای نیاز
مہر فرمان وفاداری ہے داغ عاشقی
آپ سوں دریا کے ہرگز کام نہیں عشاق کو
گریۂ حیرت سوں ہی سرسبز باغ عاشقی
گر طلب ہے تجکوں راز خانۂ دل ہو عیاں
آہ کی آتش سوں روشن کر چراغ عاشقی
وہ نہاں باغ میں ہرگز نجا ہی ولی
گرنہ دیوی نالۂ بلبل سراغ عاشقی

مکتب میں جسکے ہاتھ ادا کی کتاب ہے
خوبی میں آج ہم سبق آفتاب ہے
ظاہر ہوا ہے مجھپہ ترے ناز سوں صنم
رنگیں بہار حسن بہار عتاب ہے
تیرے نین کے غصے میں ہے وقت شراب
میخانہ تجھ نگاہ سوں دائم خراب ہے
دیوان میں ازل کے لکھا جب سوں عشق و حسن
تب سوں نیاز و ناز میں باہم حساب ہے
پوشیدہ حال عشق رہی کیوں نکای ولی
غماز تار زلف [illegible] نقاب ہے

سنبل ہی سب بہار کہوتی ہی
مرد کا [illegible] آج ہے
[illegible]
زلف [illegible]
اے ولی آب اشک جہری کی
[illegible] دلکا غبار کہوتی ہے

[illegible]
[illegible]
[illegible] نہیں چمن کو
دشمن [illegible] ایک تیرا [illegible] ہے
[illegible] کیا کام [illegible]
[illegible]
[illegible] کون دنیا
[illegible]
[illegible] ولی پر
[illegible]

منتخب دیوان
فراسو

پھبتا ہی کیا ہی تجھکو اے یار مسکرانا ۔۔۔ تک واسطے خدا کے یکبار مسکرانا
گر جائے گی سبھوں کی نظروں سے اسکے آگے ۔۔۔ اے برق دیکھیو مت زنہار مسکرانا
غنچوں کو اے ستمگر تیرے دہن کے آگے ۔۔۔ ہنسنا تو یکطرف ہے دشوار مسکرانا
شاعر ہے پوچ گوئے اپنا یہ آپ قائل ۔۔۔ یارو نہ اسکی سنکر اشعار مسکرانا

ہمارا یار ہمسے جب تلک باہم نہوئیگا ۔۔۔ جو دل میں درد ہی ہرگز دوا سے کم نہوئیگا

ہاتھوں سے نہ اک تار گریبان میں چھوڑا ۔۔۔ پاؤں نے نہ اک خار بیابان میں چھوڑا

کبھی رہتا نہیں بن چاک ہمارا سینا ۔۔۔ ناصحا زخم کو سینے کے دو پارا سینا

دم خفا تجھسے ہوا اور میں خفا دم سے ہوا ۔۔۔ رفتہ رفتہ یہ مرا حال ترے غم سے ہوا

سر بدن سے ہو جدا اور ہاتھ شانے سے جدا ۔۔۔ پر نہ سر میرا ہو تیرے آستانے سے جدا
کیا بہانے تھی تجھے اے چشم آنسو بزم میں ۔۔۔ ہوگیا وہ یار تجھسے اس بہانے سے جدا
یوں دل آوارہ اپنا اے فراسو گم ہوا ۔۔۔ مرغ وحشی جیسے ہووے آشیانے سے جدا

مجھکو کہتے ہیں بڑا ڈھب ہے تجھے یاری کا ۔۔۔ سوچنا طور ذرا آپ کی عیاری کا

ہیں داغ و آبلے سے یوں دل میں جام و مینا ۔۔۔ جیسے دھرے ہوں ساقی محفل میں جام و مینا
گلشن میں دیکھ بلبل کیا عکس سرو و گل سے ۔۔۔ ہی نہر کے کنارے ساحل میں جام و مینا
بیعت کروں نہ کیونکر پیر مغاں کی زاہد ۔۔۔ ہی دستگیر مستاں مشکل میں جام و مینا
پر خون ہیں چشم و دل میں اپنے ہمیں غنیمت ۔۔۔ گو اب نہو ہماری محفل میں جام و مینا
گردوں کے اب فراسو سنگ ستم سے لاکھوں ۔۔۔ ٹکڑے ہو گئے ہیں یاں گل میں جام و مینا

دیکھا ہے جب سے پیرہن اس نوبہار کا ۔۔۔ دامن نہیں ہے ہات میں صبر و قرار کا

عشق مجھکو اب تو اسحالت پہ پہونچانے لگا دیکھکر ہر کوئی اشک آنکھوں میں بھر لانے لگا
آئے ہو دامن کشاں شاید چمن میں پھر بہار ہاتھ پھولونکا بھی کچھ اب جیب تک جانے لگا
حال اس نوبت کو پہونچا یا مرا اس عشق نے دیکھکر ہر کوئی اشک آنکھوں میں بھر لانے لگا
پھر گئی شاید فراسو کچھ زمانے کی ہوا یاں سے خط جانے لگا اور وہاں سے پھر آنے لگا

جو آپ کی دوری میں دلپہ مرے غم گذرا فرہاد پہ کم گذرا مجنوں پہ بھی کم گذرا
تنہا ذات فراسو کا مہماں وہ شیریں لب کیا کہیئے فراسو اُس سے جو کچھ کہ ستم گذرا

ردیف "ب"

مست میری لاش کو چمن یاسمیں میں داب ای رشک گل تو اپنی گلی کی زمیں میں داب
ابرو کماں کے تیر ستم میں لئے سیکڑوں رکھے ہیں تو وہ دل اندوہگیں میں داب
رولو فراسو کھول کے دل بزم یار میں تا چند غمکو رکھوگے جان حزیں میں داب

ردیف "ت"

وصل ہی اسکی دوائی سو دوائی ہے سخت جی چھوڑیگا مرا درد جدائی ہے سخت

ردیف ث

سے دست جنوں تیرا گریباں ہی میراث اے خار بیاباں ترا داماں ہے میراث
جو درد و الم کی جگر چاک ہے جاگیر تو سوزش غم کی دل بریاں ہے میراث
دیکھا نہ کبھو لکو فراسو ترے خنداں اسکی مگر اب زلف پریشاں ہی میراث

ردیف ج

ہمکو کبھو تو بھلا نامہ و پیغام بھیج دن کو ہی یا رات کو صبح کو یا شام بھیج
نہ حشمت روم کی خواہش نہ ملک شام لیتے ہیں تمہارے نام کو ہم صبح سے تا شام لیتے ہیں

ردیف ح

گلتے ہیں قول معرفت مرغ چمن علی الصباح بکتے ہیں آکے وجد میں سرو سمن علی الصباح
بند قبا نہ پھول کے شرم سے کھولی باغ میں دیکھے صبا کھلا اگر تیرا بدن علی الصباح
ہوئے فراسو عقل و ہوش محو ہوئی بیک نگاہ آج سُنے جو رشک مہ تیرا سخن علی الصباح

ردیف خ

واں ہے تمہاری بزم میں جامِ سرخ جام سرخ
یاں ہیں رشکِ خون سے آنکھیں مدام سرخ

ردیف "د"

رکھہ اسکے تصور میں سدا دیدۂ تر بند
لازم ہے کہ کاشانۂ خلوت کا ہو در بند

ردیف "ر"

میں تو بیٹھا تھا غرض اُس سے کنارا کھینچکر
لوگ آخر لے گئے مجھکو دو بارا کھینچکر

روٹھ کر پھاڑو گریبان تم ہمارا کھینچکر
ہم منا لینگے تمہیں دامن تمہارا کھینچکر

اپنی تو بخت سکندر پر فراسو مت اکڑ
دیکھہ ذلت مرگیا آخر کو دارا کھینچکر

بلبلیں بولیں ہیں ہردم نالۂ جانکاہ کر
گوش گل کیوں کر دیا تو نے مری اللہ کر

ہو کیوں نہ مہر و مہ کا داغ آسمان پر
دن رات جبہ سا ہی تری آستان پر

قامت ہی مثل سرو دہن غنچہ رخ چمن
کیا ہی بہار حسن ہی اس نوجوان پر

قدرت نہیں جو آؤں تمہارے پلنگ پر
جب تک نہ تم بلاؤ کہ آ رے پلنگ پر

جسکے لئے بچھائے ہیں پھولوں کی سیج روز
وہ گل کبھی نہ آیا ہمارے پلنگ پر

مہتابی پر محل کے شب ماہتاب میں (ق)
تم میرے ساتھ سوئے جو پیارے پلنگ پر

حیرت رہی نہ دیدۂ مہتاب کو فقط
تکتے رہے تمام ستارے پلنگ پر

پڑتی نہیں ہی کل کسی کروٹ ذرا مجھے
پھرتا ہوں لوٹتا ہوا سارے پلنگ پر

منصف ہو تم ہی جس سے جدا اتنا ماہ ہو
وہ کالی رات کیونکہ گذارے پلنگ پر

فرقت میں شب فراسو صنم گلعذار کے
لگتے ہیں ہمکو پھول شرارے پلنگ پر

اے دل مضطر تو زیر خاک نالوں کو نہ چھیڑ
چین لے اب تو عدم کے سونیوالوں کو نہ چھیڑ

کیوں وبال جان کیا چاہیے ناصح زندگی
تیرہ بخت اس زلف کے آشفتہ حالوں کو نہ چھیڑ

ای فراسو سُن بقول شخص کیا ہی فائدہ
دم میں خوش دم میں خفا ہو جانیوالوں کو نہ چھیڑ

ردیف س

بیٹھے ہیں غیر یوں مرے دلبر کے آس پاس
ہو خار جس روش سے گل تر کے آس پاس

اے دردمان یہ دیکھو کہ یہ تو نالے سے صبح ہے | لخت جگر نہیں مرے بستر کے آس پاس

بہتر اچھا یہ کہو بیٹھا [illegible] انگار قفس | پر طوطی [illegible] نہ نگار قفس

ردیف [illegible]

مرا یہ سوز و گداز سے دل ہی تاب کہاں آتش | کہ جیسے رہتی ہے شمع محفل ہی با جگر آتش

لب یہ تمہارے صبح سے تا شام ہے چہ خوش | سمجھے یہ ہم کہ آپکا تکیہ کلام ہے چہ خوش

لیتے سلام بھی نہیں میرا کبھی غرور سے | آپکے اس غرور کو میرا سلام ہے چہ خوش

خوب غزل ہے گرم سبھی شعر ہیں پر شرر سبھی | بارے فرآسو تیرا بھی کیا ہی کلام ہے چہ خوش

ردیف ض

کیسے کھٹے یہ ترے مہر کا قربان عارض | کہ یہ مہتاب سے چمکے ہے دو چندان عارض

ردیف عین

در پہ بیٹھا ہوں نہیں ہے آہ و زاری سے فراغ | منہ دکھا جا کر لے ایکدم شرمساری سے فراغ

دل فرآسو جب سے اسکی چشم میگوں پر ہے غش | مست رہتا ہوں میں کر کے ہوشیاری سے فراغ

ردیف ف

میری تربت پر بشر طلیکہ ہوش جرف کو حرف | قتل کی ماجرے کے دیکھیو لکھ حرف بحرف

حرف تسکین بھی کہیں اسمیں لکھا ہوگا | پڑھ ہوا اس خط کو فرآسو تو ہر اک حرف بحرف

ردیف ق

نکلی نہ دل سے تہ خاک الفت معشوق | برنگ خار ہوں بیجان بدولت معشوق

ردیف ک

یوں لگانے عشق لالہ رو سے میری پیرہن تک آگ | موسم گل جس روش بھڑکا کے گلشن میں آگ

آہ سوزاں کا میرے ہرگز اثر ہوتا نہیں | لگ گیا اے بیدرد اس ترے دل پر فقط آگ

طاس کا سنجات ہے یا آہ سوزاں سے مری | اے فرآسو ہے لگی دلدار کی دامن میں آگ

قاصد یہ کہیو اس بت مغرور سے الگ | کب تک رہوگے عاشق رنجور سے الگ

ردیف ل

آج کسے نے پیاسا غزل برسر گل | اگر ... سے گل ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ردیف ن

اب کی جو شب ہجر تو بیمار ہوا اور بیں ہوا | اس وعدہ خلافی کی تکرار ہوا اور بیں ہوا

وہ دل میرا مانگے ہے اب وصل کا طالب ہوا | انکار ہوا اور وہ ہوا اقرار سے اور بیں ہوا

وہ دن گئے جب تیرا دیدار تھا اور بیں اتنا | اب روبرو آنکھوں کے دیوار ہوا اور بیں ہوا

وہ بیخودی گداز بیا اشفاق نہیں کرتا | ایکدن ... خوباں کا وہ بیمار ہوا اور بیں ہوا

دل ہمارا ایمان کو دو بیٹھا فرآسو ہیں | جنت ... کر اب ... ہوا اور بیں ہوا

[illegible]

[illegible]

فرآسو آئی دو بالا تظر ہمیں چمکا	وہ ماہتابی پہ بیٹھے جو ماہتاب کے دن
مرتے ہیں ہم کسی پہ یہی ہم الفت کے یہ معنی ہیں	ہم تمکو نہیں کچھ بھی پتا غفلت کے یہ معنی ہیں
جب سے تمہیں دیکھا ہی - آیئنہ نمط ہمنے	جھپکیں نہ کبھی پلکیں حیرت کے یہ معنی ہیں
دل چیز ہے کیا پیارے واللہ جو تم مانگو	ہم جی بھی تمہیں دیویں چاہت کے یہ معنی ہیں
کل پڑتی نہیں دلکو بن دیکھے تری صورت	اس عالم صورت میں صورت کی یہ معنی ہیں
ساتھ اپنے سدا لشکر ہی گریہ و نالے کا	شوکت اسے کہتے ہیں حشمت کی یہ معنی ہیں
ہم خاک ہوئے تو بھی در سے نہ ٹلے تیرے	الفت اسے کہتے ہیں چاہت کی یہ معنی ہیں
دل بند فرآسو ہی اس شوخ کی کاکل میں	جی چاہ ذقن میں ہی چاہت کی یہ معنی ہیں
حال سے میرے کوئی تجھکو خبر کرتا نہیں	یاں فقط نالا ہے سو وہ بھی اثر کرتا نہیں
کیوں نہ دل میرا کرے اب اضطراب آغوش میں	ایک شب بیٹھا نہ وہ خانہ خراب آغوش میں

ردیف "و"

میں تو پڑا ہوں در پر اُسکے انکو کچھ فرمانے دو	بھوکا تھا اس ناز کا میں بھی گالیاں مجھکو کھانے دو
مکھڑا کہیں دکھا تو اُلٹ کر نقاب کو	تا بھول جاؤں دل سے میں رنج و عذاب کو
آباد ایک روز نہ دیکھا کبھو اُسے	کیا لیکے میں کروں دل خانہ خراب کو
سب تجھے معلوم ظالم اسکی ہی چاہت ہمارا ہو	لگے تیرا کہیں دل اور تجھکو بیقراری ہو

ردیف "ہ"

یوں ہم آغوش ہوں پری کی ساتھ	جسطرح جسم ہووے جی کیساتھ

ردیف ی

اے ہوس میں وصل کی تو نہ نام لیجیے	کیا یاد ہم کرینگے کر انعام لیجیے
آہ و فغاں و گریہ و سوز و تپاک و درد	کیا ہم بھی ساتھ اپنے سرانجام لیجیے

تمام شد دیوان فرآسو صاحب فرنگی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

منتخب دیوان شاہ مبارک

آبرو

آیا ہی صبح نیند سں اُٹھ رس بسا ہوا
جاما گلے میں رات کا پھولوں بسا ہوا

کم مت گنو یہ بخت سیاہوں کا رنگ زرد
سونا وہی کہ ہووے کسوٹی کسا ہوا

انداز سے زیادہ نپٹ ناز خوش نہیں
جو خال اپنی حد سے بڑا سو مسا ہوا

قامت کا سب جگت میں دوبالا ہوا ہی نام
قد اسقدر بلند تمہارا رسا ہوا

اول ہی آبرو تو سمجھ پیچ عشق کا
پھر زلف سے نکل نسکیگا پھنسا ہوا

جدائی کے زمانے کی سجن کیا زیادتی کہیے
کہ اس ظالم کی ہمپر جو گھڑی بیتی سو جگ بیتا

چہرے نے سرخ تیرے سارے جگت کو موہا
اے لعل تیرے سر پر یہ آج خوب سوہا

رخسار کے گل اوپر شبنم ہے یہ پسینا
کیا سرخ ڈانک پر ہے الماس کا نگینا

خجلت سے تجھ نگہ کی مے ہو گئی ہی پانی
کہنا بجا ہوا ہے شیشے کو آبگینا

مشتاق عذر خواہی نہیں آبرو تو کیا ہی
یوں روٹھ روٹھ چلنا چل چل کے پھر ٹھٹھکنا

یہ سبزا اور یہ آب رواں اور ابر یہ گھرا
دوانا ہیں نہیں گھر میں ہوں کیوں [illegible]

گیا تہا رات جھڑ بدلی میں ظالم کسطرف کو تو
تڑپنے سے دل مرا بجلی کی بیتاب تک نہیں ٹھہرا

بوسہ لباں ستے شیخ نے لیا، کہہ کے پھر گیا
پیالہ بھرا شراب کا افسوس گر گیا

نین سے نین جب ملائے گیا
دل کے اندر مرے سمائے گیا

نگہ گرم سے مرے دل میں
خوش نین آگ سی لگائے گیا

تیرے جانے کی سن خبر عاشق
یہی کہتا ہوا کہ ہائے گیا

سہو کر بولتا تھا مجھ سیتی
بوجھ کر بات کو چھپائے گیا

آبرو جب سیج مرتا تھا
مکھ دکھا کر اُسے جلائے گیا

دل گئیں آپس میں نظریں ایک عالم ہوگیا
جو کہ ہونا تھا سو کچھ آنکھوں میں باہم ہوگیا

ساتھ میں تیرے سے جو کچھ تھا سو پیاری عیش تھا
جب سے تو بچھڑا ہی تب سے عیش سب غم ہوگیا

نہ چھوڑے سے آج پیا نے جی کسد کا
تمہارا ہنس کے یوں کہنا اجی کا

تری صورت کا جب سوں نقش دیکھا
گیا رتبہ نظر سے گر پری کا

سخن سنجاں میں ہے گا آبرو آج
نہیں شیریں زباں تا کر سری کا

کمان ہوا ہے قد ابرو کے گوشہ گیروں کا
لٹا ہی حال تیرے زلف کے اسیروں کا

برہ کی راہ میں جو کوئی گرسو پھر نہ اٹھا
قدم پھرا نہیں یاں آکے دستگیروں کا

وہ اور شکل ہی کرتی ہی دلکو چوں تسخیر
عبث ہے نسخۂ تیرا نقش یہ لکیروں کا

ہیلے میں جون کہ ہنکا ہو آبرو کا دل
سجن کی زلف نے لٹکا لیا فقیروں کا

مست دل ہی مدام تجھ لب کا
جام صہبا ہے نام تجھ لب کا

دل کے غنچوں کو کھول جب دیکھا
شوق پایا تمام تجھ لب کا

مہر لبا ہوا حلاوت سے
حرفگو یاں کو نام تجھ لب کا

آبرو آب زندگی سے لذیذ
جان لیتا ہے جام تجھ لب کا

یہ رسم ظالمی کی دستور ہی کہاں کا
دل چھین کر ہمارا دشمن ہوا ہی جان کا

بیتابی دل آج میں دلبر کہوں گا
ذرے کی تپش مہر منور سے کہوں گا

جو کہ محرم ہے عشق بازی کا
دل سے عاشق ہی جانگدازی کا

ہر گدا گوشۂ قناعت میں
شاہ ہے ملک بے نیازی کا

کیونکر نہ گرم ہووے فغاں عندلیب کا
جلتا ہے گل کی آگ میں جان عندلیب کا

جب سے غرور رنگ گل کا ہوا اُسکے تئیں یقین
جاتا رہا ہے تب سے گماں عندلیب کا

اسکا کنار گل ہی میں عالم ہے یک جدا
پہچانتا ہے کون مکان عندلیب کا

لائی ہے جب سے بات چمن کی زباں اوپر
رنگین ہوا ہے تب سے بیان عندلیب کا

تو کب ملا تھا پیارے ہمسے جو آج روٹھا — دیکھا یہ اسنے کا یہ روٹھنا انوٹھا

ملنے پہ غیر کے اب کیوں پوچھتا ہی پیارا — ازماونکو شاید لیتا ہے دل ہمارا

ملنے کے شوق میں ہم گھر بار سب لٹایا — مدت میں گھر ہمارے آیا تو گھر بنایا

مرے پیارے سے قاصد اتنی دلکی بات جا کہنا — کہ جانے سے تمہارے جان کا مشکل ہوا اب رہنا

جسے ہو زیب ذاتی اسکے تئیں ہے عیب آرایش — کرے ہی بدنما البتہ حسن ماہ کو گہنا

نامہ بر کا رنگ ہووے ڈر سے تیرے باختہ — تجھکو دیکھ اے سرو ہو جاے کبوتر فاختہ

ہمسے چرا کے آور سے آنکھیں ملا گیا — ظالم کسیکو مار کسیکو جلا گیا

شرم سے آنکھوں کی تیرے آب ہوئی ہے شراب — آگ میں جلتا ہی میرا رشک سے دلکا کباب

شرم نے تجھ زلف و رخ کے باغکو دریا کیا — گل ہوا ہی آب اور سنبل ہوا ہی موج آب

٭ کوئل نے کوک آ کے سنائی بسنت رت — بورائے عام و خاص کہ آئی بسنت رت

بلبل ہوا ہے دیکھ سدا رنگ کی بہار
اس سال آبرو کو بن آئی بسنت رت

بیٹھے وہ زرد پوش جھلک سے بنا بسنت — چاروں طرف سے آج اٹھی جگمگا بسنت

مارا ہے جوش رنگ خزاں نے بہار کا — لائی ہی حسن و عشق کو باہم ملا بسنت

کیوں ہو رہی ہی عشق کے مارے تمام زرد — رکھتی ہی کسکے حسن کی دل میں ہوا بسنت

جاتا لباس زرد سے تیرے وگرنہ ہم — واقف نہ تھے کہ ہو ہے ایسی خوشنما بسنت

دل نے پکڑی ہے یار کی صورت — گل ہوا ہے بہار کی صورت

کوئی گل رو نہیں تمہاری شکل — ہمنے دیکھی ہزار کی صورت

تجھ گلی بیچ ہو گیا ہے دل — دیدۂ انتظار کی صورت

وصل کے بیچ ہجر جائے بھول — جوں نشے میں خمار کی صورت

کچھ [illegible] ی نہیں کہ کیسا ہو گی
اس دل بے قرار کی صورت

وہ زرد پوش جبکہ میرے آغوش میں رہا لیا — گویا کہ تب گلے سے لگا نے بسنت رت

جوں سپاہی مورچے کی اوٹ میں کرتا ہی چوٹ
یوں تمہارے وار کرتے ہیں نین مژگاں کی اوٹ

اسطرح مت دیکھ لے خونیں نین فریاد سن
دل نگہ تیری سے ہو جاتا ہی ظالم لوٹ پوٹ

شوق بڑہتا ہی مرے جی کا دل افگاروں کے بیچ
جوش کرتا ہی جنوں مجنوں کا گلزاروں کے بیچ

عاشقوں کے بیچ مت لیجا دل بے شوق کو
شیشۂ خالی کو کیا عزت ہی میخواروں کے بیچ

رو برو اور آنکھ اوجہل ایک سا ہو جسکا پیار
اسطرح کا کوئی نظر آتا نہیں یاروں کے بیچ

رو دینے سے عاشقوں کا شوق ہوتا ہی یار
عیش دونا ہوے میخواروں کے تئیں تاروں کے بیچ

آبرو غم کے بہنور میں دل خدا سیتی لگا
نا خدا کچھ کام نہیں آتا ہے منجدھاروں کے بیچ

کیا کہوں اپنے دلستاں کی طرح
پھر آیا گیا جو جاں کی طرح

ہوا کچھ حسن اور خوبی کے لکھنے میں صفا کاغذ
رقم ہوتے ہی رخسارا مخطط ہو گیا کاغذ

جان اگر دشمن ہوئے ہو تم ہمارے اسقدر
تو ہمارے دلکوں لگتے ہو پیارے اسقدر

غم سے بجا ہوئی ہیں مری چشم رودبار
مجھسے ہوا کبھی نہ مرا یار ہمکنار

سب سے ملے پر ایک سے ہے ہم امیدوار
جاویگا حسن ہمکو مگر تب کروگے یار

بلبل سے دل کو کہول کہو گل سے ٹک ہنسے
پھر آبرو کا وقت کہاں جب گئی بہار

بلبلیں روتی ہیں میرے غمسے اور گلزار زار
حیف کیوں ہوتا نہیں تو ہمسے ای عیار یار

ان لباں کو یقین مصری جان
راست کہتا ہوں اسمیں مت شک کر

آج پھر ہمسے کر دیا ہے اداس
ان رقیبان کا جائے ستیا ناس

سیج تیری کے شوق میں چھوڑا
رات کو پھول نے چمن کا باس

سر چڑہا ہی تمہن کا منہ پاکر
عاشقی بوالہوس کو آ لگی راس

غیر صحبت میں اب لگے جانے
چھوڑ کر اپنی آبرو کا پاس

تیرے رو کی بڑہی کاکل کے حلقے سیتی زیبائش
عدد جوں ایک کا صفروں سیتی پاتا ہی افزائش

جلایا جب سے غم نے تب سے نکلا رنگ عاشق کا
ہوئی زور آگ کے جلنے سیتی سینے کی آرائش

سے انکھیاں سیتی اپنی بہا دوں ودھ کی ندیاں
اگر شیریں ادا میری کرے ٹک مجھپہ فرمائش

نہیں ہے اسمیں کہیں جائے خال کی خالی
ہمارے یار کا ہے اسقدر بھبرا عارض

نہیں تارے بھرے ہیں شک کے نقط
اسقدر نسخۂ فلک ہے غلط

خال سے دیکھتا ہوں خط کی نشان
کہ اول خط کی اصل ہوئے نقط

کیا عجب ان کو اگر خورشید کے ہو دل میں داغ
رشک سے مجھ داغ کے راتوں تلک جلتے ہیں چراغ

سانولے کے روبرو ہے دل ہمارا داغ داغ
دیکھ لو کالے کے آگے آج جلتا ہے چراغ

ہے مرے دل کی تمنا دشمن آرام عشق
مہر و مہ کو چرخ میں رکھتا ہے صبح و شام عشق

کب زلیخا شہر میں رسوا ہوئی مجنوں سی کم
مرد ہو یا زن کری ہے سب کے تئیں بدنام عشق

صید کے جو تڑپھ اسنے میں نہیں ہوتی خلاص
سخت تر زنجیر سے رکتا ہے کا فر دام عشق

میں قرار اپنے پہ قایم ہوں پہ تم رہتے نہیں
حسن کے تئیں ہر گھڑی دیتا ہے یہ پیغام عشق

دل بڑا ہے مہر کا لیکن تڑپھ ذرہ نہیں
حسن سے کب ہو سکے کرتا ہے جو جو کام عشق

ہات آیا ہے یہ دن کر کے دعا راتوں کو جاگ
عید ہے پیارے گلے سے آج تو عاشق کے لاگ

افسردگی یاس سے ہمکو ہوا وصال
پکڑا ہے آہ سرو کے کانٹے سے ہم نے لال

تری آنکھوں نے دل کی شوخ اچپل
کیا بیطاقت و بیتاب و بیکل

سیاہی کا ہوا ہے روشنی نام
لگایا جب سے تین آنکھوں میں کاجل

نکلے تم اب صبا کی طرح جب چمن میں بھول
گلبن کی دیکھ تمکو گئے ہاتھ پاتوں بھول

کیا ڈھونڈھتا ہے زلف کی بو کا سراغ گل
سنبل کی طرح کیوں ہے پریشان دماغ گل

جلتا ہے اب تلک تری زلفوں کی رشک سے
ہر چند ہو گیا ہے چمن کا چراغ گل

تجھ شعر کی شگفتہ زمین دیکھ آبرو
لالے کی طرح جل کے ہوا داغ داغ گل

بہار آئی کلی کی طرح دل کھول
گلوں کی بہا نت ہنس بلبل رہا جو تو

کرتا ہوں اسکی عقل پر افسوس بیدل
جو برگ گل کہتے آنکھوں کو فی المثل

جلتے تھے تجھکو دیکھ کے غیر انجمن میں ہم
پہونچے تھے رات شمع کے ہو کر برنیں ہم

آتی ہی اسکی بو سی مجھے یاسمن میں آج
دیکھی تھی جو ادا سی سجن کے بدن میں ہم

کیونکر نہووے کلک ہمارا گہر فشان
کرتے ہیں آبرو جو تخلص سخن میں ہم

دلدار کی گلی میں مکرر گئے ہیں ہم
ہو آئے ہیں ابھی تو پھر آگئے ہیں ہم

بیرحم و بیوفا و تنک رنج و تند خوئے
تجھکو ہزار نام سجن دھر گئے ہیں ہم

اے دل کی دیں کی خون کی پیاسی سیاہ چشم
سیکھے ہی کس اڑنگی سے تیری سیاہ چشم

سارے عالم کو مار کر برہم
آکھڑے ہیں سجن ترے در ہم

جبکہ ایسا ہو گندمی معشوق
تب گنہگار کیوں نہو آدم

شب سیاہ ہوا روز اے سجن تم بن
مثال شمع جلے اہل انجمن تم بن

غم کیا اگر شراب کی مجلس میں ہم نہیں
ہمکو تمہارے عشق کا یہ کیف کم نہیں

عشق ہی اختیار کا دشمن
ہوش و صبر و قرار کا دشمن

لٹایا چاہتے ہیں خاک و خوں میں مجھ بچارے کو
سمجھتا ہوں تری شمشیر ابرو کے اشارے کوں

سر سے لگا کے پانوں تلک دل ہوا ہوں میں
یاں لگ ہنر میں عشق کے کامل ہوا ہوں میں

زلف مطوّل و دہن مختصر کو دیکھ
تیرے درس کے علم میں فاضل ہوا ہوں میں

مدت پھر سیتی ہاتھ میں لے دل ہمارے کوں
جلتا ہی کیوں پکڑتا ہے ظالم انگارے کوں

ٹک باغ میں شتاب چلو اے بہار حسن
گل چشم ہو رہا ہے تمہارے نظارے کوں

اپنا جمال آبرو کو ٹک دکھاؤ آج
مدت سے آرزو ہے درس کی بچارے کوں

دیکھ رخسار یار کے یارو
جھڑ پڑے گل بہار کے یارو

آج اس ماہرو کی ہی شب وصل
دن گئے انتظار کے یارو

اشک سے آبرو کے غرق گئے
لوگ سب دار پار کے یارو

جی نکلتا ہے مرے دل کا بلا سے کیوں
نزع کا وقت ہے ٹک آ کے ملا لے اسکوں

کیوں تیر مارتے ہو تم غیر کے جگر میں
پی پی کے خون اپنا کرتا ہوں درگذر میں

جدھر جاتا ہے تو اے سرو دیکھ
رواں ہو چشم سے دریائے آنسو

یار غافل ہے مرے درد سے ہشیار کرو
بیخبر جان نہ جا جا کے خبردار کرو

دردمندی سے اگر دست لگے ہو محروم
رحم فرما کے مرے حال کو اظہار کرو

جب نے آ دست سے امید کے دامن پکڑا
یہ نہیں شرط مروت کہ اُسے خوار کرو

قدر بوجھو دل خونخوارۂ عاشق کی اگر
سر چڑھا گل کی طرح زینت دستار کرو

آبرو غم کی بھنور بیچ پڑا ہے آ کر
اک نظر لطف کی کافی ہے اُسے پار کرو

جلوۂ حسن کو دلدار کے گلزار کہو
شوق کو دل کے مرے مستی سرشار کہو

یار سے جا کے مرے درد کا بستار کہو
غم کہو رنج کہو حسرت دیدار کہو

آبرو غیر کی باتوں سے نہیں خوش ہوتا
اُس سے جب بات کہو تب سخن یار کہو

کریگی شہر میں فتنہ سجن خواہی نخواہی یہ
تری آخر کو سر کھینچنگی ظالم کج کلاہی یہ

مکھڑے نے ترے کیا گل سیراب آئینہ
خط نے بہار سبزۂ شاداب آئینہ

بڑھے ہے دن بدن تجھ مکھ کی تاب آہستہ آہستہ
کہ جونکر گرم ہووے آفتاب آہستہ آہستہ

کیوں ملامت اسقدر کرتے ہو بیحاصل ہے یہ
لگ چکا اب چھوٹنا مشکل ہے اسکا دل ہے یہ

دیکھو نہ دختر رز کیسی ہے شوخ دیدہ
دو دن چڑھے ہے سر پر جوں جوں ہووے رسیدہ

اپنو سجا ہے جامہ اُس شوخ چپکن کا
کیونکر رہے نہ ہمسے وہ یار سر کشیدہ

رستم اس مرد کی کھاتے ہیں قسم روزوں کا
تاب لاوے جو کوئی عشق کے جھکجھوروں کی

قدردان حسن کے کہتے ہیں اُسے دل مردو
سانورے چھوڑ کے جو چاہ کرے گوروں کی

آبرو کو نہیں کم ظرف کی صحبت کا دماغ
کسکو برداشت ہے ہر وقت تنکنوروں کی

آوے نہ کی خبر قیامت ہے
عالم دل ہوا ہے زیر و زبر
شور برپا ہوا ہے آمد سو لیا
ہجر کے غم میں اسکو مرتا ہوں

آوتا ہو اگر قیامت ہے
خوش نین کی نظر قیامت ہے
خوش قد اسکا مگر قیامت ہے
وصل کا اسکے ڈر قیامت ہے

شوق ہے اسکی اشکباری کا
آبرو چشم تر قیامت ہے!

تمنے بجاوے نے کو جب ہاتھ بیچ نے لی
مجنون ہوگئے سب یہ کسطرح کی لے لی

چباسے پان کیوں ادہی کسر کیے
اگر پیاسے تھے تم میرے لہو کے

شاخ گل قد کو ترے دیکھ کے مرجھائی
سرو کو چال تری باعث رسوائی ہے

افسوس ہے کہ مجھکو وہ یار بھول جائے
وہ شوق وہ محبت وہ پیار بھولجائے

کیا شیخ کیا برہمن جب عاشقی میں آوے
تسبیح کرے فراموش زنار بھول جائے

یوں آبرو بناے دل میں ہزار باتاں
جب تیرے آگے آوے گفتار بھول جاوے

سپارش سے مرا سرکش نپٹ بیزار ہوتا ہے
زیادہ ضد پکڑنا باعث آزار ہوتا ہے

کرم فرما کہ تیرا نقش پا ہم خاکسارونکو
چمن میں سر بلندی کی گل دستار ہوتا ہے

کیوں چھپا ظلمت میں گر اسکے لب سے شرمندہ نہ تھا
جان کچھ پانی مرے ہے چشمۂ حیوان کے بیچ

آبرو کے قتل کو حاضر ہوئے کس کر کمر
خوان کے سینہ کو چلے عاشق بھی ثابت باندھ کمر

دور خاموش بیٹھ رہتا ہوں
اسطرح حال دل کا کہتا ہوں

پھر اٹھ خواب سے گلشن میں تمنے لی انگڑائی
گئیں منہ شرم سے نرگس کی پیار جو دیکھی تو انگڑائی

نہ دیوے اپنے دل وہ جب تلک میں
اگر پاؤں بھی تو مانگ دیکھو

پھرتے تھے دشت دشت دیوانے کدہر گئے
وے عاشقی کے ہائے زمانے کدہر گئے

تمہارا دل اگر ہمسے پھرا ہے
تو بہتر ہے ہمارا بھی خدا ہے

تم اپنی بات کے راجا ہو پیارے
کہے ضد سے تمہیں ہووے سوائے!

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان ملک الشعرا ماضی

محمد صادق خاں اختر

سوزِ دل دیوان کا اپنے باعثِ تنظیم تھا
صفحۂ رنگیں خیالِ طبع ابراہیم تھا

امتحاں گاہِ وفا میں ٹل گئے تھے پاؤں
جبہ فرسا زیرِ تیغ اپنا سرِ تسلیم تھا

تھی کرم سے چشمِ بخشش قہر سے خوفِ عتاب
دل میں اپنے تا بروزِ حشر امید و بیم تھا

شعلۂ داغِ جنوں سے شمع ساں مانندِ آہ
عشق کے کشور میں بھی صاحبِ اقلیم تھا

گل چمن میں کسکے آنیکی خبر تھی اے صبا
رنگ بوئے گل سے نکہت جو بجستہ تعظیم تھا

عشق کے مکتب میں اختر تھا مجھے درسِ صفا
صفحۂ آئینہ میں الوحۂ تعلیم تھا

نظر میں جلوہ گر ہے عارضِ رنگیں خورشید تاباں کا
کرے کیا رسخ جب ہر سو عرش کا ایواں کا

زیارت کعبۂ مقصود کی حاصل ہے غیروں کو
ہمارا بخت ہے طائف حرم کا حاجیوں کا

ہوئے مجنوں اس مژگاں کی ہم خنجر گلے سے
دلِ صد چاک شانہ بن گیا زلفِ پریشاں کا

پڑھایا اس قدر القاب اسکا نامے میں
کہ خامہ عمر بھر عاشق رہا اختر پہ عنواں کا

اگرچہ روز جاناں کا جلا ہی تیرہ ہے لیکن
ترقی پر ہے بخت سیہ شبہائے ہجراں کا

ہر رنگ گل یہ تر کیوں نہ دامن اشک خوں سے
کہو دست خار وحشت ہے آشنا اسکے گریباں کا

عبث پیچ و تاب اٹھتے مجھے اس لف سے اختر
پریشاں اسے کبھی دیکھا بھلا ہوتے پریشاں کا

شب جو اپنا نالۂ دل بسکہ سیر آہنگ تھا
زندگی کا موجۂ یارو دل پر نہایت تنگ تھا

بزمِ عشرت کا کہوں کیا حال اے عدو خلاف
چشم پر خوں جام لبریز مئے گلرنگ تھا

دیکھ لی یہاں سے تجھے دو نو فصلِ گل و فصلِ خزاں
یہ بھی اک نیرنگِ جہاں جلوہ نیرنگ تھا

ہے حسد گنبد کی اس عالم میں نیکی اور بدی
بد اسی سے یہاں بنا ہوگا جو بد آہنگ تھا

زندگی میں سمجھتے کیا خاک ہم اسکو یہاں
عمر بھر آئینۂ دل پر ہوس کا زنگ تھا

مر گیا اختر تو اچھا ہو تم خوش رہو
بزم میں تم سے شوخوں کا تمھاری ننگ تھا

خمیازہ کش نہو لب جاناں شراب کا
محتاج کب ہی آب بقا آفتاب کا

کوثر سے بھی نہ اسکے بجھی سوز العطش
مشتاق ہے گلو تیرے خنجر کی آب کا

کس طرح سے ہو نالہ دل آشنائے گوش
قانون خامشی سے ہی ساز اس رباب کا

ان خطوں کے حسن سے ہی خار عشق
مرہم ہی زخم دل پہ میرے مشکناب کا

رو تیرا درمیان ہی کروں کیا خموش ہوں
ورنہ نہیں ایک بند نہ رکھتا نقاب کا

ٹپکا زمیں پہ رشک سے سر آفتاب نے
ساغر لیا جو ہاتھ میں اسنے شراب کا

اختر وہ خال کاتب صنعت کے ہاتھ سے
نقطہ کتاب حسن پہ ہی انتخاب کا

گل چمن میں یار جو آکر خراماں ہو گیا
پرتو مہ سایۂ سرو گلستاں ہو گیا

وقت گل گشت چمن نور جمال یار سے
جوہر آئینہ موج چین داماں ہو گیا

کیا کہوں پھرتی میں اس سفاک کی ہنگام قتل
مقتل عشاق دم بھر میں گلستاں ہو گیا

لخت دل پیہم جو آتے ہیں چلے آنکھوں کے ساتھ
اشک کا ہر تار اک تسبیح مرجاں ہو گیا

لطف بیجا سے ترے سب دشمن جاں بچ گئے
ابر رحمت ہائے میرے حق میں طوفاں ہو گیا

تم رہے واں بزم میں غیروں سے گرم گفتگو
شربت جام اجل یہاں آب حیواں ہو گیا

ننگ مردی تھا ہمیں اختر پناہ مشت خاک
خاک ماں کو میٹ کر میں مرد میداں ہو گیا

دل مجھکو ہائے بیکس و بیچارہ کر گیا
ہی تلاش میں مجھے آوارہ کر گیا

جھمکی سی کچھ دکھا کے وہ خورشید رو میرا
پلکوں کو میری نور کا فوارہ کر گیا

قسمت تو دیکھیو کہ دم قتل عاشقاں
مجھکو شہید حسرت خونخوارہ کر گیا

برسوں میں آیا تھا جو وہ دم بھر کیواسطے
آنکھوں کو وقف حیرت نظارہ کر گیا

دل چاک چاک مثل کتاں ہو گیا میرا
آکر عجب سلوک وہ مہ پارہ کر گیا

بیچارہ مجھکو دیکھکے اختر وہ بیوفا
ارشاد صبر کرکے بیچارہ کر گیا

رہیہاں ہی دل کی طرف اسکی نگاہ ناز کا
شور ہی صید حرم تک جس شکار انداز کا

پاے بند زینت دنیا دل روشن نہیں
رنگ گل مانع ہوا شبنم کی کب پرواز کا

نالہ لب گرمی دل مجھسے چھوٹیں کسطرح
ساتھ ہی روز ازل سے سوز کا اور ساز کا

مجھکو گلبازی لئے صحن چمن میں دیکھکر
کیا ہی مردے بے زباں ہے اختر عالی بیاں

مارے ہے عاقل نہ کبھی لاف خبرداری خواب
اک قدم کوچے سے اسکے نہیں چل سکتا ہے
مستی و ہوش کسی نے کہیں یکجا دیکھا
تو نہ باور کے ہے مجھکو محالات سے ہے
نیند بیمار کو ہرگز نہیں آتی ہے مگر
جائے غفلت نہیں عارف کے دل روشن میں
کہدے اختر کوئی اب شاہ زمن سے اتنا

یار ہے جام بکف گل بکنار آج کی رات
اے سحر اپنے گریباں میں تو گردن کو چھپا
شمع اٹھ جا تو کہ روشن ہے رخ یار سے گھر
بادہ و جام ہے اور موسم باران شب ماہ
تجھکو یہ عیش مبارک ہو کہ اختر یہاں تو

ہو جو منظور میری راحت جاں میرے بعد
زندگی تک ہی فراغ ہی اگر مجھسے تو خیر
ہے وصیت تجھے اختر کی میرے نور نظر

فریاد سے ہے یوں دل نالاں متلذذ
دل ہے ترے آب دم شمشیر سے سیراب
لذت جو ملی چاشنی عشق و جنوں کی
مانند نے اس کوچہ میں شب تا بسحرگاہ
ہے نظم سخن میں تری اختر یہ حلاوت
جگر آتش دل آتش دیدہ تر شعلہ آتش

طائر تصویر کو بھی ذوق ہے پرواز کا
میں تو جو ایسا ہوں عاشق اسکی ہوں انداز کا

کہ ہم ضد ہیں میرے جان یہ بیداری و خواب
خضر کہ ہیں یہ مرے پائے طلبگاری و خواب
ہاں تیری آنکھوں میں ہم پاتے ہیں ہشیاری و خواب
چشم عاشق سے رہے خون جگر جاری و خواب
ہر دم چشم تیر سے رکھتے ہیں بیماری و خواب
چشم آئینہ سدا وا ہے یہ بیداری و خواب
نہیں لائق ہے تمہیں دعوی سرداری و خواب

روز نوروز ہے یا صبح بہار آج کی رات
دست مشتاق ہے اور گردن یار آج کی رات
شیشہ تو بیٹھ ہے تجھسے سبو کار آج کی رات
حیف کوکب نہیں سنتے جو ملار آج کی رات
ہم ہیں اور یہ دل بے صبر و قرار آج کی رات

آئیو قبر پہ لئے سرو رواں میرے بعد
پر مجھے بھولیو مت اے مری جان میرے بعد
رکھیو ملحوظ میرا نام و نشاں میرے بعد

جوں نغمہ سے ہو بلبل خوشخواں متلذذ
ہے تیر کے پیکاں سے مری جاں متلذذ
آپس میں ہیں کیا دست و گریباں متلذذ
لب ہیں ہمہ سے بانالہ و افغاں متلذذ
سنکر جسے ہوتے ہیں سخنداں متلذذ
ہو ہوں سوز الفت سے سراسر شعلہ آتش

لگا دیتی ہے دامان فلک کو آگ دم بھر میں
ہماری آہ کے کب ہے برابر شعلۂ آتش

ہوئے ہیں جمع سو طوفان نوح آنکھوں میں یاں لیکن
بھری ہیں داغ دل پر اور جگر پر شعلۂ آتش

طریق عشق میں بوالہوس کا کب قدم ٹھہرے
کہ ہے یہ وادی جانکاہ یکسر شعلۂ آتش

بھرا ہے سوز دل مکتوب میں مجھکو یہی ڈر ہے
نہو جائے کہیں بال کبوتر شعلۂ آتش

طمع سے آبرو برباد یوں ہوتی ہے دنیا میں
جلا دیتا ہے جیسے آب کو ہم شعلۂ آتش

لڑائی ہے مچی کس تند خو کے ساتھ اب اختر
کہ ہر دم کھینچتا خنجر ہے دلبر شعلۂ آتش

ہوا ہے دیکھ کے اس کی بہار سبزۂ خط
حصار کوہ زمرد نگار سبزۂ خط

بچیگا اب کوئی کسطرح ان کمندوں سے
کہ دام جعد مسلسل ہے یار سبزۂ خط

فقط نہ سبزۂ طرف چمن کا جی ہے لوٹ
گلوں کے دل میں بھی ہے خار خار سبزۂ خط

غبار مجھسے ترے دل میں تھا صفائی میں
سبب صفائی کا اب ہے غبار سبزۂ خط

دوچند خوبی رخسار ہو گئی اختر
جمال یار ہوا جب سوار سبزۂ خط

آتش افشاں ہے جو آہ ناتواں مانند شمع
بھر گئی شعلوں سے میرا ہر استخواں مانند شمع

کچھ لکھا تھا ہم نے وصف آتشیں رخسار کا
جل رہی ہیں خامہ و دست و بناں مانند شمع

گرم رو ہیں ہم نہیں کیا راہبر منزل سے کام
شب سے پہنچے ہے اپنا کارواں مانند شمع

بزم ارباب فنا میں ہو تیری نام آوری
سوز دل سے گر مٹے تیرا نشاں مانند شمع

گر جلا اختر حبیب ہی اور طاقت ہے قدر پا کی
ہو گئے اس کی زباں آتش فشاں مانند شمع

ہے مشک ختن نکہت گیسو سے ترے داغ
عنبر ہے شمیم خط چہرہ سے ترے داغ

دو رنگ کاکل سے ترے ہے مہ تاباں
طاؤس چمن ہے گل خود رو سے ترے داغ

بکھرے ہیں ترے رخسار پہ یاں کاکل مشکیں
یہاں زخم دل زار ہوا بو سے ترے داغ

جس طرح ہو خورشید سے آئینہ مکدر
ہو جائے خورشید ہوا رو سے ترے داغ

ہمارا جو گھٹ کر مہ نو بار ہمیشہ
دل اسکا ہے شاید خم ابرو سے ترے داغ

آئینہ اندیشہ نہ ہی دل اختر
ہے پیچ و خم حلقۂ گیسو سے ترے داغ

تہمت ہے قبا لاکھ ہو پیراہن یوسف
ہے جامۂ عصمت سے مزین تن یوسف

پھر کس کو عزیزوں سے ہو امید محبت
اخوان و اقارب ہوے جب دشمن یوسف

ہم پوچھتے ہیں تجھسے زلیخا کہ بھلا خیر
کو چاک کیا تونے نہ پیراہن یوسف تو

ق

پر عشق یہ کیا ہے کہ ہو قصر تیری جا
اور خانۂ زندان ہو بھلا مسکن یوسف

ہردم جو نئی شان سے ہے جلوہ یہاں تیرا
سینہ نہیں اختر کا یہ ہے معدن یوسف

تن غم سے ہوا خشک ہے آنکھیں ہیں تر اب تک
اس نخل سے ہی مجھکو امید ثمر اب تک

ہم منتظر وعدہ ہیں اس راحت جاں کے
صد حیف کہ آیا نہ وہ نور نظر اب تک

باقی نہ رہا پھول کہیں باد خزاں سے
دامن میں ہے اپنے گل خون جگر اب تک

مدت ہوئی دیکھا تھا تیرا عارض تاباں
ہر قطرۂ اشک اپنا ہے آئینہ گر اب تک

رفتار تیری دیکھی تھی مستانہ گل نے
بیتاب ہی گلشن میں نسیم سحر اب تک

وہاں مائل آئینہ ہے تو وعدہ فراموش
یہاں فرش رہ جلوہ ہیں چشمان تر اب تک

تار نظر و رشتۂ جاں تک تو ہوے صرف
ہرگز نہ کھلا عقدۂ موے کمر اب تک

کس چشم کی گردش کا تھا مارا ہوا اختر
خاک اسکی بگولے سے جو ہے ہمسفر اب تک

نہ فقط دیدۂ پرنم ہے میرا اختر اشک
جوش سے اسکے زمیں ہی ہے صدف گوہر اشک

زہرہ سنگ ہوا آب میرے رونے سے
رحم تجھکو نہیں اس پر نہیں چشم تر اشک

جوش خوں آنکھوں سے دم بھر بھی نہیں تھمتا ہے
نیش نشتر فصاد ہے یہ نشتر اشک

ڈر ہے آنکھیں نہ ڈبا دیویں کہیں تیرے لئے
بیٹھکر [illegible] اشک سے چلتے ہیں اپنا سر اشک

اس کا ہر قطرہ ہے گواہ تیری تصویر کا یار
رشک ہے مانی و بہزاد کا صورتگر اشک

ہر بن مو میرا فوارۂ خوں ہے اختر
نہ فقط دیدۂ پرنم ہے مرا محشر اشک

ہے سینے سے اے شوخ نگہ شفقی رنگ
رخ پر تیرے ہے زور بہار شفقی رنگ

نرگس نہ ہو کس طرح سے رنگ گل پیالہ
آنکھوں نے نگاہ تیری دیکھ خمار شفقی رنگ

سرخی رخ آئینہ کی ہو جوش سے ہے
دیکھا جو نگاہ اسنے عذار شفقی رنگ

ہے سوز دل کوہ میں ہی لب جو تیری
ہر سنگ سے نکلے ہے شرار شفقی رنگ

خط سے نہ رہا حسن بجز زردی رخسار
باقی ہے پہ اب گرد سوار شفقی رنگ

ہے آج لباس شفقی زیب قد یار
کیجے دل پرخوں کو نثار شفقی رنگ
خاک شہدا کی تو جلد خبر لے اختر
اس کوچے سے اٹھتا ہے غبار شفقی رنگ

جس دن سے ہوا یار کے جانب سفر دل
پائی نہ کہیں ہمنے کبھی سے خبر دل
عیش و طرب نار ہوے ہم سفر دل
اک جان حزیں تن میں رہی نوحہ گر دل
کھینچے لئے جاتا ہے مجھے ساتھ جو اپنے
شاید کشش یار ہے اب راہبر دل
اے دیدۂ تر پالیو دامن میں اسے تو
ہر قطرہ ان اشکوں کا ہے لخت جگر دل
دشوار ہے وہاں پیک صبا کی بھی رسائی
پرواز تمنا ہو مگر نامہ بر دل
آنکھوں کو ملی مفت میں وہاں لذت دیدار
نازل ہوئی کیا کیا نہ بلا یہاں بسر دل
ہے تجھسے یہ وابستۂ الفت کہ بتحقیق
جان و جگر دل ہے تو اور ہیں دگر دل
پروانے کو کیوں دیکھ کے یہ شمع سے جلتا
اللہ نے پیدا نکئے بال و پر دل
ہے یہ جو گذرگاہ خیال رخ جاناں
وا آہ بھرا اس لیے رہتا ہے در دل
مژگاں ہیں ادہر معرکہ گیری میں صف آرا
تنہا یہ مقابل میں ہے بل بے جگر دل
ناصح میں اسے منع کروں عشق سے کیونکر
ہے عشق سوا اور بھلا کیا ہنر دل
کوچے میں پریزادوں کے جاتا تو ہے اختر
اس راہ میں ہم سنتے ہیں اکثر خطر دل

شوق گلشن تیرے عاشق جو سدا رکھتے ہیں
سینہ داغوں سے چمن زار بنا رکھتے ہیں
کشور عشق میں بیکار ہے اعجاز مسیح
لوگ یہاں مرگ سے امید شفا رکھتے ہیں
تو کیا کھینچے تیری تیر نگہ کا ظالم
دیکھ لے سینۂ غربال نما رکھتے ہیں
جان دی ہمنے ہوئی تب غم ہجراں سے نجات
عقدا اسلئے کچھ جیز لگا رکھتے ہیں
جان دی بیٹھیں تو دیکھے نہ کبھی آنکھ اٹھا
ایسے بیدرد سے ہم چشم وفا رکھتے ہیں
کوئی پتھر جو گلی کا تیری ہات آتا ہے
گل کی صورت اسے ہم سر پہ اٹھا رکھتے ہیں
ق
ہمنشیں کیا کہوں تجھسے یہ بتاں ہوش ربا
ستم و جور کا انداز نیا رکھتے ہیں
کمر کے کاہیدہ غم ہجر سے مانند ہلال
اپنے عاشق کو یہ انگشت نما رکھتے ہیں
عزم جانباز ہے خضر رہ مقصد اختر
تیغ سے ہم طلب آب بقا رکھتے ہیں

دیا بوسہ دہن کا اُسنے ہمت اسکو کہتے ہیں
یہ تنگی اور یہ بخشش سخاوت اسکو کہتے ہیں

چلا آتا ہوں سیر باغ دل ہو اسبز شکلوں سے
وہ شق گر برق خاطف ابر رحمت اسکو کہتے ہیں

خرام یار سے آسودگان خاک اٹھ بیٹھے
یہ چلنا کیا ہی آشوب قیامت اسکو کہتے ہیں

ادر جاناں پہ بیٹھے چھوڑ کر شیخ و برہمن کو
بکیش عشقبازی ترک ملت اسکو کہتے ہیں

وطن سے مثل گوہر کھولیں ہمنے آنکھیں آ باہر
گنوائی عمریوں ہی سیر غربت اسکو کہتے ہیں

خنا سے خوں سے باندھا ہے پا بڑھ کے آخر
دم شمشیر مرجانا بسرعت اسکو کہتے ہیں

دل کہاں پہلو میں تہا جو غمگسار عاشقاں
اب غم نالے مونسی سے ہے ہمکنار عاشقاں

نقد دل بکر متاع درد و غم لیتے ہیں مول
کشور خوباں میں یہی ہے کاروبار عاشقاں

گور پر انکے کوئی کرتا ہے کب روشن چراغ
ہے دل سوزاں فقط شمع مزار عاشقاں

بحر کو نسبت نہیں کچھہ دیدہ عشاق سے
رو کش نیساں ہی چشم اشکبار عاشقاں

شمع ساں کٹوا لے سر تب اسکو جانیں سرفراز
دیکھی ہے ہمنے طرفہ یہ رسم دیار عاشقاں

داغ کی کثرت سے تل دہرنیکی جا مطلق نہیں
ہے سراپائے بدن کیا لالہ زار عاشقاں

قتل عاشق سے ہی تیغ یار منہ موڑے ہوے
کون گردن سے اُتارے آہ بار عاشقاں

بعد مردن بھی رہی چیتون چڑھی اس شوخ کی
کیا کہوں میں گردش لیل و نہار عاشقاں

خاک ہوکر بھی در جاناں نہ اختر چھوڑیو
ہے انہیں میں عز و شان و اعتبار عاشقاں

تشنہ لب ہے قدرداں اب کچھہ سا قاتل نہیں
جوہری شمشیر کا مجروح ہی قاتل نہیں

خون ناحق کا دکھاتے ہے تجھے محشر میں رنگ
ہر کریں کیا تیرا فریاد کوئی بسمل نہیں

ڈر ہے بیگانے نہ سمجھ بیٹھے اسکو یار ہو
[illegible] سے بیٹھنا کچھہ عشق میں مشکل نہیں

تاب کیا فریاد کی اس کو جفائے یار سے
اسقدر ہی مضمحل سینے میں گویا دل نہیں

سیر گل اختر کو کب بھاتا ہے تنہا ہر کہاں
بن ترے جنت بھی اُسکے دل کے قابل نہیں

آہ آتش دم جو تیغ تازیانہ زنجیر ہو
اشک کا ہر قطرہ وہاں پروانہ زنجیر ہو

وصف دیوانوں سے کیسے ہو جو تیرے اسکے لئے
حاصل خواب عدم افسانہ زنجیر ہو

آہ جب میں دل سے کھینچوں بید مجنوں کیطرح
زلف لیلے کیوں نہ پھر دیوانہ زنجیر ہو

آدمی کا ذکر کیا ہو شیر کا زہرہ بھی آب
گوش زد جب نعرۂ مردانۂ زنجیر ہو

کھینچ سکتا ہے اسے پھر کون مجنوں کے سوا
جب سے وحشت ہے پہنا نہ زنجیر ہو

نالہ پر درد دل جب تک نہ ہو اسکا شریک
شور سے معمور کب کاشانۂ زنجیر ہو

قطرہ افشاں ہیں اختر ابر مژگاں سے مدام
پھر یہ کشت جنوں کب دانۂ زنجیر ہو

سوختہ ہو جو سنے مجھ سے بیاں سوختہ
شمع ساں میری زباں میں ہے زبان سوختہ

آتش گل سے تو بلبل جل گئی گلشن میں آہ
رہ گیا اس سے نشان آشیان سوختہ

چشم مست یار گر تجھکو بگڑ کے منظور ہو
ہے دل بریاں بساط بزم جان سوختہ

فرق دنیا دار سے کیا اور کرتا ہے سلوک
خاکپاشی کے سوا یہ آسمان سوختہ

عمر جو گذری سو گذری فکر باقی کیجیے
ہے یہ آتش یادگار کاروان سوختہ

سات لایا ہے عدم سے اختر اپنی زاد راہ
ہے بغل میں اسکے مثل لالہ نان سوختہ

یا الہی شوق اشک خوں سے خالی کیجیے
اس طرح سے دلکو صرف آشنائی کیجیے

یاں دل مشتاق یکسر فرش پا انداز ہیں
جلوہ فرما ہو کے جانانہ دلربائی کیجیے

تا سر آراستہ اقلیم جنوں ہو جاؤں میں
پھر سے سر پہ ظل کاکل سے ہمائی کیجیے

تجھ کو دل سے ہے میسر کہیں لباس عاریت
کیوں نہ ہمیشہ عریانی تن سے خود نمائی کیجیے

آستان حق جبیں کے واسطے موجود ہے
کیوں در نواب خان پر جبہ سائی کیجیے

کیوں نہ سوچا تھا یہ مردود فرعون کو
اسکے بندے ہو کے عالم میں خدائی کیجیے

خاک کے سر محبت کیوں نہ اختر بادشاہ
عشق میں جب اپنے سر سے کج کلاہی کیجیے

دیکھ جو بلبل گل و ریحان کے خزاں سے
حسرت بھری لیا آنکھوں سے نرگس حیرانی سے

آمد شد عالم کو جو دیکھا بیتاب اثر
اک شیشۂ ساعت ہے کہ ریگ اسمیں روانی سے

دور ہستی ترے مرقد سے رشک گلستاں
آنکھوں میں مرے یاد ہے شعلہ فشانی سے

ہے بزم میں کس سے شمع بدہاں
جو شمع کی انگشت تحیر بدہاں ہے

نام و سحر عیش کہاں تنہا تیرے جانان
یہاں آتش آدمی ہو زر نہاں ہے

سرمایہ ہے ممسک کو نہیں شمع کہ زر ہو
جو شہد کرے جمع نصیب اسکو گراں ہے

ہوں نالہ کش اُن سرمئی آنکھوں کا جو اختر
دود نفس سوختہ سینے میں فغاں ہے

دل تخیل میں جو محو چمن آرائی ہے
یہہ کسی عارض گلرنگ کا شیدائی ہے

طعنہ زن ہیں جو دورنگی پہ مری دیکھو لوگ
اپنے نزدیک تو یہہ جلوۂ رعنائی ہے

صحبت ساغر و مینا ہی غنیمت کہ مدام
درپے تفرقہ یہہ گنبد مینائی ہے

تر دماغی سے جو سرشار ہیں گلہائے چمن
مہک اون زلفوں کی شاید کہ چرالائی ہے

کیا تاسف سے تڑپتے ہیں اسیران قفس
کچھہ جو اوڑتی سی سنی ہو کہ بہار آئی ہے

جسطرح قطرۂ اشک آن کے مژگاں سے ملے
آبلے پاؤں کے یوں خار مغیلاں سے ملے

پھرے آوارہ پھرے نکہت عنبر کی طرح
دل عشاق جو اوس زلف پریشاں سے ملے

نکلے اوس سے نہ جب تک رہی ہستی کی نمود
دسمائے نظر خلق میں تب جان سے ملے

خون دل جب نہ رہا بہنے کو سانہ شکوں کے
پارہائے جگر اب ان کی مژگاں سے ملے

یوں ملا تیر کے پیکاں سے تیرے دل اپنا
جیسے یاران دو رستے جسطرح ہم مہماں سے ملے

زندگی میں نہ کبھی دامن یار آیا ہاتھ
ہو گئی خاک تب اوس گوشۂ داماں سے ملے

تھی عزیزان سفر کردہ کی اختر جو تلاش
نکلے ہم نقش قدم ریگ بیاباں سے ملے

زمیں کی چشم نم نے خوں فشانی
ہوئی مژگاں نہال ارغوانی

گریباں چاک ہے ہر غنچہ گل
ہنسی جب سے تیری غنچہ دہانی

لبوں تک آہ کا آنا ہے دشوار
یہہ نوبت دل پہ ہے اپنی ناتوانی

کواکب پنبۂ گوش فلک ہیں
کہ نالے سے مرا عرش آشیانی

لکھوں حال دل شیدا تو مکتوب
شکست رنگ سے ہو زعفرانی

نہیں ہرگز ہمیں مطلوب اے خضر
مبارک تجھکو ہو یہہ زندگانی

کہ آب خنجر قاتل سے ہر دم
ہمیں حاصل ہے عمر جاودانی

چلا ہے آج گلگشت چمن کو
وہ سیما نو بہار دلستانی

(ق)
[illegible] بو گل کو رنگ اوس کے [illegible]
بہار نشہ اے نسیم بوستانی

کیا بہت امتحاں ہم نے جہاں میں
کریں ہے بے قدر عہد زندگانی

موئے جبہ دم تو پھر کہتے ہیں سب لوگ
ندا نسیم ما قید رفلانی

چھپی رگ رگ میں ہیں جو نوک مژگاں
سراپا ہوں میں نخل ارغوانی

کھلیں آنکھیں بوقت صبح پیری
تو دیکھا خواب غفلت تھی جوانی

میرا ہے محشر زیادہ ہر شعر
بجا ہے گر مجھے کہیے فغانی

مسخر کیجئے عالم کو اختر
باسم اعظم شیریں بیانی

الفت اوسکی ہر جگہ میری پئے تعمیر ہے
جاؤں صحرا گر تو واں بھی خانۂ زنجیر ہے

ایک صورت کی ہیں سب جلوہ ہائے مختلف
رنگ بیرنگی سے دنیا خانۂ تصویر ہے

جو مقدر ہے وہی ہوناہی ظاہر سعی سے
صورت تدبیر پنہاں در پردۂ تقدیر ہے

ہے دل مجنوں لیلیٰ سے وابستہ پائے ناقہ سے
ورنہ کب بانگ جرس میں اسقدر تاثیر ہے

چشم تر دامن سے حسن پاک رہتا ہے بری
صحبت شبنم کا کب مائل گل تصویر ہے

ہاتھ سے دل لے گئی جی سے ترا آنکھوں خواب
چشم جادو بھی ترا کیا صاحب تسخیر ہے

زلف لیلیٰ کے جو گذرا دھیان میں مجنوں اودام
جسطرف صحرا میں سنیئے شیون زنجیر ہے

پھول جھڑتے ہیں تری ہر بات میں اے گلعذار
کیا دہن ہے کیا زباں ہے اور کیا تقریر ہے

اچپلاہٹ سے کی ورق پر ہے جو صورت بیقرار
ہیچ ہے نقاش یہ کس شوخ کی تصویر ہے

چاہتے ہیں جائیں بنگالے کو ہم دامن فشاں
پر کریں کیا لکھنؤ کی خاک دامنگیر ہے

جیسے طلا ہر شب رونق اس سے ہے کم دہ جہاں
دود آہ دل ترا اختر مگر اکسیر ہے

دھیان عارض کا تری آئینہ وار ہوش ہے
آرزوئے وصل میں ہر چاک دل آغوش ہے

فصل گل آئی ہے ساقی بانگ نوشا نوش ہے
شکل مینا حرف کی بر ہر لب خاموش ہے

خط خوباں غیرت فصل بہاری کیوں نہ ہو
اس چمن کا سبزہ جوں طاؤس گل بردوش ہے

زخم مژگاں سے تری ہر دل جو شاں انہیں
نیشتر کو موقع سے کچھ صرف تو وہ نوش ہے

سینہ رگ جاں تک جو اپنی موج زن خون جنوں
یہ بہار نشتر مژگاں کا کس کے جوش ہے

دیکھ یہ تیرا جمال بے نظیر اے رشک مہر
ماہ نو بھی شوق میں کھولے ہوئے آغوش ہے

ہاں نہیں اوس لعل لب کے جو کہا میں نے کلام
نسبت اہل سخن کو وہ خے سر جوش ہے

گرچہ اختر اپنی سب شاگرد ہیں صاحب سخن
پر جسے حسنا کہیے سب میں وہ مدہوش ہے

عجب ڈھب کی یہ تعمیر خراب آباد ہستی ہے
کہ پستی یہاں بلندی ہے بلندی یہاں کی پستی ہے

تردد کیوں نہیں اے ساکنان ملک ہستی ہے
عدم کی راہ سیدھی ہے بلندی ہے نہ پستی ہے

وصال اوسکا عوض مرنے کے گر ٹھہرے غنیمت ہے
متاع وصل جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

یقیں ہے حشر کے دن خواب غفلت سے وہ چونکینگے
کہ مردانگی بخوت سے یہاں جن جن کی مستی ہے

حصول جاہ کی تدبیر جو ہم لوگ کرتے ہیں
ہماری سعی باطل دیکھہ کر تقدیر ہنستی ہے

یہاں کے باغ میں ہوگی بہار انگور زائی ہیں
ہمارے عہد میں سیر تو ویرانی برستی ہے

سمجھہ ہر ایک کو ہشیار ہم آئی تھی یہاں اختر
بچشم غور جو دیکھا تو متوالوں کی بستی ہے

بہار آئی ہے سنتے ہیں چمن پہ اپنے تو دوروں سے
نہ چھوٹ زنجیر کرنا یار کی گردن کے ڈوروں سے

بھلا ہو دل اوچھہ کر جیسے اوس کاکل کے کوچے میں
شب تاریک ہے یارب بچانا اسکو چوروں سے

کہاں تک روئیں آنکھیں دل سے ہم اشک آتے ہیں
اولیجا جائے کیونکر بحر بے پایاں سکوروں سے

ہوا سے رخ پر اوسکی بکھرے بالوں کا یہ عالم ہے
حبش کی فوج گویا معرکہ آرا ہے گوروں سے

تمنا ہے دل اوس مہ لقا کی دور کر اختر
نہیں ممکن ہو جیسے چاند کو الفت چکوروں کی

بیچلی دل پر برنگ لالہ داغ دوستی ہے
خوب پھل پایا لگا کر ہمنے باغ دوستی

دوستوں کو خاک سوجھے اس جہاں میں کل دوست
صرصر کلفت سے یہاں گل ہے چراغ دوستی

کارواں مہر الفت جا بسا ملک عدم ہے
لیجیے دنیا میں اب کس سے سراغ دوستی

دوستی کا حال کیا پوچھے ہے اے ناکردہ کار
دیکھہ میرا سینہ مالامال داغ دوستی

بسکہ ہے جو وانفدار جو یاران زماں ہے
دل نہیں اپنا یہہ ہے طاؤس باغ دوستی

دور اب وہ ہے کہ اختر چاہیے جس بزم میں
ہے شراب دشمنی سے پر ایاغ دوستی

جگر ہے مال سوز آنکھہ ہی دیتی پرورش ہے
الٰہی کیا کروں یہہ سخت کار آب و آتش ہے

محطط رخ ہوا سپر بھی اوسکی وضع دلکش ہے
سراپا ہے وہ آتش اور خط اوسکا دود آتش ہے

خبر کرنا ہے لازم ساکنان عرش اعظم کو
دل بیتاب کے سوز دروں کا شعلہ مہرکش ہے

وہ آب و رنگ ہے تیرے لب لعل نگاریں کا
کہ جسکے رشک سے آتش یہاں زیر آب نہفتہ ہے

ہم آغوشی بستر کسکو ہوا ہے سیمبر تیری
چمن میں سایۂ غیروں کے وہ ہے مضطر گلبازی
مقابل حسن کے ہوا اوسکو زہرہ خجل کیا اختر

چمن گلگوں ہے یکسر دشت و صحرا ارغوانی ہے
نہیں شکوہ مجھے گر اوسکو مجھسے سرگرانی ہے
رخ اوسکا ہے چمن خط نوبہار زندگانی ہے
نہ یہاں آنا دوبارا ہے نہ پھر یہ زندگانی ہے
قریب مرگ ہوں میں حسرت دیدار ہے اوسکی
دل مرحوم کب قابل ہے سبا فرقت میں بیمار اوسکا
اودہر قاصد گیا ہے اور ادہر جاتا ہے جی اپنا
لبوں پر دم ہے پر آنکھیں لگی ہیں در کی جانب کو
نہ پوچھو بیقراری کا میری راتوں کے اپنا عالم
زبس آہ و فغاں سے ہر گھڑی کے تنگ ہمسایہ
کہا جو درد دل میں نے تو جھنجھلا کر لگے کہنے
تصور بندہ گیا ہے کسکا نظروں میں تیری آخر

یا وادس بت کافر کی جو بتخانۂ دل ہے
گو زر نہ ہو پر مایۂ ہمت کی بدولت
ہے دل اسکا آزردہ نہیں تو اگر اسے غم ہجراں
اسے داغ جگر دیکھیو دل کو ہی کہہ ہالنے
رہتا ہے تصور تیرا نظارہ جو آنکھیں
ہیں زائر دل کعبے کو بیوفا چلے ہیں ہم آخر

[illegible]

دل اس فیض پر نازاں تیرا ملبوس زرکش ہے
مگر اوسکی تعریف کہا جائے دل اوس پر مشوش ہے
لڑتی ہے چاند سے ہر شب پہ اوسکی خود سرگشتگی

یہ میری چشم پرنم کی بہار خوں فشانی ہے
سفر و حسن ہے جوش بہار نوجوانی ہے
دہن سرچشمۂ آب حیات جاودانی ہے
جو کرنا ہو کرلے مغتنم عہد جوانی ہے
پھرا وس سینہ پر غم کے اپنا تک زبانی ہے
ہم و درد و الم اوس مرنے والے کی نشانی ہے
جواب نامہ تک کسکو امید زندگانی ہے
دلا کسکے قدم پر آرزو ہے جانفشانی ہے
دل مضطر ہی میں ہوں اوس گلی کی پاسبانی ہے
میں وہ بیمار ہوں جس سے اجل کو سرگرانی ہے
کہاں کی سامنے لایا ہے مری قصہ خوانی ہے
جو جائے اشک ہے آنکھوں سے ہر دم خونفشانی ہے

بیت الشرف کعبہ صنم خانۂ دل ہے
گنجینۂ ارباب کرم خانۂ دل ہے
نزدیک بصحرائے عدم خانۂ دل ہے
بر فاصلہ چند قدم خانۂ دل ہے
محسود گلستان ارم خانۂ دل ہے
بیشک بصد رشک حرم خانۂ دل ہے

[illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان انشا

اے عشق مجھے شاہد اصلی کو دکھا لا
تم خندہ بیدی وفقک اللہ تعالیٰ

ہر چند کہ عاصی ہوں پہ امت میں ہوں اسکی
جسکا ہے قدم عرش معلی سے بھی بالا

مولائے جہاں رہبر عشاق محمد
سب عقدہ مشکل کا مرے کھولنے والا

ق
امید مجھے ساقی کوثر سے ہے جسکے
ہے جام تو آلے سے مرا نشہ دوبالا

قنبر کو کرے حکم کہ جلدی سے خبر لے
انشا ہے غلاموں میں مرے اسکو چھڑالا

رہا ہے ہوش کچھ باقی اسے بھی اب تیرے جا
یہی آہنگ اے مطرب اب ستار اور چھیڑے جا

سوال بوسہ سن کہنے لگا وہ شوخ غصہ ہو
بہت اچھا سمجھ لونگا بھلا تو مجھکو چھیڑے جا

وفور مے سے حالت غش کی ہے انشا کو اے ساقی
شراب پرتگالی کی دے منہ پر تریڑے جا

دیکھنا جب مجھے کرشان یہ گالی دینا
کس سے تم سیکھے ہو ہر آن یہ گالی دینا

اختلاط آپ سے اور مجھسے کہاں کا ایسا
واہ جی جان نہ پہچان یہ گالی دینا

ق
ابھی نادان ہو سنا چاہو سو پیارے کہہ لو
پر تمہیں دیویگا نقصان یہ گالی دینا

آخرش ہو گئے جوان پھر تو کسے بھاویگا
چند روز اور ہے مہمان یہ گالی دینا

تہمت بوسہ عبث دیتے ہو منظور ہے جو ہو
کرکے بیفائدہ بہتان یہ گالی دینا

دیجئے دیجئے ہے عین سعادت اپنی
عاشقوں پر تو ہے احسان یہ گالی دینا

تیرے غصے سے جو انشا ہو خفا ناحق ہے
ہاں تجھے چاہئے نادان یہ گالی دینا

خیال کیجیو آج کام میں نے کیا
جب ان نے دی مجھے گالی سلام میں نے کیا

جنون ہے آپ کی دولت ہوا نصیب تو [illegible]
کہ ننگ نام کو چھوڑا یہ نام میں نے کیا

کہا یہ صبر نے دل سے کہ لو خدا حافظ
حقوق بندگی اپنا تمام میں نے کیا

[illegible] کی خو [illegible]
[illegible] ہی تمام میں نے کیا

[illegible]
[illegible] انشا [illegible] میں نے کیا

مجھے کیوں نہ آوے ساقی نظر آفتاب اُلٹا
کہ پڑا ہی آج خم میں قدح شراب اُلٹا

عجب الٹے ملک کے ہیں اجی آپ بھی کہ تم سے
کبھی بات کی جو سیدھی تو ملا جواب الٹا

ابھی جھڑ لگا دے بارش کوئی مست ہو کے نعرہ
جو زمیں پہ پھینک مارے قدح شراب اُلٹا

یہ عجیب ماجرا ہی کہ بروز عید قرباں
وہی ذبح بھی کرے ہی وہی لے ثواب اُلٹا

غزل اور قافیوں میں نہ کہی سو کیونکہ انشا
کہ ہوا نے خود بخود آ ورق کتاب اُلٹا

مجھے چھیڑنے کو ساقی نے دیا جو جام اُلٹا
تو کیا بہک کے میں نے اسے اک سلام اُلٹا

سحر ایک ماش پھینکا مجھے جو دکھا کے اُن نے
تو اشارا میں نے تاڑا کہ ہی لفظ شام اُلٹا

در میکدہ سے آئی مہک ایسے ہی مزے کی
کہ پچھاڑ کھا گرا واں دل تشنہ کام اُلٹا

نہیں بیٹھے اب جو بوسہ تو سلام کیوں لیا تھا
مجھے آپ پھیر دیجئے وہ مرا سلام اُلٹا

فقط اس لفافے پر ہے کہ خط آشنا کو پہونچے
تو لکھا ہی اُسنے انشا یہ مرا ہی نام اُلٹا

دیوار پھاندنے میں دیکھوگے کام میرا
جب دھم سے آ کہونگا صاحب سلام میرا

جو ہاتھ اپنے سبزی کا گھوڑا لگا
تو سُلفے کا اور اُسکو کوڑا لگا

یہ دکھتی نگاہوں سے دیکھا مجھے
کہ دُکھنے مرے دل کا پھوڑا لگا

لگی کہنے انشا کو شب وہ پری
مجھے بھوت ہو یہ نگوڑا لگا

دل ستم زدہ بیتابیوں نے لوٹ لیا
ہمارے قبلہ کو وہابیوں نے لوٹ لیا

کہانی ایک سنائی جو ہیر رانجھا کی
تو اہل درد کو پنجابیوں نے لوٹ لیا

یہ موج لالۂ خودرو نسیم سے بولی
کہ کوہ و دشت کو سیرابیوں نے لوٹ لیا

صبا قبیلۂ لیلے میں اڑ گئی یہ خبر
کہ ناقہ نجد کے اعرابیوں نے لوٹ لیا

کسی طرح سے نہیں نیند آتی انشا کو
اُسے خیال میں بیخوابیوں نے لوٹ لیا

اب تو اگلی سی طرح کا نہیں دہرا پردا
رہگیا آپ میں اور ہم میں اکہرا پردا

ہی یہ دالان پری حکم جو ہو تو آئینے
ایک رو پھر لگے اور ایک سنہرا پردا

اُس پری زاد کے جی صدقے گیا ہوں جسنے
میری ڈولی میں لگا دیکھو کہرا پردا

ہی زمانہ بُرا انشا [illegible] کا
آپ رکھ لیجئے یا حضرت زہرا پردا

ہزار اتفے کا یہ پہنا اُس پری نے تاش کا جوڑا
کہ اُڑ لاگا فلک پہ طائر شاباش کا جوڑا

ملائی آپ نے چتون تو ہم بھی ڈلگی کہہ بیٹھے
بہی تہا پاس اپنے اس نگاہِ فاش کا جوڑا

کسی جوگی نے جو منتر سکھایا ہی مجھے انشا
لیئے پہرتا ہوں میں جنگل میں اپنی ماش کا جوڑا

جگر کی آگ نہ بجھے جس سے جلا وہ شے لایا
لگا کے برف میں ساقی صراحی سے لا

نکل کے وادیٔ وحشت سے دیکھ لے مجنون
کہ زور دہوم سے آتا ہی ناقۂ لیلا

گرا جو ہاتھ سے فرہاد کے کہیں تیشہ
درونِ کوہ سے نکلی صدا کہ وا ویلا

قدم کو ہاتھ لگاتا ہوں اُٹھ کہیں گھر چل
خدا کے واسطے اتنے تو پاؤں مت پہیلا

نزاکت اس گلِ رعنا کی دیکھیو انشا
نسیمِ صبح جو چہو جائے رنگ ہو میلا

لگے ہے سینے سے پہر یہ کیسا اضطراب
مر مٹے پر بھی گیا اپنے دل کا اضطراب

اسکی چاہت میں جوانی اپنی جو تہی چل بسی
ہی پیرا پنک جیکو آپ سے کا تیسا اضطراب

کر کے کچھ تقصیر اُن کی بڑھ چلا جو میں تو وہ
بولے ٹک دیکھو تو اس نامنفعل کا اضطراب

نکہتِ گل سی پری کو کوسنے کو لے پہری
تہا الُو کہا یہ ہوائے معتدل کا اضطراب

یاد ہیں انشا وہ شرمائی ہوئی آنکھیں مجھے
اور تنہائی میں اس پیمانِ گسل کا اضطراب

کعبے سے کیا ہمنے جو آہنگ خرابات
کیا جانئے خوش آیا ہمیں کیا رنگ خرابات

آتشکدہ ہے ہر شرر سنگ خرابات
چہلکے ہے غرض اور ہی کچھ رنگ خرابات

سب ٹوٹ گئے جام و سبو ساغر و مینا
تہا گرم یہ شب معرکۂ جنگ خرابات

ملتا ہے پیر مغاں اپنے گڈ کا شوق سے زرات
مستانہ چڑھا کر قدح بنگ خرابات

گہرا حرم میں نہ ملے آہ کروں کیا
مطرودِ صنم خانہ ہوں میں ننگ خرابات

ہی سلطنتِ عشق مبارک تجھے انشا
ہو زیب وہ شاہی اور رنگ خرابات

کچھ اشارا جو کیا ہمنے ملاقات کے وقت
ٹال کر کہنے لگے دن ہی ابھی رات کے وقت

غمزے سے کرتے ہی آنکھوں میں ابھی باتیں تم
ہم بھی آپہونچے ہیں گیا عین اشارات کے وقت

سو ہم عیش ہی یہ عہد جوانی انشا
دور ہیں تیرے ابھی زہد و عبادات کے وقت

کوہ و لشکرِ اسکندر و کو حشمت دارا ابھی صبا فرما
پڑھ فاعتبروا یا اولی الابصار کا آیا تا ہو تجھے حیرت

مستانہ جو میں نے قدح بنگ چڑھایا - در عالم وحشت
تب خضر پکارا کہ ہٹا دم تیرا - اب دیکھ حلاوت

میں عالم نشیں ہونگا گروہ فقرا سے کیا سمجھے ہو مجھکو
رومال جھڑی لیکے جو تک کھینچوں وداسا دکھلاؤں کرامت

خوش بیٹھے ہیں چار ابرو کی بتلا کی صفائی مانند قلندر
نے ہمکو غم وزر و نہ اندیشہ کالا ہے خوب فراغت

آزادوں کے لہجے میں غزل تو نے سنائی از بہر تفنن
اب اپنی تو بولی کے کچھ اشعار کہہ انشا ہو جسمیں ظرافت

ہے نام خدا او جھڑک کچھ زور تماشا - یہ آپکی رنگت
گات ایسی غضب قہر ہے پینا ور جھکڑا - اللہ کی قدرت

ہیں سنے جو کہا ہو نہیں تو عاشق شیدا - اے کان حسنت
فرمانے لگے ہنسکے سنو اور تماشا - یہ شکل یہ صورت

آئے جو مرے گھر میں وہ شب راہ کرم سے یہ ہو ندیدہ گُذ
منہ پھیر کے لگے کہنے تعجب سے کہ یہ کیا - اے تیری یہ طاقت

دیوار چمن پھاند کے پہونچے جو ہم انکے تک انکی کمر و جبل
تڑپان ہو یہ فرمانے لگے کوٹ کا ناتا - اجی وا یہ فضیحت

اب اور ردیف اور قوافی میں غزل پڑھ لیکن اسی ڈھب سے
ما شاعروں کے آگئے ہوا اس بزم میں انشا تو شرکت

سیکھے جو بلائیں لگے ہم آپکی چٹ چٹ تو بول اٹھے جھٹ
چل جا ارے واہ زبردہ جو پرے ہٹ - ہے سب یہ بناوٹ

ہے معدن انوار الٰہی دل عاشق سوجھ تو عزیزو
اس چھوٹی سی جاگہ میں یہ وسعت یہ سجاوٹ اللہ رے جمگھٹ

یہ وب بدلا اور پہچکے سے جو پہونچا بیٹھے تو میاں وہ
سُن کہنے لگے میرے دبے پاؤں کی آہٹ - ہے ایسا تو نٹ کھٹ

ہے نور بصر موکے پردہ میں پنہاں - یوں جیسے کنہیا
سوا اشک کے قطروں پڑ کے لیے ہے جھرمٹ اور آنکھوں میں پنگھٹ

پہنتا ہے سماں آنکھوں میں انکے ہی انشا ظالم ارے کیونکر
باہم وہ لپٹ سونے میں اور پانی رکاوٹ وہ پیار کی کروٹ

وہ سیج پڑی ہونگی مخمل کے وہ تکیے - کمخواب کی پوشش
پرشے وہ تماشی کے وہ سونے کا چھپرکھٹ اور اسکی سجاوٹ

امرد ہوئے ہیں تیرے خریدار چار پانچ
ویسے ایسے اور حق ہے کہ اغیار چار پانچ

او جانے والے شخص تمسا کہ جو کہیے لا
یاں بھی تڑپ رہے ہیں گنہگار چار پانچ

صیاد دے خبر کہ دیا چاہتے ہیں جان
کنج قفس میں تازہ گرفتار چار پانچ

(ق) تیرہ قتیل و مصحفی و جرأت و مکیں
ہیں شاعروں میں یہ جو طرحدار چار پانچ

سو خوب جانتے ہیں کہ ہر ایک نگ میں
انشا کی ہر غزل میں ہیں اشعار چار پانچ

ہے شب وصل سے لگی کاش شہ دروازہ صبح
کم نہیں شور قیامت سے کچھ آوازہ صبح

جام غفلت کی خورشید ہمیں دے ساقی
دیکھ برہم زن مستی ہے یہ خمیازہ صبح

انشا انشا کبھی اس رنگ میں تو بھی لکھا
جیب گل چاک ہے گلشن میں باندازہ صبح

نہ لگی مجھکو جب اُس شوخ طرحدار کی گیند
اُسنے مَحرم کو سنبھالا وہی تیار کی گیند

لیجئے اُسکے بدل آپ جو پہلنے ہیں
ق گم ہوئی مجھسے جو کل رات کو سرکار کی گیند

گرد مقیش طلائی کی کرن ٹکوا کر
میں یہ لایا ہوں بنا اطلس گلنار کی گیند

گو گھرو لہر بنٹ ڈانک ستارہ ٹکے سیت
اور اک پہونچیگی زربفت نمودار کی گیند

شال رومال کی تو چوٹ مجھی کچھ نہ لگی
اب بنا چِکنئے کمخواب کی شلوار کی گیند

لگے فرمانے وہ مل دل غزل انشا کو
واہ کیا خوب بنی کاغذ اشعار کی گیند

لکھدو اخونجی صاحب کوئی ایسا تعویذ
گھرسے مُنہ سے لگے اسکے گلے کا تعویذ

خوش ہوئے ہمتو اجی پھر تھا اسکا فکر کا
لال نارے سے ہیں بندھا ہوا وہ طلا تعویذ

سکے بالوں سے لٹک جھٹکے سے الجھا تو کہا
اب لگا مجھکو ستانے یہ نگوڑا تعویذ

کچھ تو دے اپنی انشا نے مجھے عبدالبالا
توڑا زنجیر کڑا قول کا چھلا تعویذ

خیر انشا کی جو چاہو تو بلا دو دہو کر
اسکے بازو کا وہ ننھا سا روپہلا تعویذ

ہیں زور حسن سے وہ نہایت گھمنڈ پر
نام خدا انکا دو پڑے کیوں نہ ڈنڈ پر

گلبرگ تر سمجھکے لگا بیٹھنی ایک چونچ
بلبل ہمارے زخم نگہ سے گھر بنڈ پر

انشا بدل سکے قافیہ رکھ چیٹر پہاڑ کی
چڑھ بیٹھ ایک اور بھی جاسے اکنڈ پر

یہ جو پہنت بیٹھے ہیں راد ہا کی گنڈ پر
او تار بن کے گرتے ہیں یہ بیونکے جھنڈ پر

راتوں کو نہ نکلا کرو دروازہ سے باہر
شوخی میں دہر و پانوں نہ اندازہ باہر

بے قیس مبارک ہو کہ لیلیٰ نکل آئی
ہر جھلکو اٹھا محمل جمازہ سے باہر

لیتے وہ جاہی ہیں دو گد یا کہ نزاکت
ٹپکی پڑے ہے شوخی خمیازہ سے باہر

گو غنچے نے آوازہ کسا اُسکی گلی میں
پر میں کوئی نکلوں ہوں اس آوازہ باہر

رہتے ہیں سدا خواہش احباب سے انشا
اجزا مرے دیوان کے شیرازہ سی باہر

مانگا جو میں نے بوسہ اُسکے جبیں کے اندر
بولے کہ یاں نہیں چل مچھی بھوں کی اندھ

جو چاہے تو مجھے لکھنؤ سے کی خیر
تو ایوں دیکھ اس گھوڑے جوڑ کی خیر

گدا دے نشہ کے مرے رخش کو
میاں ساقی اس سلنے کوڑے کی خیر

دکھائی مجھے سیر باغ ارم
الٰہی ہوا اس سبز گھوڑی کی خیر
ہنسایا جو ہمیں نے تو بولے نہیں
نظر آئی کچھ اس نگوڑے کی خیر
لگا بیٹھا انشا کو ٹھوکر تو ایک
ارے اپنے سونے کے توتے کی خیر

لے انہوں نے جو یہ پھولوں کی چھڑی ڈالی توڑ
میں نے بھی آپکی دو لڑکی لڑی ڈالی توڑ
کھلکر آئے تھے کہ ہم پانچ گھڑی بیٹھینگے
میں نے اس ڈھرکے سے کل انکی گھڑی ڈالی توڑ
ساتھ پر ہونٹ کے یہ ہم جھولے کہ انشا ہمنے
ڈالی جو آپ کی تھی سب سے بڑی ڈالی توڑ

پھر تو کہہ بیٹھے کہ دم سرد مری ہونٹ نہ چوس
ہاں وہ کسطرح کہ بیدرد مرے ہونٹ نہ چوس
مجھکو حیران نکر چھوڑ تری دہشت سے
دیکھ رخسار ہوے زرد مرے ہونٹ نہ چوس
صدقے اس نازکے انشا سے یہ کہنا ہی ہے
چوٹ لگتی ہی ہوا درد مرے ہونٹ نہ چوس

بخشا یہ حق نے اس لب گلفام کو فروغ
سائے سے جسکے عکس کے ہی جام کو فروغ
نورانی ایک نعرہ لبیک کہہ کر
بخشا ہے جسنے جامۂ احرام کو فروغ
انشا ترا جو داغ جگر خونچکاں ہو تک
باقی رہے نہ کچھ شفق شام کو فروغ

فروغ کیسے نہ کیونکہ ہوئے ایاغ روشن مراد حاصل
مثل یہ مشہور ہی جہاں میں چراغ روشن مراد حاصل
چراغ روشن مراد حاصل مزار پر دلجلوں کے مت کہہ
یہاں یہ لازم ہی تجھکو کہنا کہ داغ روشن مراد حاصل
نشا ہی انشا کو آج ایسا طلوع سے جسکے ساقیا ہے
سرور بخشے مزاج حاضر دماغ روشن مراد حاصل

سیج گرم نگہ گرم ہنسی گرم ادا گرم
وہ نام خدا تجھسے ہیں تا ناخن پا گرم

تل مجھسے لے پر بھی تجھے قرآن کی قسم
دیتا ہوں تجھکو تخت سلیماں کی قسم
توریت کی قسم قسم انجیل کی تجھے
تجھکو قسم زبور کی فرقان کی قسم
وا ہاں کو میرے ہاتھ سے اب اتنی جنت
تجھکو سحر کے چاک گریباں کی قسم
نرگس کی آنکھ کی قسم اور گل کے کان کی
تجھکو سر عزیز گلستان کی قسم
تجھکو قسم ہے غنچۂ زنبق کی ناک کی
اور شور عندلیب غزلخواں کی قسم
قسمیں تو ساری ہو چکیں باقی رہی ہے اب
بلبل تلے کے بھٹنے کی شیطان کی قسم
ہاں پھر تو کہو ہاے وہ کسطرح غضب
انشا نہ چھیڑ تجھکو مری جان کی قسم

وہ دیکھا خواب تھا جس سے ہو اپنی زبان اور ہم
کہ گویا ایک جا ہیں اسمیں ہو وہ نوجوان اور ہم
وہ رہ رہ کے مجھسے کہنا ہو خدا کی باتیں ہیں ورنہ
بھلا ٹک دلمیں اپنے غور کر تو یہ مکان اور ہم
عجب رنگینیاں باتوں میں کچھ ہوتی ہیں یہ انشا
ہم ہو بیٹھتے ہیں جب سعادت یار خاں اور ہم
کھینچ لے کاش وہ پری اپنے مجھے لحاف میں
یا کہ بلا سے پھینکدے دامن کوہ قاف میں

لیسی ہی کیوں نہ ہم میں تم میں لڑائیاں ہوں
جب کھلکھلا کے ہنس دو باہم صفائیاں ہوں
کیونکر نہ گدگداہٹ ہاتھوں میں اسکی اٹھے
وہ گوری گوری رانیں جسنے دبائیاں ہوں
ممکن ہی کوئی ہمسے افشائے راز ہوئے
سو بار ٹھنڈی ہی سانسیں گو لب تک آئیاں ہوں
کیونکر جنوں مجسم ہوکر نہ دے دکھائی
جب شور شوں نے دل کی دھومیں مچائیاں ہوں
پڑھ اور بھی غزل ایک انشا اسیطرح میں
تا شاعروں کے آگے تیری بڑائیاں ہوں

جس سے کہ چٹکے چپکے لاگیں لگائیاں ہوں
لازم ہی یہ کہ منہ پر اسکے رکھائیاں ہوں
کیا سیر اسمیں گھڑی ہو، پھرتا ہو وہ مشوش
اور ہمنے اسکی چیزیں کچھ کچھ چرائیاں ہوں
مٹی کے عطر کی بو کیونکر نہ اُن سے آئے
جن انگلیوں نے بغلیں گدگدائیاں ہوں
ق
کیا قہر ہے یہ دیکھو برسوں جنھوں کی خاطر
درگاہوں بیچ جا جا راتیں جگائیاں ہوں
مانی ہوں منتیں بھی سو سو کرو ڈھب کی
دھو دھو کے اشرفی نذریں اٹھائیاں ہوں
ہووے ملاپ گاہے اُنسے تو شام ہی سے
آنکھوں میں انکی جھک جھک نیندڑیاں آئیاں ہوں
تبدیل قافیے کر وہ غزل اب انشا
جسمیں کہ اپنے ڈھب کی بندشیں بنائیاں ہوں

گر آپ رو بہ ہمسے باتوں میں ٹک کڑی ہو
سو کرکے جھگڑے قضیئے قصے جھٹ آ کے کھڑی ہو
منہ بھر کے نام کیا لیں ساقی وہ میکشی کا
دو ہی پیالیوں میں جو لوگ غش پڑے ہوں
کیونکر نہ چونکے فتنہ، پاؤں میں جب تمہارے
یہ قہر جھنجھناتے سونے کے دو کڑے ہوں
ٹپکا پڑے ہے جوبن اُس وسے آتشیں پر
قطرے عرق کے یوں ہیں جسطرح نگ جڑے ہوں
اک اور ڈھب کی انشا اس بحر میں غزل کہہ
الفاظ جسکے باہم موقع سے آ پڑے ہوں

جاتے میں کیا مزا ہو وہ تو سمٹ گئے ہوں
اور کھول کر رضائی ہم ہی لپٹ گئے ہوں
آئے تھے ساتھ میرے دیکھو تو کیا ہو وہ
ایسا ہو کہ پیچھے رستے میں کٹ گئے ہوں

جی چاہتا ہے اے دل اک رات ایسی آوے — مطلع ہو صاف ستھرا بادل بھی پھٹ رہے ہوں
سوتے ہوں چاندنی میں وہ تُن پیلیٹے اور ہم — شبنم کا وہ دوپٹہ بیٹھے اُلٹ رہے ہوں
پنجم غزل اب انشا اس طرز کی سُنا دے — آغوش میں معانی جسکے لپٹ رہے ہوں

خلوت میں فائدہ کیا اغیار سب ہم ہوں — سبکو ہوا بتا دو بس تم ہو اور ہم ہوں
آیا جو ذکر میرا بولے کہ پوچھنا کیا — ایسے بھی لوگ شاید دنیا کے بیچ کم ہوں
ٹک اسطرف تو دیکھو آنکھیں ملا کی صاحب — ق — ہمسے قدیمی بندے شایستہ ستم ہوں
اینتر کے گھر میں تیز سبحان تیری قدرت — جو بیچ و پوچ ہووین سو ایسے محترم ہوں
کیا دخل لکھ کے بھیجوں شعر اپنے اسکو انشا — مصرع رقم کروں تو چپٹا انگلیاں قلم ہوں

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں — بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں
نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی — تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں
خیال اُنکا پرے ہے عرش اعظم سے کہیں ساقی — غرض کچھ زور دھن میں اسگھڑی میخوار بیٹھے ہیں
بسانِ نقش پائے رہرواں کوئے تمنا میں — نہیں اُٹھنے کی طاقت کیا کریں لاچار بیٹھے ہیں
یہ اپنی چال ہے افتادگی سے اندنوں پہروں — نظر آیا جہاں پر سایۂ دیوار بیٹھے ہیں
کہیں ہیں صبر کسکو آہ ننگ و نام کیا شے ہے — غرض رو پیٹ کر ان سبکو ہم یکبار بیٹھے ہیں
کہیں بوسے کی جرأت مت دلا کر بیٹھیو اُنسے — ابھی اس حد کو وہ کیفی نہیں ہشیار بیٹھے ہیں
نئی یہ وضع شرمانے کی سیکھی آج ہی تمنے — ہمارے پاس صاحب ورنہ یوں سو بار بیٹھے ہیں
کہاں گردش فلک کی چین دیتی ہے سُنا انشا — غنیمت ہے کہ ہم صحبت یہاں دو چار بیٹھے ہیں

سہتے ہو تم تو دم لے پرے ہٹ ابھی نہیں — اور آنہ جائے کوئی مری جی میں جی نہیں
گر یار مے پلائے تو پھر کیوں نہ پیجئے — زاہد نہیں میں شیخ نہیں کچھ ولی نہیں
خلوت میں یوں جو چاہیئے کہہ لیجئے مجھے — لوگوں میں لیکن آپ کی میری ہنسی نہیں
کچھ دخل ہے کہ راتوں کو تم آؤ میرے پاس — اسبات کا تو شعبدہ مرا متقضی نہیں

ذرا سی بات پہ سُنیے انشا سے تم خفا
کیا جانے کیا بلا ہے تو کچھ آدمی نہیں

چمک ہے یہ کچھ اس دوپٹے کی کنار میں / نظر جوں برق آوے دامن ابر بہاری میں
بہت سے عاجز آئے ہیں بھلا صاحب کہاں تک / مزاج عالی سرکار کی ہم پاسداری میں
مجھے کہنے لگے وہ پیار میں آکر اگر بس ہو / تو تجھکو موند رکھوں ایک ننھی سی پٹاری میں
جو کہتا ہوں بھلا جاگا کروں راتوں میں کہاں تک / تو کہتا ہے رہا کر اور ابھی امیدواری میں
کفالت رزق کی کس سے کسیکی ہو سکے انشا / صفت مخصوص ہے یہ تو فقط اس ذات باری میں

ستم اور ناز نوشیں ہو صنما وصلے نہ چنداں / کہ پرے فلک سے گذری یہ صدائے دردمنداں
فلک البروج پر سے کہیں سب ملائک آمین / نہ اثر ہو کسطرح سے بد دعائے مستمنداں
یکمال فضل و دانش یہ عجب ہے کہ انشا / غلطی پہ تو مصر ہو بمثال خود پسنداں

توڑ ڈونگا خم بادۂ انگور کی گردن / رکھ دونگا دہاں کاٹکے اک حور کی گردن
خود دار کی بن شکل الف کے انا الحق / نت چاہتے ہیں اک نئے منصور کی گردن
اچھلی ہوئی ورزش سے ترے ڈنڈ پہ مچھلی / ہے نام خدا جیسے سقنقور کی گردن
نت عالم مستی کا مزا ہے کہ پڑی ہو / گردن پہ مرے اس بت مخمور کی گردن
بیٹھا ہو جہاں تخت سلیمان کے آصف / واں کیوں نہ جھکے قیصر و فغفور کی گردن
اے مست یہ کیا قہر ہے خشت سر خم سے / کیوں توڑی صراحی کی بھلا چور کی گردن
حاسد تو ہے کیا چیز کرے قصد جو انشا / تو توڑ دے جھٹ بلعم باعور کی گردن

نرگس نے پھر نہ دیکھا جو آنکھ اٹھا چمن میں / کیا جانے کس نے کس سے کیا کر لیا چمن میں
ہے ہے پھریری لے لے تیرا یہ کہتے جانا / چلتی ہے ٹھنڈی ٹھنڈی کیا ہی ہوا چمن میں
ہیں صدقے اسکے انشا مجھکو جو کر اشارا / مہندی کی ٹہنیونکی اوجھل چھپا چمن میں

ہے پنہاں لطف و کرم جبیں جبیں کی تہ میں / ہاں ڈھبی صاف ہے اک اُنگلی جبیں کی تہ میں
قافلہ نجب سے گذرا تو لگا اٹھنے وہیں / درد سا ایک دل نافہ نشیں کی تہ میں
آج عاشق کو ترے قبر میں رکھتے ہیں لوگ / دفن اک زلزلہ ہوتا ہے زمیں کی تہ میں
اسکے کوچے سے صبا آئی تو یاں اٹھنے لگی / اک پھریری سی رگ جان حزیں کی تہ میں

جب ہوئیں پریاں ہوا کھانیکو کھڑیاں باغ میں / خود بخود چٹکنے لگیں غنچوں کی گھڑیاں باغ میں

تو جو وہاں چمن کا دیکھئیے گا اختلاط
چل رہی ہیں خوب ہی پھولوں کی چھڑیاں باغ میں

خوب سے ہم تم گلے مل مل کے باہم رہ جب
تو عجائب لگ گئیں کچھ منہ کی چھڑیاں باغ میں

دیکھکر سوسن کی رنگت دو صیاں پنی چڑہ گئیں
ان پریزادوں کی وہ مستی کی دھڑیاں باغ میں

ابتو انشا اس غزل کا قافیہ تنگ آ گیا
تو لٹا دے اور ہی موتی کی لڑیاں باغ میں

بس ہو چکے آغشتہ بخون دست و گریباں
ہو جیسے نہ لے دیو جنوں دست و گریباں

لاکھوں کے ہیں اُس بادۂ گلگوں کی بدولت
تر دامن و آغشتہ بخون دست و گریباں

یوں چاہیئے آپس میں نہ اک آن جدا ہوں
اے ولولۂ شور جنون دست و گریبان

[illegible] ل رہیں دست و گریباں تو دلا میں
حاشا کہ پھر آنکھوں نکھوں دست و گریبان

[illegible] ایجاد ہوئے اذہاں یہ انشا
یا معرکۂ کن فیکوں دست و گریبان

کہیئے صاف اُس سے یہ دل جس سے [illegible]
[illegible] واں زیر و ہوا اڑ کچھو ہو ہوا ہو

[illegible] ہیں ہیں انہیں دیکھئے ہرگز
دلکا جو ستانا کسی ملت میں روا ہو

[illegible] دے ڈال نہ اے عیسیٰ مریم
گر کچھ مرض عشق کی تجھ پاس دوا ہو

لہرا دیا [illegible] جو کل سبزہ زار کو
وہیں گھٹا نے گھیر لیا چشمہ سار کو

[illegible] ابر سفید و سیاہ و سُرخ
مستانہ جھوم جھوم چلے کوہسار کو

[illegible] یہ چاہا کہ سیجئے
محبس کو چھ رگ گل میں بہار کو

[illegible] چند جواں تھے سو نہر پر
تشریف لے گئے بط مے کے شکار ہو

[illegible] لاکر ملا دیا
زور آور بہار نے انشا سے یار کو

[illegible] کہ باقی نچوڑ لو
ایسے سمیں میں خواہش بوس و کنار کو

[illegible] مزہ تب ہے کہو اور سنو
بات میں تم تو خفا ہو گئے لو اور سنو

[illegible] سوچو تو اپنی دل میں
تم تو سو کہہ لو مری کچھ نہ سنو اور سنو

[illegible] خفا ہو کہ کہو ہم سے مجھسے
ہر قسم تمکو مرا نام نہ لو اور سنو

[illegible] جو نہیں سنتے اکیلے مل کے
ایسے ہی ڈھب سے سناؤں کہ سنو اور سنو

[illegible] انشا جو سوا اُسکا کیا وقل
تم تماؤ تو کہیں چھپکے چھپو اور سنو

اپنی پھر کہیو ہماری پہلے تک حسن نور ہو   کر رکھو اپنا کسیکو یا کسیکے ہو رہو
صاحبو میری سفارش کوئی اُنسے مت کرو   دیکھو تو ہوتا ہی کیا آخر کو چُپکے تو رہو
میرے ہی سر کی قسم ہی نام جانیکا نہ لو   مجھکو بیٹھو آج اگر تم اپنے گھر جاؤ رہو
اب جواں فضل الٰہی ہو چکے کیا ڈر تمہیں   آو بیٹھو کھیلو کودو لوٹو لوٹو سو رہو
دوستو انشا کی رونیکو نہ دیکھو آنکھ کھول   پھوٹ بہنے دو کہیں دے لگے بہنے کو رہو

دے ایک شب کو اپنی مجھے زر و شال تو   ہی مجھکو سونگھنے کی ہوس سو نکال تو
صدقے ہیں اُس گھڑی کے نشے میں وہ جب کہے   چلتا ہوں پاؤں پر مرے بازو سنبھال تو
انشا بھی تو گلے نہ پڑا انشا اب اسکے بس   کہتا ہوں سوچ کھیل ذرا دیکھ بھال تو

اس شعلہ رو کو ہو شیے جب آہنگ آئینہ   سیماب وار اُڑنے لگے رنگ آئینہ
مجرم ہوں اسقدر کہ کہے ہی مری مثال   کیا دیکھتا ہے آئینہ اے ننگ آئینہ
انشا کچھ آج طوطی خوش نغمہ کے مثال   دریش اُن لبوں سے ہوئی جنگ آئینہ

پر چھائیں اپنی چال کی ٹک مُنہ کو موڑ دیکھ   گردن کی یہ لچک یہ کمر کی مروڑ دیکھ
میں نے کہا کہ عشق کو اب چھوڑتا ہوں خیر   بولا کسے سناوے ہے اچھا نہ چھوڑ دیکھ
جوڑی جو اُن نے مجھسے تو توڑی تپ سے   انشا تو اپنے یار کے یہ توڑ جوڑ دیکھ

تو مجھسے لگا کہنے کہ چل ہٹ کے پرے بیٹھ   یوں مجھسے لگا شان جتانے نہ ارے بیٹھ
کیسا ہی ملا کیوں نہ وہ بیٹھا ہو مری پاس   کہتا ہوں یہی اُس سے کہ ٹک اور ورے بیٹھ
انشا کہیں ہنس بول مرا جی تو کر حامت   مت ہاتھ کو اسطرح سے تو سر پہ دھرے بیٹھ

کل باد بہاری نے سو ٹکڑے گلابی کی   اس پردے میں آ ٹھیکی روح ایک شرابی کی
جوں موج ہوا اپنا تھا ہوش بھی اُڑنے پر   اے نکہت گل تو نے کیوں اتنی شتابی کی
تقصیر نہ اس دل کی نے جرم محبت کچھ   تیری ہی لگاوٹ نے سب خانہ خرابی کی
بوباس نکلتی ہے کچھ شعر میں انشا کے   جامی کی نظامی کی سعدی کی سحابی کی

شب خانۂ رقیب میں تا صبح سو چکے   اب فائدہ مکرنے سے ہم دیکھ تو چکے
واللہ میں بھی تنگ ہوں اب کاش اے صنم   جو کچھ نصیب میں ہو کہیں جلد ہو چکے

خواب عدم سے شور جنوں نے جگا دیا
آتش ابس اور نیند کہاں خوب سو چکے

غیر کے مونڈھے پہ تم ہاتھ جو دھر بیٹھ گئے
ساتھ والوں کو نہ پوچھا کہ کدھر بیٹھ گئے

کچھ صف صدر و نعال اپنی بنے خاطر میں
مست مدہوش ہیں ہم بیٹھے جدھر بیٹھ گئے

میں یہ تعظیم سمجھتا ہوں سُنا بندہ نواز
آپ اُٹھتے تھے مجھے دیکھ کے پر بیٹھ گئے

اپنی مجلس میں مجھے دیکھ کے غیروں نے کہا
دیکھیگا انہیں کیا ہو کے نڈر بیٹھ گئے

اُٹھ گئے دلدار کو رخصت تو کیا پر رو ہیں
اُٹھ گئے ہم دست تاسف کو لبر بیٹھ گئے

سُنکے یہ تیری غزل بزم میں آتش شکو
مستعد اُٹھنے پہ تھے اہل ہُنر بیٹھ گئے

سبزہ کیا خاک شہیداں سے تری خاک کے
جائے گل چاہیئے وا سنے دل صد چاک گئے

کب چاہوں ہوں میں حرف ملاقات کی ٹھیر
تب خوش ہو مرا دل کہ جب اُس بات کی ٹھیرے

آتا ہی یہی جی میں کہ دستار گرو رکھ
پھر آج ذرا اسیر خرابات کی ٹھیرے

سینے تعظیم اشک اسطرح آہ سرد اٹھتی ہے
کہ جیسے قطرہ افشانی سے بوئے گرد اٹھتی ہے

کتا یہ اور ڈھب کا اس بھری مجلس میں کیجیے
ابھی سب تاڑ جائینگے نہ ایسا تو ستم کیجیے

آئی تھی ایک جو رہتے مجھے دیکھ ہٹ گئی
دانتوں کے نیچے داب زباں جھٹ پلٹ گئی

آئی نسیم صبح جو کل کوئے یار سے
ہمراہ فوج ہوش کے لے غت کے غت گئی

شب میں نے جو ہیں ہاتھ لگایا تو وہ پری
بے اختیار شرم کے مارے سمٹ گئی

مجھسے لپٹ کے آخر شب یار نے کہا
کیا جانیں ان دنوں کی یہ کیوں رات گھٹ گئی

آتش کی گفتگو وہ دھواں گرم ہے کہ آج
آکر بہار اُسکے گلے سے لپٹ گئی

ہے اور کوئی ایسا جسمیں یہ بھبن نکلے
سچ دھج اسے کہتے ہیں بیتا خستہ پن نکلے

یوں تن وہ نمایاں ہے پیراہن آبی سے
جوں دھوپ کواڑوں سے آئینہ کی چبن نکلے

ایسے میں کہیں اڑ لگ جائے طائر دل تو بھی
ہیں کسب ہوا کو سب غان چمن سے نکلے

شبنم میں جو تک کھد دیں اُسکے دوپٹے کو
مہتاب کی چادر سے خوشبوئے سمن نکلے

افشاں لگا وہ عالم ہے اس چاند سے مکھڑے
جوں وقت سحر آتش سورج کی کرن نکلے

دیکھکر وہ لپلپے گرد اس دہن کے ونگلے
اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں اپنے تو بدن کے رونگٹے

بھگتی اپنی مسوں پر دمبدم پھیرے ہے ہاتھ — ہیں یہی دو چار موجب بانکپن کے رونگٹے

کھب آنکھوں میں گئی جلوہ نمائی تیری — مجھکو کیا جانیے کہ کیا بات خوش آئی تیری
اے نسیم سحری کہیو مرا عرض نیاز — گلشن یار میں گر ہووے رسائی تیری
اب خدا کے لیئے جانے بھی دے توبہ نکر — کہیں ایسا نہو مڑ جاتے کلائی تیری
کیا ہوا غصہ ہو شدت سے سراپا میں اگر — آگئے ہم بھی جو ٹک کھول رضائی تیری
طالب حسن ہو چھوڑ یہ باتیں آتش — دیکھ کہتا ہوں میں اسمیں ہے بھلائی تیری

سودا زدہ دل ہے تو یہ تدبیر کرینگے — اس زلف گرہگیر سے زنجیر کرینگے
غصے میں ترے ہمنے بڑا لطف اٹھایا — ابتو عمداً اور بھی تقصیر کرینگے
چمکا ہے ترا رنگ جو نظارہ سے اپنے — پوچھ اہل نظر سے کہ وہ تقریر کرینگے
چندے جو بسر یوں ہوئی اوقات تو ہم یار — ٹکڑے کو ترے عالم تصویر کرینگے
دل شاد رکھ آتش متفکر نہو ہرگز — عقدے ترے حل حضرت شبیر کرینگے

خم بغل بیچ نہاں، ہاتھ میں ہے جام لیئے — ساقی آتا ہے چلا زور سر انجام لیئے
لے خبر جلد تک اے قافلہ سالار حرم — کہ حریفوں نے وہ سب جامۂ احرام لیئے
پختگی آج بھی اس بات کی آتش ہوئی — گھر کو پھر آئے چلے ہم طمع خام لیئے

گالی سہی ادا سہی چین جبیں سہی — یہ سب سہی پر ایک نہیں کی نہیں سہی
گر نازنیں کہے سے برا مانتے ہو تم — میری طرف کو دیکھیے میں نازنیں سہی
منظور دوستی جو تمہیں ہے ہر ایک سے — اچھا تو کیا مضائقہ آتش سے کیں سہی

تھی جو وہ لاہی کی ٹوپی زعفرانی آپکی — سو ہمارے پاس ہے اب تک نشانی آپکی
دمبدم کہہ بیٹھنا اب یاد اپنی اُنکے پاس — کیوں نہیں جاتی وہ اب تک بدگمانی آپکی
کیا کہوں مارے خوشی کے حال میرا کیا ہوا — آمد آمد جو ہوئی کل ناگہانی آپکی
ہمنے سو راتیں جگائیں تب ہوا یہ اتفاق — سو اسی دن کو دھری تھی نیند آنی آپکی
میرے حق میں اب جو یہ ارشاد فرمایا کہ ہی — ق — خوب یاں منقوش خاطر جانفشانی آپکی
لیک میں اوڑھوں بچھاؤں یا لپیٹوں کیا کروں — روکھی پھیکی ایسی سوکھی مہربانی آپکی

دو گلابی لاکے ساقی نے کہا آتش کو رات / زعفرانی میرا حصہ ارغوانی آپ کی

لب پہ آئی ہوئی یہ جان پھرے / یار گر اسطرف کو آن پھرے
بڑکے یہ ابھو ہیں، جب آنکھ پھر / اپنی آنکھوں میں وہ جوان پھرے
ساقیا آج جام صہبا پر / کیوں نہ لہرا تی اپنی جان پھرے
ہچکیاں لے ہے اسطرح لبِ مے / جس طرح گٹکری میں تان پھرے
روٹھکر اٹھ چلے تھے آتش سے / بارے پھر ہوکے مہربان پھرے

دو گھڑی دن سے کہا میں نے کہ کیا ارشاد ہے / سُن کے بولے اب ہوا کھانا تیری یاد ہے
آج تو کپڑے نہ بدلو تمکو میری ہی ہے قسم / آپکا میلا کچیلا پن بھی کچھ بیداد ہے
میں جو اک کمخواب کی لایا تھا ٹوپی بولے آپ / تجھسے کیا لینے ارے تیری بھی کچھ بنیاد ہے
ہادی اللہ مشرب ملتے سے کچھ مت پوچھئے / قید سے دونوں جہانکے یہ فقیر آزاد ہے

کیا چھیڑ ہے کہ پہلے دل صاف توڑ بیٹھے / پھر آپ ہو مودب ہاتھوں کو جوڑ بیٹھے
کی میں نے شب جو سہواً تعریف چاندنی کی / میری طرف سے اپنے وہ منہ کو موڑ بیٹھے
آزادگی خوش آئی آتش کو جب سے یارو / وہ سبکو چھوڑ بیٹھا سب اسکو چھوڑ بیٹھے

اگر یہ ڈھب نہیں ملتا کہ اس رُخسار کو ملیئے / تو کیا کیجیئے کفِ افسوس ہی ناچار کو ملیئے
بہانہ بندہ کا مت کیجیئے صاحب بلا سے / چاہی لے نہ اپنی نرگسِ بیمار کو ملیئے
نہیں جب دیکھ وہ کچھ بڑبڑاتا ہی تو کہتے ہیں / جو ہاتھ آئے تو کیا اُس لعل خوش گفتار کو ملیئے
اگر وہ سونپ دے اپنے دوپٹے کا الٹنا تو / مزے سے چنکے چھلے کیا کفِ دلدار کو ملیئے
بس اب اے حضرت عشق آپ دستِ ظلم ہی کو / نہ سا رہی رات آتش کے دلِ بیمار کو ملیئے

انکے دو جب مجھسے کبوتر کے جو جوڑے اُڑ گئے / تو یہ بولے کیا کیا ہی ہی نگوڑے اُڑ گئے

گلی سے تیری جو ٹک ہو کے آدمی نکلے / تو اُسکے سایہ سے جھٹ بنکے اک پری نکلے
نشان آہ لئے جاؤں جاؤں تاروں کی / چلیگی فوج مرشک آج چاند لی نکلے
ہزار شکر کہ آتش کی محفل میں / خفا سے آئے تھے پر ہو ہنسی خوشی نکلے

ساقیا آئے ہیں بادل یہ بڑے پانی کے / جلد بھر دے جو خالی ہیں گھڑے پانی کے

شعلہ خو کوں نہایا کہ نظر آئے حباب
کچھ پھپولے سے وہ جہاں پہ پڑے پانی کے
صبح کس روپ سے پی اٹھتے ہیں پری انشا
کچھ درختوں میں سے قطرے جو جھڑیں پانی کے

نے نشہ میں تجھے جب یوں قدح بنگ اڑی
تو نہ کیوں سبز پری بنکے مرا رنگ اڑے
نامہ شوق کی پہنچانے کو چاہے ہے کہ یہ
بن کے اک شکل کبوتر نفس تنگ اڑے
طرز نالیدن انشا جو اڑاسے تو وہیں
طائر سدرہ بہم کرتے ہوئے جنگ اڑے

دیکھ اسکی بڑی خاتم یاقوت میں انگلی
ہاروت نے کی دیدۂ ماروت میں انگلی
آلودہ ہوئی نور سے جس وقت کہ ڈوبی
جراح کی خون دل مبہوت میں انگلی
ناسوت کے عالم میں سیے سیر ہم انشا
کرتے ہیں شگاف در لاہوت میں انگلی

غنچۂ گل کی صبا گود بھری جاتی ہے
اک پری آتی ہے اور ایک پری جاتی ہے
کر لے دو چار قدم لالۂ خودرو کی بہار
ورنہ یہ کوہ سے لے کبک دری جاتی ہے
منہ تو دیکھو نری چٹکی جو بجائے بو باس
نکہت گل بڑی کانپے ہے ڈری جاتی ہے
پہونچے ہے پر کوئی اس گل تلک انشا کیا دخل
بلبل اس رشک تمنا میں مری جاتی ہے
ق ہاں مگر بھیس میں مالن کے محل تک اسکے
کبھی جاتی ہے تو با دیدۂ تر ہی جاتی ہے

زمیں سے اٹھی ہے یا چرخ پر سے اتری ہے
یہ آگ عشق کی یارب کدھر سے اتری ہے
اترتی نجد میں کب تھی سواری لیلیٰ
ٹک اک قیس کے جذبہ اثر سے اتری ہے
نہیں نسیم بہاری یہ ہے پری کوئی
اڑن کھٹولے کی ٹھہرا جو فرش سے اتری ہے
چاہو نہ دیکھیں تو کہتے ہیں وحشی نہیں
جنبش فہم پڑے گرد فرس سے اتری ہے
نہیں یہ عشق تجلی ہے حق تعالیٰ کی
جو راہ زینۂ بام فلک سے اتری ہے
لباس آدمی میں لکھ نہ کیوا سے انشا
قلم دوات تجھے عرش پر سے اتری ہے

پکڑ ہی کبھی سے چاہئے اندر باہر [illegible]
ملا کر سے کچھ اپنی بھی اجتہو ہوا [illegible]
شربا کھلا کے آنکھ نہیں [illegible]
ایسا ہو کہ آپ پہ کچھ تو تنہا [illegible]
انشا جو آفریں ترے ذہن [illegible] کو
[illegible] زیادہ اس سے بھلا اور کیا [illegible]
[illegible] اہر کہ یہ چاہ [illegible] کی [illegible]
[illegible] کی [illegible]

سیماب کے آنسو وہ سدا روئے الٰہی
کی جسنے ہو میرے دل بیتاب کی چوری
شب سینہ جو دی داغ کی اک چور نے آتش
تو ہو گئی سب صبر کے اسباب کی چوری

یہ کس سے چاندنی میں ہم بزیر آسماں لپٹے
کہ باہم عرش پر مارے خوشی کے قدسیاں لپٹے
حُدی خواں وادیٔ مجنوں میں ناقہ کو نہ لیجانا
مبادا اک بگولا سا پائے ساربان لپٹے
کسی ڈھب سے طبیعت سیر ہوتی ہی نہیں انسے
ابھی دالان سے لائی بزیر سائبان لپٹے
پڑے ہے اس روش سے اب وہ منت مرغ ایسا
کہ جیسے غنچوں سے عندلیب گلستاں لپٹے
غزل مستی میں لکھ اک اور بھی آتش کہ تا تیری
بلائیں آکے ساقی لے تجھے پیر مغاں لپٹے

اگرچہ ہم سے وہ سو بار متصل لپٹے
پر ایسے ڈھب سے نہ لپٹے کہ دلسے دل لپٹے
یہ گردباد بھی اک شئی ہیں جسکے دامن سے
بہت سے ہیں خس و خاشاک مضمحل لپٹے
کچھ اور ڈھب کے اب اشعار ایسے لکھ آتش
کہ جس سے طبع سخن سنج مستقل لپٹے

جنون کے دیو سے کیا عوج مضمحل لپٹے
جو ایسے سے کوئی لپٹے تو اہل دل لپٹے
کہیں سنی جو کہانی میں شرم کی کچھ بات
تو اپنے تکیئے سے بس ہوکے وہ خجل لپٹے
کہہ اور طور سے آتش غزل وہ برجستہ
کہ برق جسکے گلے ہو کے منفعل لپٹے

ضیا میں نور سما جائے ظل سی ظل لپٹے
ذوی العقول میں کیونکر نہ دلسے دل لپٹے
کسیکے خال ذقن سے اس آنکھ کی تل کو
ملوں تو زر فزا ہو کہ تل سے تل لپٹے
ملے جو فرصت آتش کبھی تو ہم اسکی
اسی جراحت نامندمل سے مل لپٹے

ہے مستعد کہ وہ لب میگوں ٹپک پڑے
ٹک انگلیوں جو چھیڑیئے تو خون ٹپک پڑے
گر برگ گل پہ ڈالیئے شبنم کی سمت آنکھ
تو واں سے دانۂ در مکنوں ٹپک پڑے
بن ٹھن کے یوں نہ پھرو زیر آسمان
ایسا نہو کہ زہرۂ گردوں ٹپک پڑے
آتش یہ سن غزل ثمر پختہ کی نمط
رکھتے جو تھے طبیعت موزوں ٹپک پڑے

سانولے پن پر غضب ہے دھج بسنتی شال کی
جی میں ہے کہہ بیٹھئے اب جے کنہیا لال کی
واقعی مجھسے گنہ ایسے ہی دو تین ہوئے
کہ میرے سامنے وہ لیکے قراین ہوئے
صبحدم مجھسے لپٹکر وہ نشے میں بولے
تم بنے باد صبا ہم گل نسریں ہوئے

تھم چکی بندہ درگاہ سے اور آپ سے خیر — ہم الفت میں اگر ایسے ہی آئین ہوئے
قمری و بلبل نالاں میں پڑے جو جھگڑے — سو دل غمزہ کے موجب تسکین ہوئے
اشک آنکھوں سے قدم رکھ نہیں سکتے باہر — دولت شرم سے مانند سلاطین ہوئے
جی ہی اچھا نہ رہا پھر تو عیاذاً باللہ — فائدہ کیا جو سنا سارے اراکین ہوئے
تھگی یہ کہ ملی آپ نے انشا مہندی — اور کپڑے تو مرے مفت میں رنگین ہوئے

ان انگلیوں میں قول کے چھلے نظر پڑے — واللہ تم تو سخت چھبیلے نظر پڑے
دیکھا پری وشوں کو تو ان کے سر دینہ آج — کچھ طرفہ رنگ رنگ کے شلے نظر پڑے

تو نسیم صبح لپٹ گئی کسی گل کے دامن پاک سے — تو شعاع مہر نے اک چھری جڑی آ کے اُملو سا کے سے

آج بجلی سے بنے ہفت طبق سونے کے — یوں چمکتے ہیں پڑے جیسے ورق سونے کے
اسی پریزاد کی گریوں ہی سواری نکلے — ابھی برسانے لگے پھول شفق سونے کے
واہ کس لطف سے رات اُٹھے کہا گرمی میں — ہم نہیں ساتھ ترے کر کے عرق سو نیکے

ہے جی میں قفل خانۂ خمار توڑ لیے — یعنی در بہشت کو یکبار توڑ لیے
جی چاہتا ہے لیکے بلائیں تمہاری آج — پوریں ان انگلیوں کی بھی لے یار توڑ لیے
انشا دکھا کے اور بھی اک جلوۂ غزل — بند نقاب شاہد اسرار توڑ لیے

یہ کیا کہ ان کے دل کو نہ زنہار توڑ لیے — سو بار جا کے جوڑ لیے سو بار توڑ لیے
ہاتھ آوے کچھ اگر نہ سر رشتہ بگاڑ کا — تو لڑ کے اُنکے موتیوں کا ہار توڑ لیے
شوخی تو دیکھو آج یہی قصد ہے کہ خیر — جس ڈھب سے ہوسکے خاطر دلدار توڑ لیے
سبزے کو روند ڈالیے یا ان کے باغ کی — نارنگیاں ہی چپکے سے دو چار توڑ لیے
انشا یہ رُو بہ راہ ہے اک تاؤ بھاؤ کی — اس توڑ جوڑ کا نہ کبھی تار توڑ لیے

بوسہ جو دیتے نہیں تجکو تو جھڑکی ہی سہی — نہیں دروازہ جو کھل سکتا تو کھڑکی ہی سہی

وہ پری ہی نہیں کچھ ہو کے کڑی جھسے لڑی — آنکھ نرگس کی بھی دو چار گھڑی مجھ سے لڑی
واسطے تیرے مرا رنگ محل ہے دشمن — تیری خاطر تو مرا اک چھوٹی بڑی مجھ سے لڑی
جھڑ لگا دی مری آنکھوں نے تو لو اور سنو — ٹکٹکی باندھ کے کیوں مینہ کی جھڑی مجھسے لڑی

رات لڑ بھڑ وہ جو چپ ہو رہی تو اُنکی عوض
بولتی تھی وہ جو سونے کی گھڑی مجھ سے لڑی

بیٹھے بیٹھے کہیں بلبل کو جو چھیڑا میں نے
تو نسیم اس کے بدل ہو کے کھڑی مجھ سے لڑی

کون سی حور یہاں کھیلنے جو تھی آئی
بوٹے گل لیکے جو پھولوں کی چھڑی مجھ سے لڑی

روٹھ کر اُن کے گلے میں جو لگا تو انشا
ہر اک اُس دو لڑی موتی کی لڑی مجھ سے لڑی

اے پری تیر سے مژے ایک لشکر لیتا ہے
اور غمزے اُٹھے بیڑا دیو سحر لیتا ہے

دل میں بدولت آپ کے اک درد ہی سو ہے
وہ آہ سوزناک و دم سرد سو ہے

مجنوں تو سوکھ ساکھ کے اک خار بن گیا
لیلیٰ کا چہرہ مثل گل زرد ہی سو ہے

انشا اِن قافلہ کی کچھ خبر نہ پوچھ
بانگ جرس ہی اور وہی گرد ہی سو ہے

نہ پیاس اپنی بجھی برف سے نہ شورے سے
بجھی تو نرگس ساقی کے آبخورے سے

لٹنے میں کیوں نہ کروں غش دکھا دئے تم نے
وہ دونوں دیدے مئے ناب کے کٹورے سے

بلا سے جام نہ ہووے نہ ہو کہ یاں ہم لوگ
چڑھا گئے ہیں گھڑوں کے گھڑے سکورے سے

نہیں جو رات کو جاگے تو کیوں اُبھر آئے
یہ لال لال کچھ آنکھوں میں ڈورے ڈورے سے

کل اُن کے پاؤں لگا دابنے تو یوں بولے
ہمارے سر کی قسم اور زور زور سے

ہے آنکھ ہونہ ساقی کی مئے ناب کی پیتی
چھپ جائے نہ کیوں مٹکے پہ مٹکا کی چھتی

یارب ترا ہی ذکر یہاں جب نہ تب رہے
ہر دم کے ساتھ اک حرکت زیر لب رہے

چھیننا میرے چھیڑے چھوسے سے نہیں ہو
سوتے ہی آپ رات نہایت کڈھب رہے

انشا بھلا وہ زاہد دیرینہ کیا کرے
خود جس کی تاک جھانک میں بنت العنب رہے

ہے شیخ کے سر ایسی ہی تلبیس کی ٹوپی
جس سے کہ بڑی کانپتی ہے ابلیس کی ٹوپی

ہد ہد کو خوشی تب ہوئی جب دم نظر آئی
ہاتھوں میں سلیمان کے بلقیس کی ٹوپی

پریوں کے گھروں میں وہی چوری کے مزے لیں
جن پاس ہو جنوں کے جو اسیس کی ٹوپی

ممکن ہو تو دھر دیجیے بنا کر ترے سر پر
زر بفت مہ و زہرہ و برجیس کی ٹوپی

انشا مرے آقا کی سلامی کو جھکی ہے
سکان سراپردہ تقدیس کی ٹوپی

کیا چیز بھلا قیصر فریدوں مرے آگے
کانپتا ہے پڑا گنبد گردوں مرے آگے

مطلق متوجہ نہوں ہر چند گزر جائیں
صد قافلۂ لیلیٰ و مجنوں مرے آگے
ہوں وہ جبروتی کہ گردِ حکما سب
چڑیوں کی طرح کرتے ہیں چوں چوں مرے آگے
بولے ہے یہی خامہ کہ کس کس کو میں باندھوں
بادل سے چلے آتے ہیں مضموں مرے آگے
مجرے کو مرے خسرو پرویز ہو حاضر
شیریں بھی کہے آکے بلا لوں مرے آگے
بیتابیٔ دل دیکھ کے سیماب سے پھر جائے
کف لائے اگر موجۂ جیحوں مرے آگے
ہیں شاہ خراساں کے غلاموں میں ہو انشا
مصروف رہے موسیٰ و ہاروں مرے آگے

گرمی کی جو شکوہ کی سب گرد ہو گئی
دو چار بوندیوں میں ہوا سرد ہو گئی
آگے تو اہل درد سے ربط درست تھا
پر اب طبیعت آپ کی بیدرد ہو گئی
اے نادرِ جہاں ترے یمنِ قدوم سے
وضع چمن بسانِ ابیورد ہو گئی
کر آب پاش آن کے لیے ابر نو بہار
اوراقِ گل پہ جمع بہت گرد ہو گئی

بھری وہ آتش عشق اس دل فگار میں ہے
کہ لاکھ برق یہاں جس کے ہر شرار میں ہے
ملے شراب جو انانِ باغ کو کیونکر
کہ آپ پیر مغاں رنجشِ خمار میں ہے
کدھر سے آتی ہے آواز دوست اے مطرب
نہ نطق انگلیوں میں ہے نہ چوب و تار میں ہے
مجھے یہ آج پری پیکروں نے لکھ بھیجا
کہ آیئے چمن نرگس انتظار میں ہے
پھوہار مینہ کی خوش آیند ہے بہت اس وقت
شراب پینے کا موقع اسی پھوہار میں ہے
بدل کے قافیہ انشا لکھ اور تازہ غزل
کہ یہ غزل جو سنائی ہو کس شمار میں ہے

عجیب لطف کچھ آپس کی چھیڑ چھاڑ میں ہے
کہاں ملاپ میں وہ بات جو بگاڑ میں ہے
گھڑی جو کوئی کواڑوں کی اپنے آڑ میں ہے
تو کیا نمود جھمکڑی اسی دراڑ میں ہے
یہ مجھ سے کہنے لگے ایک شخص تھے جو الول
مزاج پوچھئے سچ مچ تو چولھے بھاڑ میں ہے
ہزار طرح کی فکریں خراب کرتی ہیں
غرض نہ پوچھو کہ انساں کس لتاڑ میں ہے
گھرائے شور سے دل یا دل آج دیکھ انشا
کہ ہر طرح سے پھنسی برق بھیڑ بھاڑ میں ہے

مت ہاتھ اٹھا اپنے تو بسمل کے گلو سے
تا آب دمِ تیغ لبِ زخم تو جو سے
تو سایہ فگن ہوئے تو جوں سرو چراغاں
ظاہر ید بیضا ہو مرے ہر بن مو سے

آہ دل عاشق بھی دم گرہ کسی طرح
کچھ کم نہیں اے فاختہ سرو لب جو سے

ہیں جھوٹ نہ بولونگا مجھے تم سے ہی الفت
بیٹھا طرف کعبہ ہوں اسوقت وضو سے

کر قتل شہید ستم الفت کو یہ بولے
ہے بوئے شراب آتی مجھے ایسکے لہو سے

معلوم نہیں روٹھے ہیں کس آئینہ رو سے
پانی جو اتر تا نہیں غنچوں کے گلو سے

چین آوے نہ کیوں ایسے پریزاد کی بو سے
بن مانگے دئے جن نے مجھے آنکھوں کے بوسے

اب کوئی ہما ہو تو اسے ذبح کریں ہم
تعویذ بہت لکھ چکے ہد ہد کے لہو سے

شیشے نہوں دس بیس تو مستوں کی تسلی
ساقی کوئی ہوتی ہے بھلا ایک سبو سے

انشا غزل اک اور توانی میں بھی لکھ ڈال
داد اس کی بھی مانگ آ کے ہر اک ریختہ گو سے

ہو توبہ شکن آج دلا تو سر نو سے
کپڑوں پہ چھڑک مے کو اڑا شمع کی لو سے

ایدل وہ خوشا کشت بر ومند کہ جسکو
خطرہ ہی نہیں تہلکہ وقت درو سے

کر بیٹھے وہیں فضل خدا ساز پہ تکیہ
جب بن نہ پڑی بات کچھ اپنی تگ و دو سے

یاد آتے ہیں اک پیر مغاں کے مجھے ابرو
ہے اس سبب افراط محبت مہ نو سے

افواج گل ولالہ میں ہے زلزلہ انشا
اس باد بہاری کی سواری کے جلو سے

ہیں تیرے صدقے نہ رکھ اے مری پیاری روزہ
بندی رکھ لیگی ترے بدلے ہزاری روزہ

شمش اور برف کے کوزوں کی ہوئی تیاری
آج کس شخص کی رکھیگی دو لاری روزہ

دن دہاڑا ہے ابھی رات کو انشاء اللہ
تیرے قربان گئی ہے مجھے واری روزہ

بچونپ کیا ہو جو کسی سے کوئی ہر روز ملے
چاہئے ہفتہ میں دلسوز سے دلسوز ملے

چبھتی ہے یہ نگوڑی مسلسل کی اوڑھنی
لادے ہی دو اب مجھے ململ کی اوڑھنی

بن سر ڈھپے ہوئے تجھے کیا چاہئے بھلا
بوٹے سے قد پہ ایسی بڑے آنچل کی اوڑھنی

انشا کے سونگھنے کے لیے اُن نے بھیجدی
جالیکی کرتی اور وہی ہلکی اوڑھنی

اختیاری تو نہیں آپ سے جو دوری ہے
تلخ لاچار ہوں میں عالم مجبوری ہے

کب تلک ابر کے پرتو سے رہے گیلی دہوپ
بار الٰہا نکل آئے کہیں چٹکیلی دھوپ

کھل پڑے عالم مستی میں تو ہم تحت تلے
لے نہ اے دختر رز اب تو ترے بخت کھلے

فقط

[illegible]

مرزا قادیانی صاحب [illegible]

سمجھا [illegible] پیدا
[illegible] گردن کا [illegible]
گناہ [illegible]
وہ [illegible] انگور [illegible]
مشرف ہو [illegible]
[illegible] حروف [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] اعتقادی اتنی گراں [illegible]
[illegible] میری اچھی [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
وجود ظاہر [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

گر رہی یہ نالوں کا زور اور بڑھی تن کا ہجوم — پنبۂ منقوش اک اک استخواں ہو جائیگا
میکشوں سے اسقدر سختی نکر ای محتسب — دل ترا سنگ در پیر مغاں ہو جائیگا
دم بدم ہوتی ہے ای صابر نظر اپنی بلند — شیشۂ عینک حباب آسماں ہو جائیگا
آئینہ سا رکھتا کہاں ہے روی پرنور آفتاب — اپنے نزدیک آپکو کھینچا کرے دور آفتاب
جانے بیزاری ہے دنیا اسلئے رکھتا ہے پشت — منھ نہ پھیریگا ادھر گو تا بمقدور آفتاب
کچھ نظر آتا نہیں مجھکو فراق یار میں — میری آنکھوں کی سیاہی میں ہے مستور آفتاب
صبح کر سامان غفلت تا میسر ہو فروغ — می کے پینے سے ہوا مشہور انگور آفتاب
اسقدر شام و شب فرقت میں لگیا ہی چپ — کیا کھلاتا ہے شفق کا مجھکو سینہ ور آفتاب
شکل وعدہ بھی تمہارا مگر ہی حسالی نہیں — جانتے ہو ہے ہمارا روئے پرنور آفتاب
ق
تفتہ جانوں کو ہمیشہ تفتہ جانوں کا ہے پاس — چارہ میرے زخم کا رکھتا ہے منظور آفتاب
مشک بھرتا ہے اگر اسمیں سواد شام ہجر — صبح کا آکر لگا دیتا ہے کافور آفتاب
صابر ارباب کرم کو ہے برابر قرب و بعد — ماہ کو دیتا ہے لینے فرق پرنور آفتاب
جاری نگاہ بھیگ گئے اشکوں میں سوئے دوست — پژمردہ تا نہ ہو گل روئے نکوئے دوست
ناطاقتی سے جان نہ تن سے نکل سکی — مجھکو ہوئی حیات ابد آرزوے دوست
بل آگیا مزاج میں اک امر سہل پر — ہوئے میان دوست سے نازک ہے خوے دوست
دشمنی ہے رسلئے راہ نکالی ہے ... کل — شاید کبھی ہو پھر راہ ... ہوسکے کوئی دوست
دو ولی ہوتی ہے مجھکو کدورت رقیب سے — جسدن سے دل میں خاک ہوئی آرزوے دوست
کہتا ہے کچھ بہک کے نکلتا ہے منھ سے کچھ — ہے بیقرار میری طرح گفتگوے دوست
خار دل رقیب کی اتنی ہیں کثرتیں — مسدود ہوگئی ہے رہ جستجوے دوست
غصہ سا غصہ آتا ہے صابر جناب کو — بھیجے کبھی بقیہ آب وضوے دوست
رحم ظاہر ہے مگر ظلم کو پنہاں رکھکر — آئے مقتل میں پر آنکھوں پہ وہ دامان رکھکر
دل ویران کو وہیں چھوڑ دیا وحشت میں — ہم بیابان کو چلے گھر میں بیابان رکھکر
آن بیٹھے ہیں وہ ہو دیکھو صابر میں آج — دیکھیے پچھتائیگا حسرت دل ناملل رکھکر

یاروں کے ہوں سراغ دور اور شکستہ پر
ہوں مرغ نیم ذبح تری صید گاہ میں
تا دست تار الفرقہ انداز ہے منقلب
اے گل ترے فراق میں یہ عندلیب دل
صاحب یہ مجھسے ضد ہے کہ مرغ شمیم گل

تو نہ جا انجمن وصل سے ترساں ہوکر
گر کبھی کثرت اعدا سے تو گھبرا کے کبھی
آپ جاتے ہیں تو قسمت کی سیاہی میری
میرے انداز محبت کے وہ دیوانے ہیں
ہو گئی رخ کی چمک پردہ چشم اغیار
اسقدر خوش ہوئی اس کوچے میں صبا جاکر

کچھ اضطراب دل سے ہے اپنی جان پر
ہم ناتواں چڑھ نہ سکے اسکے دھیان پر
ایسا کیا ہے کہ سر نہ اٹھائے دیار سے
اللہ ری ضد کہ بیٹھے جو ہم اسکے در کے پاس
صاحب ہماری زیست ہے تصویر شمع کی

یوں ضعف میں نکلی تری رنجور کی آواز
غش ہو گیا ہے حضرت موسیٰ اسے سنکر
کیا منہ ہے جو غصے میں کوئی مار سکے دم
یوں نشہ الفت میں ہوں خاموش کہ گویا
شکوہ شبستاں وہ نالاں تماشا ہے کہ ہیں آتش

رخ کی تپش سے ہے زلفوں کی شکن جب آتش
ذات ابو کی ہے جنھوں کو خدا نے زینت

ہوں بلبلانِ باغ سے دور اور شکستہ پر
مضطر ہوں کوہ و راغ سے دور اور شکستہ پر
قمری ہے سرو باغ سے دور اور شکستہ پر
ہے گلشن فراغ سے دور اور شکستہ پر
ہے اسطرح دماغ سے دور اور شکستہ پر

راہ پاؤں سے لپٹ جائیگی داماں ہوکر
اپنے در پر تمہیں بیٹھے گے نگہباں ہوکر
پھیل جاتی ہے سواد شب ہجراں ہوکر
اٹھ جاتی ہیں نگاہیں مری پریاں ہوکر
صبر پڑتا ہے مرا آپکا احساں ہوکر
جیسے آباد ہوا ہو کوئی ویراں ہوکر

پر حرف آرزو نہیں آتا زباں پر
تہمت فرامشی کی ہے اس بدگمان پر
رکھتے ہوا سلئے نظر اس ناتوان پر
الٹا چڑھا مکان کا سایہ مکان پر
مرتے ہیں روز ایک نہ ایک نوجوان پر

اڑتی سی کوئی جیسے سنے دور کی آواز
ہے شعلہ طور اس بت مغرور کی آواز
ہو جاتی ہے قفل دہن اس حور کی آواز
ہو جائے گرہ حلق میں منصور کی آواز
ملتی تھی بہت صاحب مغفور کی آواز

کتنے اعجاز سے باندھی ہے رسن ہوا نقش
پہنے پیراہن گلرنگ ہے ... نقش

[illegible]
بات کرتے ہو [illegible]
اپنی آتش [illegible]

[illegible] بے برقع
[illegible] خوشبو [illegible]
[illegible] کوئی برقع [illegible]
[illegible] نظر کی [illegible]
[illegible]

[illegible]

گر نہ پھر جائے کہیں جا بذوق میرا آتش
اس طرح سے پھری اپنے سخن میں آتش
کہ جہاں جا ہے ہمراہ ہے [illegible] آتش

پردہ دیدہ کہ پہنا ہے تمہارا برقع
[illegible] دریا پہ جو آیا ترا اسیلا برقع
ہو خطا یار کی غفلت سے کسا یا برقع
ایک عارض پہ نظر آتا ہے [illegible] برقع
کہ [illegible] بھی الفاظ کا اوڑھا برقع

[illegible] ہم [illegible] قلق
[illegible] دائم قلق
[illegible]

[illegible]
[illegible] حال میں
[illegible] حال میں
[illegible]
[illegible]

[illegible] اشک [illegible]
شکوہ کریں طالبِ دیدار کو کھلواتی ہیں
[illegible] آواز سنائی نہ دکھائی صورت
خواب میں آئے جو وہ [illegible]
نہیں کرتی [illegible]
[illegible] قسمت میں جو شاید وہ [illegible]
کبھی گریاں ہوں فرقت میں کبھی آوارہ [illegible]
[illegible] دیدار [illegible] وصل میں [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] سبز قندیل [illegible]
[illegible] داغ [illegible]
[illegible]
پڑھو [illegible] کوئی ایسی غزل [illegible]
[illegible]
کیا تھا [illegible] وقت [illegible]
[illegible]

ہو گئیں سنگ [illegible] آنکھیں
[illegible] ترکیب کی [illegible] آنکھیں
کان کا کام [illegible] آنکھیں
[illegible] صور کی آواز [illegible] آنکھیں
[illegible]
[illegible] آنکھیں
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

مجھے صاحب بنایا کیوں بنا دینا تھا خالق — کہ اپنے وقت پر آتا ممارتی چشم قدرت
ہم عجب زیست کیا کرتے ہیں — روز آوارہ پھرا کرتے ہیں
یا تو دیکھا ہے کہ اکثر اشخاص — بیٹھکر یا دعا کرتے ہیں
یا جوانی کا مزا لوٹتے ہیں — خوش حسینوں میں رہا کرتے ہیں
یا کہ خمخانۂ ہستی سے مدام — یا وہ شیشہ ہی پیا کرتے ہیں
ایک ہم ہیں کہ ادھر ہیں نہ ادھر — تلف اوقات کیا کرتے ہیں
چلیے یہ سوچ کے گھر سے باہر — کہ بڑا ہم یہ خطا کرتے ہیں
لیجئے وان چلئے کہ جہاں جائے گزر — شعرا و فصحا کرتے ہیں
ہمنے دیکھا ہے کہ انسان وہاں — آدمی صحبا کے بنا کرتے ہیں
قاعدہ ہے شرفا زادہ ہم سب — اچھے لوگوں سے ملا کرتے ہیں
خدمت حضرت صاحب میں گیا — کہ وہ نزدیک رہا کرتے ہیں
اکتساب ہنر و علم و کمال — اُن سے اکثر طلب کرتے ہیں
جھک کے آداب بجا لایئے — خورد جس طرح کیا کرتے ہیں
کھلے طرفین میں ابواب کلام — جیسے آپس میں ہوا کرتے ہیں
دیکھا جب خوب کہ لطف و اشفاق — وہ مرے ساتھ ادا کرتے ہیں
عرض کی میں نے کہ قبلہ اب بھی — آپ اشعار کہا کرتے ہیں
مستفید اُن سے ہوں حضرت ہم بھی — وصف اکثر سے سنا کرتے ہیں
سُن کے فرمایا کہ اب شعر کہا — خون دل اپنا پیا کرتے ہیں
شعر کہنا تو رہا دھیلی میں — اب تو دن رات بکا کرتے ہیں
قتل کنبہ ہوا سارا انجیرم — رات دن غم سے جلا کرتے ہیں
سبھی سامان امارت بگڑے — فکر روزی میں پھرا کرتے ہیں
مٹ گئی طبع کی گرمی ساری — نفس سرد بھرا کرتے ہیں
بھائی ہم سے بھی پریشاں خاطر — کہیں اشعار کہا کرتے ہیں

مرزا پور میں آئے جب سے
روز دہشت میں رہا کرتے ہیں

شعر خوانی کا نہ چرچا ہے یہاں
نہ یہ خواہش سُخن فہم کرتے ہیں

شاعر اچھے ہیں یہاں بھی دو چار
پر وہ بے لطف جیا کرتے ہیں

نہ کہیں ہوتی ہے بزم انشاد
نہ لبِ نطق کو وا کرتے ہیں

نہ کبھی بزم پہ مردِ قابل
جمع اک جا تو ہوا کرتے ہیں

یہاں تو وہ بھی نہیں اے بندہ نواز
روز بیکار رہا کرتے ہیں

کس کے آگے کوئی اشعار پڑھے
کس سے یہ شعر سُنا کرتے ہیں

ہاں مگر سامنے ہم آتو رہے
پچھلے اشعار پڑھا کرتے ہیں

وہ سخن سنج ہیں ایسے اس جا
نکتہ رس جیسے ہوا کرتے ہیں

سُن کے البتہ وہ ہر شعر کے شعر
داد کچھ ہمکو دیا کرتے ہیں

سُن کے یہ کہا اے تمنا سن
آپ ارشاد بجا کرتے ہیں

پھر کہیں آپ سے اُستاد جہاں
کبھی بے شغل رہا کرتے ہیں

سُن کے فرمایا کہ اچھا سُنئے
ہم جو بیہودہ بکا کرتے ہیں

اللہ اللہ زباں سے اُن کی
کچھ عجب پھول جھڑا کرتے ہیں

شعر پڑھتے نہیں اپنے گویا
درِ فردوس کو وا کرتے ہیں

آپ ہم اُن کو خفا کرتے ہیں
اور خفا ہوں تو گلا کرتے ہیں

ہم وہ بلبل ہیں کہ شوقِ نکہت
سے یہ پر و بال اُڑا کرتے ہیں

کوسوں ہو جاتی ہے غائب تاثیر
ہم اگر قصدِ دعا کرتے ہیں

جان دیں اُن کو جتا کر کیوں ہم
آپ وہ جان لیا کرتے ہیں

اک یہی مونس تنہائی ہے
مشورے دل سے ہوا کرتے ہیں

جو نسیمِ گل پہ بہار آتی ہے
پہلے ہم جان فدا کرتے ہیں

جو دلکو محبت کے مزے آئے ہوئے ہیں
وہ اپنی طبیعت پہ ابھی چھائے ہوئے ہیں

ہر بات پہ اظہارِ نزاکت ہے حیا سے
ثابت ہے کہ تکلیف بھی کچھ پائے ہوئے ہیں

[illegible] کیا ہے مجھ کو | [illegible]
[illegible] کو بھی چاہتا ہے یار کا ہم [illegible] | [illegible]
[illegible] کو [illegible] | [illegible]
اپنے دل کو [illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] گھر کو | [illegible]
[illegible] | [illegible] کو
[illegible] ہیں | [illegible] سحر کو
کیوں آتش گل باغ میں ہے تیز [illegible] | اٹھ جاتی ہیں [illegible] شمشاد و [illegible] کو
دن رات کا فرق ان کی محبت [illegible] | وعدہ [illegible] تو کیا شام کا اور آئے سحر کو
دل [illegible] | [illegible] سمجھتا ہوں مدام اپنے [illegible] کو
ڈال [illegible] ہم اور زیادہ | تعظیم کو اٹھتے ہیں قدم اور زیادہ
[illegible] اک تیر نظر کا تیرے ظالم | کچھ دور نہیں ملک عدم اور زیادہ
چلتا ہے تری شمشیر کو پرسش کا سبب ہے | رفتار میں چڑھ جاتا ہے دم اور زیادہ
[illegible] چل جائے [illegible] ہو کر [illegible] | کچھ اس سے نہیں چاہتے ہم اور زیادہ
[illegible] دل [illegible] | [illegible] کا اگر [illegible] اور زیادہ
کہتے ہیں مجھے یہ آداب [illegible] | [illegible]
[illegible] لطف [illegible] تیری | اے خود پسند و خود آرا و خود نما تیری
[illegible] | [illegible] آنکھ میں [illegible]
[illegible] آنکھ [illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]
[illegible] | [illegible]

پہونچے جو ہم تو زمانے کو رزق پہونچایا
ہمارے بخت کی گردش بھی آسیا ٹھہری

بچھے [illegible] کیا دل اعدا کے خار رستے میں
کہ جان راہِ فنا میں نہ ایک جا ٹھہری

در قبول پہ تھا منتظر اثر لیکن
ہجوم سے نہ لبوں پر مری دعا ٹھہری

لئے ہے مد نظر کیا اجل کا استقبال
لبوں پہ رہتی ہے کیوں جانِ مبتلا ٹھہری

نہیں یہ بھی سہل کچھ اس مضطرب کی نامہ بری
کہ ایک دم نہ جہاں میں کہیں صبا ٹھہری

ملے ہیں ہم سے وہ اس شرط پر کہ پھر نہ ملیں
ہمارے صبر کی صابر یہی جزا ٹھہری

چرخ نے ظلم سے توڑے ہیں مکانِ دہلی
ہو رقم خط شکستہ سے بیانِ دہلی

جس طرف دیکھئے اللہ غنی آتا ہے
بڑھ گئی اور بھی بربادی سے شانِ دہلی

لوٹے اور بھی بازار ہوا گرم اُسکا
صاف ہے صورتِ آئینہ دکانِ دہلی

اُٹھکے اُٹھنے سے یہاں بیٹھنے کو جا نہ رہی
ہند میں ظلِ الٰہی سے تھے شہانِ دہلی

لوٹ سے حق نمک اس کا ہے سب ثابت
کس دہن میں نہ گیا نعمت خوانِ دہلی

رشکِ گلزار ہے زخموں سے تن اک عالم کا
بن گئی موسمِ گل فصل خزانِ دہلی

اہل دہلی کی سیہ بختی کا غم ہے صابر
کہ سیہ پوش ہیں سب حرف بیانِ دہلی

جو کچھ اس نے بگڑ کر وہ کہی [illegible] سے بھی
آ ہی جھپیہ تو پھر کی نہ کمی میں نے بھی

شام سے جا کے مرے دل وال کر رکھیں وہ بہانہ
آج سوچا ہے یہ ترکیب نئی میں نے بھی

ہیں جو اکھڑے تو رقیبوں کو بھی جھڑنے نہ دیا
ایک ایسی ہی وہاں جا کے جڑی میں نے بھی

رہا انکار گئے پیچھے کی قسم کیوں کھاؤں
آئی عالم کی زباں پر تو سنی میں نے بھی

[illegible] لب شیریں کا تمہارے پایا
کھائی تھی کہوں کے یہ تل شکری نے بھی

کی بہت رد و بدل اس نے جو صابر مجھ سے
بات مرضی کے موافق نہ کہی میں نے

نامہ [illegible] کی ملاقات ہے یہ بھی نہ سہی
اور کیا اسکے سوا بات ہے یہ بھی نہ سہی

[illegible] سال میں [illegible]
یہ بھی گر ہاہج اوقات ہے یہ بھی نہ سہی

خط کا لکھنا بھی گرانی ہے تو وہ بھی نہ لکھو
دور کی طرف حکایات ہے یہ بھی نہ سہی

نظرِ لطف بھی حال پہ کرتے ہو مگر
اس میں گر قصد مساوات ہے یہ بھی نہ سہی

اور کیا دیتے ہو دشنام سوا تم مجھکو — یہی تحفہ تھا سو غارت ہے یہ بھی نہ سہی
آہ کرتا ہوں کبھی تنگ ستم سے ہو کر — گر جفا کی ہے مکافات ہے یہ بھی نہ سہی
چھوڑ دی آپنے جب بندہ نوازی صاحب — ایک ظاہر کی عنایات ہے یہ بھی نہ سہی
اور تو کیا ہے فقط ایک خوشی سے ملنا — یہی صابر کی کرامات ہے یہ بھی نہ سہی

ہزار دل کو نقاہت رہی دبائے ہوئے — وہ اب بھی سر پہ ہیں سو آفتیں اٹھائے ہوئے
ہوا بلند پریشانیوں کا جب رتبہ — وہ تیغ کستے ہیں کمر سے مرے اڑائے ہوئے
کبھی نہ کیونکہ وہ تا ہر رنگ میں مجھے پورا — ہزار رنگ کی ہیں شوخیاں لگائے ہوئے
کریں گے سیر یہیں ملک بے مثالی کی — قدم کو حد ترقی سے ہیں بڑھائے ہوئے
وہ نہ چھپا سکے نہ چھپیں کہ نام اچھلے گا — کہاں تلک ہیں رقیبان کو دبائے ہوئے
مرے اٹھاتے ہیں شکووں کی ہم تصویریں — وہ گویا سامنے بیٹھے ہیں سر جھکائے ہوئے
ہوا ہی صبر یہ صابر کو نا امیدی سے — کہ جیسے ہو کوئی اپنی مراد پائے ہوئے

ہجر میں چھوٹ گیا خون جگر کھانے سے — زندگی ہوگئی گویا مری مرجانے سے
رند وہ ہوں کہ مری خاک سے خم بنتے ہیں — پاؤں مر کر بھی نکلتا نہیں میخانے سے
سب کو تسکین دے دیدار پلا کر ساقی — ایک محروم نہیں جاتے ہیں میخانے سے
مجھ سے دیوانے کو سمجھانے سے ہونا ہے کبھی — انکو سمجھاؤ سمجھ جائے جو سمجھانے سے
وصل کیا پھر شب آنے کی [illegible] — آپکے دل کو چلے شہر میں بہلانے سے

تیری طرز جفا وقت سخن کچھ اور کہتی ہے — مری گستاخی ای جان سخن کچھ اور کہتی ہے
سبکدستی لیلی کی یہ تم بھی آ [illegible] دیکھو — اگر کر رنج یہ [illegible] پر شکن کچھ اور کہتی ہے
ذرا والشمس دیکھو تم اپنے [illegible] — نہیں [illegible] کچھ اور کہتی ہے
بہار لالہ زار دشت [illegible] — [illegible] کچھ اور کہتی ہے
لگا دو آج تم [illegible] — [illegible] کچھ اور کہتی ہے

چراغ صبح ہو جائے [illegible]
ہماری [illegible] داغ کہتی کچھ اور کہتی ہے

انتخاب دیوان حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ

مقدور ہمیں کب ترے وصفوں کے رقم کا
حقا کہ خداوند ہے تو لوح و قلم کا

اس مسند عزت پہ کہ تو جلوہ نما ہے
کیا تاب گذر ہووے تعقل کے قدم کا

بستے ہیں ترے کوچے میں سب شیخ و برہمن
آباد ہے تجھسے ہی تو گھر دیر و حرم کا

ہے خوف اگر جی میں تو ہے تیرے غضب کا
اور دل میں بھروسا ہے تو ہے تیرے کرم کا

مانند حباب آنکھ تو اے درد کھلی تھی
کھینچا نہ پر اس بحر میں عرصہ کوئی دم کا

مدرسہ یا دیر تھا یا کعبہ یا بتخانہ تھا
ہم سبھی مہماں تھے واں اور تو ہی صاحبخانہ تھا

وائے نادانی کہ وقت مرگ یہ ثابت ہوا
خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

حیف کہتے ہیں ہوا گلزار تاراج خزاں
آشنا اپنا بھی واں اک سبزہ بیگانہ تھا

ہو گیا مہماں سرائے کثرت موہوم آہ
وہ دل خالی کہ تیرا خاص خلوت خانہ تھا

کبھی خوش بھی کیا ہے دل کسی رند شرابی کا
بھڑا دے منہ سے منہ ساقی ہمارا اور گلابی کا

شرار و برق کی سی بھی نہیں یاں فرصت ہستی
فلک نے ہمکو سونپا کام جو کچھ تھا شتابی کا

میں اپنا درد دل جا کر کہا جس پاس عالم میں
بیاں کرنے لگا قصہ وہ اپنی ہی خرابی کا

زمانے کی نہ دیکھی جرعہ ریزی درد کچھ تو نے
ملایا مثل مینا خاک میں خوں ہر شرابی کا

جان پہ کھیلا ہوں میں میرا جگر دیکھنا
جی نہ رہے یا رہے مجھکو ادھر دیکھنا

گرچہ وہ خورشید رو ہے مرے سامنے
تو بھی میسر نہیں بھر کے نظر دیکھنا

سو کبھی نہ تو کوئی دم دیکھ سکا [illegible]
اور تو یاں کچھ نہ تھا ایک مگر دیکھنا

ذکر وفا کیجیے اس سے جو واقف نہ ہو   کہتے ہیں کس سے ہو تم تک تو ادھر دیکھنا
نالۂ دل کا اثر دیکھ لیا درد بس   جی میں نہ نہ سمجھئے یہ آہ بھی کر دیکھنا

اسیر پر نہ ہوس اتنا نہ ناز کرنا   بہتر ہے کیمیا سے دل کا گداز کرنا
اے آنسوؤ نہ آوے کچھ دل کی بات منہ پر   لڑکے ہو تم کہیں مت افشائے راز کرنا
ہم جانتے نہیں ہیں اے درد کیا ہے کعبہ   جیدھر ہو وہ ابرو ادھر نماز کرنا

مثل نگین جو ہم سے ہوا کام رہ گیا   ہم رو سیاہ جلتے رہے نام رہ گیا
یارب یہ دل ہے یا کوئی مہمان سرا ہے یہ   غم رہ گیا کبھو کبھو آرام رہ گیا
ہم کب کے چل بسے تھے پر اے مژدۂ وصال   کچھ آج ہوتے ہوتے سرانجام رہ گیا
مدت سے وہ تپاک تو موقوف ہو گئے   اب گاہ گاہ بوسہ پہ پیغام رہ گیا
از بسکہ ہم نے نام دوئی کا مٹا دیا   اے درد اپنے وقت میں ابہام رہ گیا

جگ میں آکر ادھر ادھر دیکھا   تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا
جان سے ہو گئے بدن خالی   جس طرف تو نے آنکھ بھر دیکھا
نالہ فریاد آہ اور زاری   آپ سے ہو سکا سو کر دیکھا
ان لبوں نے نہ کی مسیحائی   ہم نے سو سو طرح سے مر دیکھا
زور عاشق مزاج ہے کوئی   درد کو قصہ مختصر دیکھا

ہم نے کس رات نالہ سر نہ کیا   پر اسے آہ کچھ اثر نہ کیا
سب کے ہاں تم ہوئے کرم فرما   اس طرف کو کبھی گذر نہ کیا
کون سا دل ہے وہ کہ جس میں آہ   خانہ آباد تو نے گھر نہ کیا
تجھ سے ظالم کے سامنے آیا   جان کا میں نے کچھ خطر نہ کیا
سب کے جوہر نظر میں آئے درد   بے ہنر تو نے کچھ ہنر نہ کیا

قتل عاشق کسی معشوق سے کچھ دور نہ تھا   پر ترے عہد سے آگے تو یہ دستور نہ تھا
رات مجلس میں ترے حسن کے شعلے کے حضور   شمع کے منہ پہ جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
ذکر میرا تو وہ کرتا تھا صریحاً لیکن   میں نے پوچھا تو کہا خیر یہ مذکور نہ تھا

باوجودیکہ پر و بال نہ تھے آدم کے ۔ وہاں پہونچا کہ فرشتے کا بھی مقدور نہ تھا
پرورش غم کی ترے یاں تئیں تو کی دیکھا ۔ کوئی بھی داغ تھا سینے پہ کہ ناسور نہ تھا
محتسب آج تو میخانہ میں تیرے ہاتھوں ۔ دل نہ تھا کوئی کہ شیشے کیطرح چور نہ تھا
دردؔ کے ملنے سے اے یار برا کیوں مانا ۔ اسکو کچھ اور سوا دید کے منظور نہ تھا

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا ۔ برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا
مرا غنچۂ دل ہے وہ دلگرفتہ ۔ کہ جسکو کسی نے کبھی وا نہ دیکھا
یگانہ ہے تو آہ بیگانگی میں ۔ کوئی دوسرا اور ایسا نہ دیکھا
اذیت مصیبت ملامت بلائیں ۔ ترے عشق میں ہمنے کیا کیا نہ دیکھا
کیا مجھکو داغوں نے سرو چراغاں ۔ کبھو تونے آکر تماشا نہ دیکھا
حجاب رخ یار تھے آپ ہی ہم ۔ کھلی آنکھ جب کوئی پردا نہ دیکھا
شب و روز اے دردؔ درپے ہوں اسکے ۔ کسو نے جسے یاں نہ سمجھا نہ دیکھا

گل و گلزار خوش نہیں آتا ۔ باغ بے یار خوش نہیں آتا
کیا جفا کی سوا تجھے کچھ اور ۔ اے ستمگار خوش نہیں آتا
دردؔ ہمکو بھی رات دن تیرا ۔ نالۂ زار خوش نہیں آتا

چاہیے کسواسطے ملنے دردؔ میخانے کے بیچ ۔ اور ہی لذت ہے اپنے دلکے پیمانے کے بیچ
سیر باغ و بوستاں تو ہے یہ پر گھر ہی ۔ آبسیگا ہے فقیر و لنگی بھی ویرانے کے بیچ
جو مزے ہیں مرگ میں سو سمجھے پیما جانئے ۔ کوئی جانے آہ کیا لذت ہے مرجانے کے بیچ

اسقدر تھا یا کرم یا ظلم ارزانی اسقدر ۔ مہربانی اسقدر نا مہربانی اسقدر
جان کو آنے دے لب تک نزع میں کیا تب ہو ۔ دشمنی مجھسے نکر اے ناتوانی اسقدر
کیا کہوں دلکا کسو سے قصۂ آوارگی ۔ کوئی بھی بے ربط ہوتی ہے کہانی اسقدر
دردؔ تو کرتا ہے معنی کے تئیں صورت پذیر ۔ دسترس رکھتی ہیں کب بہزاد و مانی اسقدر

کرتا رہا ہے دیدۂ گریاں کی احتیاط ۔ پر ہو سکی نہ اشک کے طوفان کی احتیاط
خار مژہ پڑے ہیں مرے خاک میں ملا ۔ اے دشت اپنے کیجیو داماں کی احتیاط

جوشِ جنوں کے ہاتھ سے فصلِ بہار میں
گل سے بھی ہو سکی نہ گریباں کی احتیاط

رکھتی تھی گر کسو سے کبھی کچھ تو بس یہی
ہے زلف کو بھی اپنی پریشانی کی احتیاط

داغوں کی اپنے کیوں نہ کرے درد پرورش
ہر باغباں کرے ہے گلستاں کی احتیاط

لایا تھا تو آج تلک ہاتھ سوئے تیغ
وابستہ تیرے قتل سے تھی آبروئے تیغ

کھینچے نہ قتلِ اہلِ وفا تجھ سے ہیں سبب
پارے کہیں ٹھکانے لگی جستجوئے تیغ

کوئی مزاجدان نہوا آج تک مگر
ایک اسکی خو تھی تند سو ملتی ہے خوئے تیغ

جا ناز اور ہی ہے ترا ابرواں یار
پھر کس طرح نہ ٹھہرے کوئی روبروئے تیغ

اے درد مثلِ زخم زباں کے ہاتھ سے
دیکھا نہ آنکھ کھولکے ہم غیر روئے تیغ

پیغام یاس بھیج نہ مجھ بیقرار تک
ہوں نیم جان میں سو بھی ترے انتظار تک

صیاد اب رہائی سے کیا مجھ اسیر کو
ہے کسکو زندگی کی توقع بہار تک

راہِ عدم میں درد میں اتنا ہوں تیزرو
پہونچا صبا کا ہاتھ نہ میرے غبار تک

مژگانِ تر ہوں یا رگِ تاکِ بریدہ ہوں
جو کچھ کہ ہوں سو ہوں غرض آفت رسیدہ ہوں

کھینچے ہے دور آپ کو میری فروتنی
افتادہ ہوں پہ سایۂ قدِ کشیدہ ہوں

ہر شام مثلِ شام ہوں میں تیرہ روزگار
ہر صبح مثلِ صبح گریباں دریدہ ہوں

کرتی ہے بوئے گل تو مرے ساتھ اختلاط
پر آہ میں تو موجِ نسیمِ وزیدہ ہوں

اے درد جا چکا ہے مرا کام ضبط سے
میں غمزدہ تو قطرۂ اشکِ چکیدہ ہوں

ہم کس ہوس کی تجھسے فلک جستجو کریں
دل ہی نہیں رہا ہے جو کچھ آرزو کریں

تر دامنی پہ شیخ ہماری نہ جا ابھی
دامن نچوڑ دیں تو فرشتے وضو کریں

سر تا قدم زباں ہیں جوں شمع گو کہ ہم
پر یہ کہاں مجال جو کچھ گفتگو کریں

نے گل کو ہے ثبات نہ ہمکو ہے اعتبار
کس بات پر چمن ہوسِ رنگ و بو کریں

ہے اپنی یہ صلاح کہ سب زاہدانِ شہر
اے درد آکے بیعتِ دستِ سبو کریں

اُسنے کیا تھا یاد مجھے بھولکر کہیں
پاتا نہیں ہوں تب سے میں اپنی خبر کہیں

پھرتی رہی تڑپتی ہی عالم میں جابجا
دیکھا نہ میری آہ نے روئے اثر کہیں

درحقیقت ایک جہان میں بسے پھرا کیا
[illegible]

اپنی نظر میں پھرا ہوں افکار اور تھی
[illegible]

پہونچے ہو تم بنا کے ہی اچھی بہتر
[illegible]

اپنا پیام درد لے کہتا تو سو پہونچے
[illegible]

[illegible]
الزام نے لیا کہ ایک ہی جا آ[illegible]

درد لیش پھر کہا کہ شب آمد سرآمد [illegible]
[illegible]

مانع نہیں ہم وہ بت خود کام کہیں ہو
پر اس دل بیتاب کو آرام کہیں ہو

خورشید کے مانند پھروں کب تئیں یارب
ہستی کی صبح کہیں ہووے [illegible] شام کہیں ہو

میخانۂ عالم ہے وہ بے ربط کہ جس میں
ہووے جو صراحی کہیں تو جام کہیں ہو

وعدے تو کئے تونے مری ساتھ ہزاروں
پر ایک بھی اتنے نہیں سرانجام کہیں ہو

ہر چند تجھے صبر نہیں درد و لیکن
اتنا بھی نہ ملیو کہ وہ بدنام کہیں ہو

مست ہوں پیر مغاں کیا مجھکو فرماتا ہے تو
پابوس خم کروں یا دست بوسی سبو

صبح اور خورشید کے مانند میری جیب کو
چاک کا موجب تو ہی ہو تو ہی سینہ بند ہو

تیری خوبی آشنا میاں مشہور ہیں اپنے پرایوں
ایک قطرہ چھوڑے تو پوچھا رہا [illegible]

اپنے مطلب کچھ چاہو سو پیدا کرو
یہ نہ آیا ہے کہیں جی سے آزاد کرو

مست ہے [illegible] عشق ہمارا بھی قفس میں ہووے
دوستان درد کو ملیں تو پھر ہم کو یاد کرو

رابطہ ہے نا پیتا تکو تو مری جان کا ساتھ
جی ہے وابستہ [illegible] ساتھ

تیرا جفا جو میرا نہیں سنگدلی لازم ہے
[illegible] ساتھ

درد ہر چند ہیں ظاہر میں تجھ سوں [illegible]
[illegible]

[illegible] کا افزا ہے
[illegible]

نہ پال علم و دانش نہ فضل و ہنر
[illegible]

سنگنے نالہ و آہ سب نفس
[illegible]

ہم کیا درد تجھے [illegible]
[illegible] نالہ ہے اور آہ [illegible]

تہمت چند اپنے ذمے دھر چلے
جس لیے آئے تھے سو ہم کر چلے

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے
ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

شمع کے مانند ہم اس بزم میں
چشم تر آئے تھے دامن تر چلے

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

درد کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب
کس طرف سے آئے تھے کیدھر چلے

چھپا تھا یہ کر رہا ... پوشیدہ ہے او تل سکے
مشکل ہے زندگی میں بچھے سے جی سے نکل سکے

تقدیر کیا ہے اس پہ قدرت کسی کی ورنہ کیا
یہ دست و پا ہے سب کو کوئی یا ... ٹل سکے

گر ... ہیں خلق کی نظروں سے ...
کوئی اگر ... سنبھل سکے

کہا اور بھی غزل کوئی اس ردیف میں
اے درد قافیے کو اگر تو بدل سکے

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

میں وہ فتادہ ہوں کہ بغیر از فنا مجھے
نقش قدم کی طرح نہ کوئی اٹھا سکے

غافل خدا کی یاد پہ مت بھول زینہار
اپنے تئیں بھلا دے اگر تو بھلا سکے

اطفائے نار عشق نہ ہو آب اشک سے
یہ آگ وہ نہیں جسے پانی بجھا سکے

مست شراب عشق وہ بے خود ہے جس کو حشر
اے درد چاہے لائے بخود پر نہ لا سکے

وحشت اسے ہوئی ... جب سے آئی
... ہم نے ... کھائی

محتاج ہم نہیں ... نصیحت ... کی
... چاہی

[illegible]

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان میر نظام الدین ممنون دہلوی

[illegible] ‏ ‏ [illegible]

[illegible] نکلا ‏ ‏ اک حیرت نظر [illegible] دکھا

بار [illegible] تو ہی ہر اک سو پیدا ‏ ‏ آئینہ خانہ جہاں حسن ترا [illegible]

[illegible] ‏ ‏ نقل برون در عشق [illegible]

[illegible] ‏ ‏ [illegible] الفت [illegible] گیا

ہوئی دل رہ [illegible] دل ہی میں کہہ دل کو ‏ ‏ اسکے جھگڑے سے [illegible]

وحشت [illegible] پر [illegible] ہوا [illegible] ‏ ‏ [illegible]

[illegible] خرد آبلہ [illegible] ‏ ‏ [illegible]

[illegible] قدم [illegible] ‏ ‏ [illegible]

خون میں [illegible] ‏ ‏ [illegible]

ترس منا جاتیاں ناز [illegible] ‏ ‏ [illegible]

اس [illegible] خون ہو [illegible] ‏ ‏ [illegible] ترجہاں دیکھا

اس [illegible] تلک اس [illegible] ‏ ‏ [illegible]

سینہ [illegible] ‏ ‏ ایک [illegible] ایک [illegible] کتنا

واقف [illegible] تو [illegible] ‏ ‏ [illegible] تری درگاہ میں حاجت عرض دعا

یہ [illegible] دل خون ترا ‏ ‏ [illegible] چاہیے تجھے کس سے [illegible]

تجھے نقش ہستی مٹایا تو دیکھا ‏ ‏ جو پردہ تھا حائل اٹھایا تو دیکھا

یہ سب تیرے ہی حسن کا پرتو ہے ‏ ‏ [illegible] تجھے [illegible] تو دیکھا

جہاں [illegible] طور [illegible] ‏ ‏ [illegible] جو دل کو جلایا تو دیکھا

[illegible] مست [illegible] دیکھنے ‏ ‏ [illegible] ایسا بنایا تو دیکھا

ہو کیونکہ ممنون پیر مغاں کا
یہ عالم جو ساغر پلایا تو دیکھا

گماں نہ کیونکہ کروں تجھپہ دل چرانیکا
جھکا کے آنکھہ سبب کیا ہی مسکرانیکا

وفور گریہ ترحم ہجوم نالہ گرم
کہ ہو ارادہ اگر درد دل سنانیکا

یہ سینہ ہے یہ جگر ہے یہ دل ہی بسم اللہ
اگر خیال ہی تلوار آزمانیکا

دیا ہی وعدہ جانبخشی سے تمہیں تقدیر
ہزار آرزوے مردہ کو جلانیکا

وہ تیر ناز لگا کر کہے مرے دل پر
کہ یہ خدنگ ہی لایق اسی نشانیکا

الہی جیب کہ دامن کہ آستیں دہونا
مژہ نے سیکھہ لیا شغل خونفشانی کا

[illegible] بچا مرض عشق سے کوئی ممنون
ہزار دریغ بہت ہے تری جوانی کا

رات [illegible] آسودہ یہ مہجور ہوا
رشتہ بستر راحت دم ساطور ہوا

دل پر شوق کہ تہا تنگ شکیب پرکاہ
دل بے ہمت کہ حریف نظر طور ہوا

مجھکو نزدیک بدل جانیو یاران وطن
تفرقہ سازی دوراں سے میں گو دور ہوا

چاندنی مار گئی اس دل زخمی کو رات
پرتو انداز یہ کس کا رخ پر نور ہوا

[illegible]
کبھی کہولی قبا گہ طرہ عنبر فشاں باندہا

سلام اے [illegible] وان کعبہ رخصت [illegible]
بس اب احرام ہوئے خانہ پیرمغاں باندہا

رشک [illegible]
ہر قدم پر ہاتھہ میں داماں قاتل لگیا

[illegible] سے ذرا کوئی آنکھہ
[illegible] دیکھہ بالیں کو وہ بیدل لگیا

کوئی کہہ سے [illegible] یوں نکلا
گر کے [illegible] ناتواں [illegible] محمل لگیا

مجھہ لگا ہوں میں کیا چاہتے تہا دل [illegible]
تیری چتون دیکھکر لیکن یہ مائل لگیا

[illegible]
آہ اک ہونے کا ہوتا ہیں ہی غافل لگیا

[illegible] کبھو نہ آیا
جب تلک صبا کا جھوکا لے تیری بو نہ آیا

[illegible] رات [illegible]
کہ ہر رگ ہونے بدن پر سر نشتر توڑا

کسقدر [illegible] غم لکھی ہی
کہ مرے نامہ نے بازوئے کبوتر توڑا

[illegible]
وہ لگے کہنے یہ طعن آپ نے ہمپر توڑا

ہر مو سے سوز غم نے شعلہ اٹھا کے چھوڑا ۔ الفت کو آگ لگیو آخر جلا کے چھوڑا
کیا کیا نہ میں ہوں پر کا صیاد رفتگاں نے ۔ جو تو اسیر چھوڑا مجھکو دکھا کے چھوڑا
اس گردن و کمر میں خم ہو چکیں نہیں ہیں ۔ بے جرأتی دل نے قابو میں لا کے چھوڑا
اے بادِ آہ جنبش اتنی بھی تھی نہ لازم ۔ ایک ایک پارہ دل آخر اڑا کے چھوڑا
کیا کہہ گئے طبیب اب بیمار کو تمہارے ۔ کہتے ہیں آسرے پرا مجھکو خدا کے چھوڑا
ممنوں ہے محبت پی سہل مت سمجھکر ۔ یہ جام کم کسی نے منہ سے لگا کے چھوڑا

سینہ میں ایک نفس بھی نہ ترا تیر رہا ۔ خون حسرت میں تڑپتا دل نخچیر رہا
ہاری بیکسی دامن بے یاری جیب ۔ کہ مرا دست جنوں بستۂ زنجیر رہا
جب کیا قہقہہ مانند صراحی ہنسنے ۔ گریۂ خوں ہی یہاں ساتھ گلو گیر رہا
دل میں کیا کیا ہوس حسن تمنا تھی و لے ۔ تری چتون کا وہ ڈھب مانع تقریر رہا

کیا لگا ہو نسے یہاں خون دل بسمل ٹپکا ۔ ایک قطرہ نہ تری چشم سے قاتل ٹپکا

بیطرح شب تپاں دل بے تاب تو ہوا ۔ سینہ کا جابجا سے گستہ رفو ہوا
بیمار انتظار نے تیرے غشی سے آنکھ ۔ کھولی ذرا تو بس نگراں چار سو ہوا
غمزہ نے کس کے تیغ لگائی کہ چشم میں ۔ انداز صد نگہ تماشا لہو ہوا
یہاں ارتباط شعلہ و خس ہی بہم کہیں ۔ جتنا جلا فروغ ترا شعلہ خو ہوا

نہ رہا پر نہ طپش سے دل بیتاب رہا ۔ رات ہاتھوں میں نہ کیا کیا میں سے اضطراب رہا
اسکی آنکھوں سے ستارہ ونگی نگہ ریزی چھپا ۔ صبح تک جسکا کھلا دیدۂ بیخواب رہا
کیا تپ دل ہی تھا جاں کہ تربت پہ مرے ۔ تمتمایا ساتھ لالہ شاداب رہا
چشم سے کیا ترے بیمار کی حسرت ٹپکی ۔ کہ شب اشکوں سے بھرا دیدۂ احباب رہا

گزرتا ہے جنازہ دیکھنا یہ جان من کسکا ۔ ذرا پہچان تھا بیمار چشم سحر فن کسکا
ترے قربان اتنا پوچھ اگر نعش پر میری ۔ شہید ناز ہے یہ کشتہ خوں میں کفن کسکا
گنہ میرا ہی رنگ چہرہ گونا گوں ہو محفل میں ۔ اشارا غیر سے کرنا گنہ ہے جان من کسکا
ہجوم ناز و انداز و ادا میں دل ہوا کشتہ ۔ کہے ہے بلو میں قاتل دو لب تباہی من کسکا

تھا حسن میں نہ رنگ ادا کا نہ ناز کا
یہ نقش یادگار ہے آئینہ ساز کا

اے اشتیاق بیت صنم تیرے ہاتھ سے
چھٹتا ہے ساتھ راہروان حجاز کا

سینہ میں برچھیاں سی لگا کیں میں صبح تک
شب تھا خیال کس نگہ نیم باز کا

دامن بچا ہو کہ مسیحا ادھر سے قصد
ہر اک شرار نالہ افلاک تاز کا

تصویر بت چھپائی ہے ممنون نے سینہ کی
گوشہ الٹ کے دیکھو ذرا جانماز کا

وہ مرا نالہ سنے کیا کہ جو دل سے نکلے
سینہ میں اس دل نازک کو دھڑکتے دیکھا

ہم نہ کہتے تھے کہ ممنون نہ بتوں کو دیکھو
ہاتھ سے لیگئے دل تکتے ہی تکتے دیکھا

کل وصل میں بھی نیند نہ آئی تمام شب
ایک ایک بات پر تھی لڑائی تمام شب

کس بے ادب کو عرض ہوس ہر نگہ میں تھا
آنکھ اس نے بزم میں نہ اٹھائی تمام شب

ممنون [illegible] کہاں ہوگی فرصت قیامت
[illegible] تیرے [illegible] قیامت

آمد سے تیرے ہم پہ جو ہونی تھی سو ہولی
اب دغدغہ حشر نہ پروائے قیامت

رفتار تری اس دل مضطر میں بھری ہے
آئی ہے قیامت [illegible] قیامت

لگ اٹھی آگ قفس میں صیاد
تیغ زن کس پہ رہا تو کہ رہے
خونچکاں صید رواں آتے ہیں

برق [illegible] نفس [illegible] صیاد
ہم طپاں خون ہوس میں صیاد
تیرے [illegible] قفس میں صیاد

جان دو لب ہو ملیں یہ عنایات ستمگر دیکھ کر
آیا کرتا ہے مرا دل تو کبھی خنجر دیکھ کر

خاک میں لوٹیں ہیں یہاں کیا کیا تمنا تیری
تک قدم رکھتا ادھر کی تیری تربت پر دیکھ کر

یہ نہ جانا تھا کہ اس محفل میں ان سے [illegible]
ہم تو سمجھے تھے چلے آئینگے دم بھر دیکھ کر

نظریں وہ [illegible] تھا آنکھیں ملا ملا کر
سینے میں دل اڑا ہم لیکن جتا جتا کر

[illegible] کس کو ڈرا ڈرا کر
ہم دل پہ زخم چاہیں شوخیاں اٹھا اٹھا کر

وحشت جنوں [illegible] مشکل کیا ہو گیا گزرنا
ہر خار سے ہوں آیا دامن چھڑا چھڑا کر

میں دل کو ڈھونڈتا ہوں تم ہی نے کیا لیا
کیوں مسکرا رہے ہو آنکھیں ذرا چرا کر

کہتے تھے دامن اتنا ممنون تو نے آخر
دل [illegible] آنسو بہا بہا کر

آہ کسکا دل زخمی ہی تہ خاک ہنوز
کہ نکلتے ہیں لیے گل جگر چاک ہنوز

کیوں کریں پاؤں سوے منعم مغرور دراز
پاؤں بیٹھے ہیں کیے ہم طرف گور دراز

زلف سے مانگ تلک مانگ سے تا حرف قصد
دل کو آیا ہی سفر پیش عجب دور دراز

دل خروشاں یہاں ہے لب خاموش
خم سربستہ سا [illegible] جوش

کون محفل میں اب ہوا ساقی
ہر طرف سے ہی بانگ نوشا نوش

واہ طرز کلام ممنوں واہ
کس قدر ہے پسند صاحب ہوش

دیکھو تو اس وادی میں ہے مجنوں شیدا اک طرف
بانگ درا سے ناقہ پر نالہ سا اٹھا اک طرف

کیا تشنہ کی ہی صید گہ یار [illegible] زخم ناز کو
بیتاب اک جانب [illegible] مسیحا اک طرف

[illegible] آیا جو وہ کیا کیا گری ہی ٹوٹ کر
تسبیح زاہد اک طرف زنار ترسا اک طرف

ہے موسم گل گذرا ہے [illegible] ساقی ہی [illegible]
پیے آج زاہد جام جو [illegible] فکر فردا اک طرف

[illegible] گیا دل بیتاب زیر خاک
تو ہو چکا نصیب مجھے خواب زیر خاک

[illegible] برق [illegible]
دامن اٹھا کے آئیو اس [illegible]

خرام ناز سے [illegible] قیامت ہے جواں لیکن
زمیں پر فتنہ برپا کیجیے گا ہر [illegible]

[illegible] پر ہوئی جو بوسہ ہو چکی ظالم
تردد میں دل احباب کے جان دو [illegible]

نکہت کو تجھ سے لی ہے صبا اور صبا سے ہم
لے عطر تیرے تن سے قبا اور قبا سے ہم

[illegible] عطر گریباں [illegible]
گل سے چمن چمن سے ہوا اور ہوا سے ہم

[illegible] سلسلہ پیچ و تاب [illegible]
شانہ نے مو مو سے پایا اور پایا سے ہم

آئینہ [illegible] کرے اکتساب نور
دل آئینہ سے [illegible] صفا اور صفا سے ہم

[illegible] قدر انداز سے تیرے
حیران قدر قدر سے قضا اور قضا سے ہم

[illegible] تیرے لب میں ہے بیخودی مگر
ہونٹوں سے تیرے مست صدا اور صدا سے ہم

ممنوں کی ہی عجب غزل جسکی مدح سے
عاجز بیاں بیاں سے ثنا اور ثنا سے ہم

ہو سکے پایا مرے قاصد کا نہ پیغام تمام
تھا سخن [illegible] کہ قاتل نے کیا کام تمام

طپش دل نے نہ چھوڑا کہ کبھی ہم اک بار
اپنی تسکیں کیلئے لیں [illegible] نام تمام

ن دہلا جائے ہی جو ہسا جون ڈہلے ہی ستا کہ — کیونکہ وعدہ کا ترے ۔ وز ہوتا شام تمام

کر حسرت دل بنائیں گے ہم — تمکو ہی بہت رولائیں گے ہم
بیتابی دل ذرا ٹہیر جا — تک چاک جگر سلائیں گے ہم
چاہو جس پاس جاکے بیٹھو — تم سے دل ہی ہٹائیں گے ہم
اٹہو ترے در پہ آکے بیٹھے — جو ظلم ہو سو اٹہائیں گے ہم
ممنون جیتے رہی شب ہجر — منہ وصل میں کیا دکہائیں گے ہم

چل بسے قافلے یاروں کی خبر ہی کہ نہیں — دل غفلت زدہ کچھہ فکر سفر ہے کہ نہیں
چشم گریاں ترے رخسار پہ شب تہی کسکی — شبنم آلودہ ہسا کچھہ وہ گل تر ہے کہ نہیں
روسوے غیر تو ہنگام سخن رکہتے ہو — ہرتی پہرتی مری قسمت میں نظر ہو کہ نہیں

صورت نقش قدم مجھسے اٹہا جائے کہاں — اس سر راہ پہ نبدہ تو رہا ۔ جائے کہاں
مجھکو ہر بار نکہہ جا میرے در سے پیاسے — تو ہی کہہ دل جو کسیکا ہو لگا جائے کہاں
ہے جو احوال ستم دیدۂ ہجراں کا ترے — وہ کہا جائے کہاں اور سنا جائے کہاں

قہقہہ شیشہ صفت جب میں کبہو کرتا ہوں — گریہ خون سے لبریز گلو کرتا ہوں
نہ تونسے دل زخمی کو نہیں لذت درد — اسمیں پہر نشتر پہ زہر فرو کرتا ہوں
خم میں بیٹھا جو فلاطوں تو یہ کہتا تہا — رہ تیری خاک کو میں صرف سبو کرتا ہوں

یہ نمفا ۔ یہ رنگ ۔ یہ خوبیاں ۔ جو ہریں ہیں عارض یار میں
نہ سمن میں یہ ۔ نہ چمن میں یہ ۔ نہ گلوں میں یہ ۔ نہ بہار میں

دل فریبی پہ تو وہ رشک پری دیکھو تو — دل ندے یہ ہی ہے تاب بشری دیکھو تو
گہ دہواں گاہ ہوا شعلہ گئے ۔ گاہ برق — تک یہ نیرنگی آہ سحری دیکھو تو
دل نہیں ماندہ پہ کیا ۔ اٹہئے صبر و قرار — سب چلے یہ رفقاے سفری دیکھو تو
دین و دل جان لیا ۔ کچھہ بہی نچھوڑا جو تہا — ایک گالی ہی نہ دی مفت بری دیکھو تو
جلوہ اس کو گلوں جلوہ کا سوے گیا — ہم ہیں مشتاق نظر بے بصری دیکھو تو
صبا پیغام یہ کہیو ہمارا ہمصفیرونکو — سنا جایا کرو آواز گاہے ہم اسیرونکو

اک نظر لڑتے ہی اظہار کیا کیا کیا کچھ
عہد و پیماں ۔ قسم ۔ قول ۔ غلط سب تھے غلط
آپ کو تاک کیا تاک کو برباد دیا

پیوستہ وہاں ہے تیر کمانِ ستم کے ساتھ
شب ہم کو گشت خون رہا فوجِ غم کے ساتھ
کون آئے ہے کہ سینہ میں بیدار ہو گئی
لے چشمِ انتظار تو اخترشمار رہ
یہی ہے ظلم نہ کہئے جور ناگہاں
یارب یہ کسکی وجہ دلکش ہے جو ادہر
بیچ تجھکو ربط غیر سے کب ہے کہے ہے صبا
کسی کا دل جو ہی لینا تو لیجئے چاہ کی راہ
دلا ادہر کو نہ جا دیکھ یہ تو سر گرداں
روش کچھ اور ہی ہے کی میرے طریق ہیں اور
پڑے ہیں مست در دیر پر مرید آ تو
کسیکی یاد قد لطف پر ہے چشم اس کی
دل کے یہ داغ ہیں اک آگ لگانے والے
خواہ بیداد تو کر ۔ خواہ فلک ۔ خواہ یہ دل
پاؤں ممنون نے نکالے ہیں بہت دیکھو
نگاہ و غمزہ سے اس کی ستم یہ جاں پڑی
نہ پوچھ کچھ مری راحت کہ بن ترے کروٹ
جو خوں ہو طرز تبسم سے ۔ دیکھ پھر تھی
قسم جنوں کے سنگ ستیوں کی آج نہیں
کھلی نہ حالت ممنون ہو نہیں یہ دیکھو آج ان

دو اشاروں میں ہوئے شوق دل کیا کیا کچھ
دل تو یہیں دیکھئے کی نذر فنا کیا کیا پڑ کچھ
گوشہ نشیں کی ہیں دم مشق فنا کیا کیا کچھ

کیا دیکھئے سلوک ہوں صید حرم کے ساتھ
سو حسرتیں شہید ہوئیں اپنے دم کے ساتھ
صد آرزو نے خفتہ صدا سے قدم کے ساتھ
یہ رات آشنا ہی نہیں صبح دم کے ساتھ
اول کرے ہے مجھکو وہ خو گر کرم کے ساتھ
چاتا ہے تیرے کیچ مرا ہر اک قدم کے ساتھ
رکنا تری زبان کا جھوٹی قسم کے ساتھ
کہ اسمیں فائدہ کا فائدہ ہے راہ کی راہ
کہ پیچ پیچ ہے اس کاکل سیاہ کی راہ
دلا نظر نہیں آتی ہے کچھ سیاہ کی راہ
کہ شیخ بھول گئے رات خانقاہ کی راہ
جو اختیار ہے ممنون اسنے کی گناہ کی راہ
ہم مرے پہلو میں بیٹھے ہو جلانے والے
ہم بہ مشکل ہیں اک ظلم اٹھانے والے
ہیں یہی اس شہر میں زنجیر بنانے والے
کہ تیغ تیغ یہ لگتی سنان سناں پڑی
لگے ہے دشنہ یہ کہہ تیغ خوں چکاں پڑی
خیال بوسہ نہیں اس لب دہاں پڑی
یہ پھر ہیں کہ گراں جسم ناتواں پہ سے
کہ ہائے دو دو پہر تک دل طپاں پڑی

غمزہ کو پھر ہے [illegible] اس دل پاش پاش کی
قطرۂ خوں ہو دیدۂ کشتۂ جان خراش سے

وصل میں بھی نگاہ شوق [illegible] آنکھ
[illegible] غمزہ کی دور باش سے

حسرت و یاس و رنج و غم [illegible]
[illegible] دل [illegible]

گل خندہ زن ہوئے بلبل نغمہ سنج [illegible]
باغ جہاں میں فائدہ کیا [illegible]

نام بھی اپنا [illegible]
خلق یہاں [illegible]

شور [illegible] سینہ سے کل [illegible]
[illegible] آ نکلے

وداع ہوش کو [illegible]
نسیم [illegible] نکلے

نگاہ ناز و نیاز [illegible]
وہاں [illegible]

کیا مقام [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

جگر کے دود سے رنگیں نشاں آہ کیسے
دل شہید کے غم میں علم سیاہ کیسے

[illegible] ضبط سے دم آہ سے جگر اپنا
نہ ضبط کرتے ہی بن آئے [illegible] آہ کیسے

سنا ہے [illegible] اس کا نام
اس آسرے پہ نہ کیا کیا ہوا گناہ کیسے

[illegible] ہم کو بٹھا دیا ہے
پھر اضطراب دل نے وہاں سے اٹھا دیا ہے

[illegible] پائمال فلک ہم
[illegible] تو نے ظالم ملا دیا ہے

[illegible]
[illegible] چاند سا دیا ہے

مشغول ہم قضا کے [illegible]
البتہ ایک دل تو درد آشنا دیا ہے

انتخاب کلیات ملک الشعرا مہدی علی
ذکی مرادآبادی معاصر شیخ ناسخ

داد و دہش علی رتبہ جناب پاک کا
جسکے حسن جلوہ پر نازاں شرف لولاک کا

جلوہ کرتا ہے دوبالا دلبر چالاک کا
چمپئی رنگت پہ عالم چمپئی پوشاک کا

خون کا دریا تھا سینہ میں اپنے موجزن
تیر کر نکلا خدنگ ناز اس سفاک کا

عاشق معشوق انہ کو زیبندہ ہے شان حجاب
لن ترانی گو ہے جلوہ شاہد بیباک کا

ریختی میں بوئے معنی ہے پیدا کی ذکی
سرزمین ہند میں کیا عطر کھینچا خاک کا

دلوں میں جلوہ دیدار سے دیکھا اثر پیدا
نقاب لن ترانی گرچہ تھا پیش نظر پیدا

شب تاریک میں برق تجلی جلوہ گر ہووے
جو شکن جعد میں اس سیمتن کی ہو کمر پیدا

بگولے کی طرح اٹھتا ہوں میں صحرا نوردی کو
کیا ہے بے سر و پائی میں کیا پائے سفر پیدا

اگر یہ زخم جگر کا رنگ ہو ہر داغ سے روشن
جو اپنی خاک سے ہو لالہ خونیں جگر پیدا

تن و جاں کی نہیں اصلا خبر آشفتہ حالوں کو
ہوئے ہیں بیخودی کے واسطے ہم بیخبر پیدا

ذکی ہوں شمع اپنی زندگی جلنے پہ کٹتی ہے
کیا ہے سوز دل کے واسطے ہم کو مگر پیدا

رمز سوال ہے نہ اشارہ جواب کا
خانہ خراب عالم شرم و حجاب کا

کیونکر نہ خون ہو مری حسرت بھری نگاہ
آنکھوں میں کٹ گیا ہے زمانہ شباب کا

ساقی رہا نہ بزم خرابات نہ حریف
افسانہ رہ گیا ہے مرے حال خراب کا

پیدا لطف زندگی کی بہاریں ہیں ربخ میں
عیش و طرب کے ساتھ مزا ہے شباب کا

[illegible] ناطر ہو ذکی
مشتاق شوق ہو غزل انتخاب کا

مشکور [illegible] خانہ خراب کا
[illegible] شغل گل کا زمانہ شباب کا

[illegible] ہرگز نہیں [illegible]
دیکھا آپ زندگی میں تماشا حباب کا

[illegible] شہید [illegible]
دیکھا ہوا کے تخت میں تختہ گلاب کا

[illegible]
آنکھیں بیان کر گئیں افسانہ خواب کا

ہر غنچہ میں چھپی ہوئی اک بات ہے ذکی
گویا جواب ہے دہن لاجواب کا

دیکھا جو سبز رنگ بت سبز پوش کا
خون زہر ہو گیا دل خونابہ نوش کا
گویا صریر خامۂ معجز نگار سے
مضمون لڑ گیا ہے فغان سروش کا
شانو نپہ اس پری کے پریشان جو زلف ہے
انداز اوڑا ہے دل خانہ بدوش کا
وہ دل نہ وہ بہار نہ وہ پیچھے سے
افسانہ رہ گیا مرے جوش و خروش کا
دریا کی سطح پر قلم موج سے ذکی
تحریر حال کیجئے اشکوں کے جوش کا

یہ لطف ہے کہ تکلف ہے آشنائی کا
یہ دلبری ہے کہ فقرہ ہے دلربائی کا
نہیں خیال مجھے اس گل کی بیوفائی کا
بہار پر ہے مزا تازہ آشنائی کا
جگر کا داغ ہے شکل ہلال روز افزوں
خواہش ہے یہ کسی ناخن حنائی کا
مزے جہان کے اٹھائے یہ تھا کس کیا ہیں
کہ بندگی میں تماشا کیا خدائی کا
ذکی جہاں میں کیا کیا دو رنگیاں دیکھیں
جو رات وصل کی گذری تو دن جدائی

یہ کیا سبب ہے تکلف ہے مہربانی کا
تپاک سے ترے دھڑکا ہے بدگمانی کا
سنا ہے شہرہ تری غمزۂ نہانی کا
کہ جی تڑپنے لگا برق لن ترانی کا
ہنوز دشت جنوں میں غبار اڑتا ہے
نشان باقی ہے مجنوں کی بے نشانی کا
تڑپ اٹھے جو دل زار بیقراری سے
قیامت آئے جو ہو زور ناتوانی کا
ذکی رہی نہ کہیں جوہر سخن کی قدر
کسے دکھائیے انداز نکتہ دانی کا

نہ بند اب ہے رہ دوری میں دل ناداں کا
واحسرتا یاری چھوٹا تو گریباں کا
ہوس بادہ کہاں نشۂ مشتاقی ہے
لب ساقی کی گر رنگ ہو تو نمکداں کس کا
لے اڑی انجمن ناز میں دل کس کی نگاہ
چٹکیاں لینے لگا غمزۂ پنہاں کس کا

طرفہ موزوں رات حسن و عشق کا افسانہ تھا
شمع اک مصرعہ تو اک مصرعہ پروانہ تھا
بیچ میں تعبیر کے یوسف کو نیند آنے لگی
کیا جبا خواب زلیخا کا عجب افسانہ تھا
ہے قیامت کیا کیا ہو تفرقہ پرداز چرخ
کس مزے پر اتفاق جلسہ یاراں تھا
داغ ہو کر دل نے دکھلایا تماشا بہار
چشم تر کو اشتیاق جلوۂ جانانہ تھا

یہاں شب تار لحد میں شغل تنہائی ذوقؔ — صبح محشر تک زباں پر زلف کا افسانہ تھا

قاصد کے ہوش گم تھے یہ طرفہ ماجرا تھا — کہتا تھا کچھ زبانی اور خط میں کچھ لکھا تھا

مشکل حجاب کیا کیا آنکھوں سے رنگ دیکھے — کیا چشم تر کا ساغر جام جہاں نما تھا

وہ پیچ و تاب [illegible] کہ آنکھ جھپکی — تھی طور کی تجلی یا شعلۂ حنا تھا

اک بات پر تمہاری سوجی سے ہم [illegible] — کچھ بات اپنی تو ہو کیا جانیے وہ کیا تھا

سن سکو [illegible] ذوقؔ سے اے ستم شعار — خاموش کیوں ہوا تو گر دل میں ولولہ تھا

شب دفعہ اختلاط ہم دلستاں سے تھا — دل سے تپاک حرف شکایت زباں سے تھا

لانا نہ تھا رقیب کے آگے زباں پہ — شکوہ جو ہو کہیں اس بت نامہرباں سے تھا

افسردگی نے حیرت کہ یک دم مٹا دیا — ہر چند جوش گریہ کا مری شور فغاں سے تھا

حالت میں اپنی گرم فغاں تھا میں ہم صفیر — شکوہ بہار سے نہ گلہ باغباں سے تھا

آتش قدم تھے برق سے کی بوسہ [illegible] — شعلہ بلند گرد رہ کارواں سے تھا

کچھ دیر میں [illegible] ہم اپنے جہاں نہیں — پھر بھی خبر نہیں کہ علاقہ جہاں سے تھا

پھر وہ نہ آئے کہیں جو یہاں [illegible] ذوقؔ کی — معلوم کچھ ہوا کہ اشارہ کہاں سے تھا

شیشہ ساں سنگ جگر غم سے لہو کرتا تھا — تار حسرت سے گرہ بند رفو کرنا تھا

[illegible] دماغ سے ہوا خاطر صبا [illegible] — [illegible] پیراہن چمن کو نہ [illegible] کرنا تھا

رشتۂ جاں سے زلیخا کو حیا کی خاطر — چاک پیراہن یوسف کو رفو کرنا تھا

شب وصل گزر گئی تو سحر کو اپنا یہ حال تھا — دل [illegible] کہ یہ خواب تھا کہ خیال تھا

یہی ہائے خوب تھی زندگی کہ ہماری آنکھ ہی لگی — [illegible] شوق کا ابتدا تھا

گئے دن گزر جو شباب کے تو مزے جہان کے مٹ گئے — [illegible] تو کچھ زمانہ کا حال تھا

نہ وہ اختلاط کی گھات تھی نہ وہ ارتباط کی بات تھی — نہ تو دن وہ تھا نہ وہ رات تھی نہ وہ ماہ تھا نہ وہ سال تھا

ہمیں حال زار پہ کی نظر تو رہی نہ اسکو بھی کچھ خبر — ہوئیں حیرتیں [illegible] ادھر ادھر تو جواب تھا نہ سوال تھا

یہ [illegible] دل میں [illegible] مگر اپنی طبع نہ جمتی تھی — لکھیں اس میں [illegible] غزل ذوقؔ [illegible]

وہ غمزہ اس [illegible] چشم شرمگیں کا کہ خون ہو دل غزال چیں کا — وہ جلوہ افشاں جبیں کا کہ [illegible] جو دیکھے کا

نہفتہ غمزہ سے رمز پائی کھلی تغافل سے کج ادائی
کہ آفت جاں آشنائی حجاب ہے چشم شرمگیں کا

کھونٹیں اس شکریں دہن سے کہ رنگ اڑایا تری ہنسی سے
جو خندہ شمع انجمن سے مزا ٹپکتا ہے انگبیں کا

زبان ہمنشیں کا ماجرا ہے کہ عبرت افزا یہ برملا ہے
زبانچہ یار و نکے رہ گیا ہے جو ذکر باقی ہے کہیں کہیں کا

ثنا جدا ہے گماں سے باہر کہ آئینہ ہے وہ روئے انور
دھواں سا ہے شعلہ وار منہ پر یہ عکس گیسوئے عنبریں کا

اگر وہ ملبوس میں زری کے دکھائے انداز دلبری کے
تو اڑ چلے ہمیں سایہ پر کے کہ تمغہ اس شوخ نازنیں کا

ہوا یہ روشن سخن کا جوہر کہ ہر سخنور کی ہے زباں پر
کیا ہے مہر فلک سے برتر ذکی نے ہر ذرہ اس زمیں کا

تا مرگ درد عشق نہ ہم سے جدا ہوا
زیر کفن بھی ہاتھ ہے دل پر دھرا ہوا

نالہ ضعیف دل سے کہاں آئے لب تلک
منزل بڑی ہے اور مسافر تھکا ہوا

کیا کیا مجنوں نے ہیں اٹھائیں مصیبتیں
کس کس کا آشنا دل درد آشنا ہوا

اب تک فغاں بلند ہے سیلاب کوہ سے
شیریں جو کوہ کن کو نہ روئی تو کیا ہوا

اچھا ہوا کہ عشق کی رسوائیاں ہوئیں
کچھ ہم سے آشنا تو وہ نا آشنا ہوا

غریب [illegible] کا فسانہ ہوا
بہار ذوق [illegible] پڑا محبت کا بہانہ ہوا

بہار تازہ دکھائی خزاں کی آتش نے
کہ لالہ زار خس و خار آشیانہ ہوا

بسے ہوئے تھے دلوں میں ہزار ہا نیرنگ
طلسم ہستی موہوم اک بہانہ ہوا

یہ جوہر ابر بہار سخن کے دیکھ ذکی
قلم سے گرتے ہی نکتہ در یگانہ ہوا

پھر بے قرار شور جنوں تازہ دم ہوا
پھر آفتاب حشر کا تیغا قلم ہوا

اے رشک حور دیکھ کہ اشکوں کے داغ کی
شہر چراغ دامن باغ ارم ہوا

طوفاں اٹھیں گے انجمن حسن و عشق میں
تر دامن نگاہ گر اے چشم نم ہوا

دل کے دھوئیں سے قیس کا سینہ ہوا سیاہ
لیلیٰ کا خیمہ گاہ سواد حرم ہوا

مضموں سیاہ مست نکلنے لگے ذکی
گویا قلم شراب کی اپنا قلم ہوا

[illegible] داغ یہاں جیب پہ پیدا ہوا
کا [illegible] پیدا [illegible] گیسو کا جب آشکار ہوا

[illegible] سے پیدا [illegible]
جلوہ [illegible] آوارہ ہوا

[illegible] آئینہ [illegible]
[illegible] مضموں کدورت [illegible] ہوا

خاک سے کشتۂ لب کے ہے چمن میں یہ اثر
خون پڑکا دہن غنچہ اگر باز ہوا

کہہ پھر اپنا گلستان معانی میں ذکی
کوئی پیدا نہ جواب بلبل شیراز ہوا

یہاں طپش سے مطلب سرگشتگی حاصل ہوا
شعلۂ جوالہ بیتابی سے داغ دل ہوا

جلوہ گر چشم سے حال دل بیتاب ہوا
یاں عیاں آئینہ سے جوہر سیماب ہوا

چھپ گیا ذکی کدورت سے طبیعت کا فروغ
لکۂ ابر نقاب رخ مہتاب ہوا

سجدۂ قبلہ ابرو نہیں زنہار قبول
قد جو پیری میں دوتا صورت محراب ہوا

دور ہستی میں خرابی کے جو دیکھے ساماں
دل خورشید سحر ساغر خوناب ہوا

باغ معنی کی بہار اب ہے زمانہ میں ذکی
فیض سلطان سخنور سے جو شاداب ہوا

مذکور حسن و عشق اب افسانہ ہو گیا
خواب و خیال جلسۂ یارانہ ہو گیا

ہم ہیں کہ تجھ پہ مرتے ہیں اے شوخ بیوفا
دل ہے کہ جان بوجھ کے دیوانہ ہو گیا

اب چشم و دل سے کام حریفانہ لے ذکی
انجام دور شیشہ و پیمانہ ہو گیا

جب تیرے شہید و نے کہو لگکر کفن دیکھا
سینۂ غم کے داغوں سے تو غیرت چمن دیکھا

برق طپش جب تجلی اس نگاہ جادو سے
زرد ماہتابی سا شعلۂ آتش دیکھا

صبح شعلۂ فانوس گل ہوا کہ اس گل کا
شبنمی دوپٹے میں پھول سا بدن دیکھا

کس قدر چمن آرا داغ دل ہے بلبل کا
آفتاب محشر کو شمع انجمن دیکھا

آنکھ میں سمائی ہے جو لطافت اس تن کی
خون دل ذکی ہے قطرہ یاسمن دیکھا

یہاں طپش سے شور محشر آشکارا ہو گیا
داغ دل صبح قیامت کا ستارا ہو گیا

برچھیاں تو چپ لگیں دلبر نگاہ یار کی
غمزہ کافر کا جب پنہاں اشارا ہو گیا

شوق آنکھوں سے دکھاتا ہے بہار نیرنگ اں
لالۂ باغ ارم داغ تمنا ہو گیا

تو ہوا گرم سخن او کھل گیا راز نہاں
تو ہنسا اور غنچہ تصویر گویا ہو گیا

آہ سوزاں ہر دل دانا کو شمع راہ ہے
رہنمائے کارواں شوق زلیخا ہو گیا

شب جو پہلو میں در آغوش عیش را دیکھا
چاند کے ہالہ آغوش میں تارا دیکھا

بیچ ساں داغ ہوا زشت اپنا دل زار
اس پری کو جو کہیں انجمن آرا دیکھا

شعلہ پنہاں جگر سنگ میں ہے جلوہ نما
آتش عشق کہیں بھڑک اٹھے نہ ذکی

دریا میں ہے عکس رخ تاباں کا تماشا
کچھ اور ہے باقی ہوس اپنے کو وہ کن وقتیں
ان آنکھوں میں ہے جلوہ گری شعلہ رخوں کی
ہر غنچہ ہے اک طفل پریزاد کے مانند
سرگشتہ بگولے کی طرح خود ہیں ذکی ہم

بگڑ گئی جو کسی سے تو پھر مزا نہ رہا
یہ طرز ہے کہ بناوٹ ہوئی ہوئی ہو لی
لب فغاں سے ٹپکتا ہے رنگ عشق ذکی

بیچ کر آپ ہوئے تجھکو خریدار کیا
مہ کنعاں کی زلیخا نے خریداری کی
گو ملاقات ہے کچھ کہہ نہیں سکتا قاصد

چشمک پنہاں کی شوخی نے اثر پیدا کیا
دیدۂ خونیں سے پھر چمکا ستارا اشک کا
آگیا پیری میں دل پر نشۂ افسردگی
ہو گئے از خود رفتہ ہم طرز آشنائے غم ہوئے
تازہ پھر ہمنے کیا طرز غزل خوانی ذکی

فصل گل نے چاک دل میں گھر پیدا کیا
برق کی صورت سدا شور طپش سے کام ہے
جب گئی ہمراہ قاصد کے نگاہ انتظار
عالم آشفتگی سے خوب کہتے ہیں خبر
زہر کھایا سبزہ رنگوں کی محبت میں ذکی

ہم میں خورشید کے پیراہن خاک دیکھا
اختلاط اس سے بہت گرم ہمارا دیکھا

ہر موج میں ہے شہر چراغاں کا تماشا
یا دیکھیے کوہ و بیاباں کا تماشا
آئینہ محل میں ہے پرستاں کا تماشا
سیر چمنستاں ہے پرستاں کا تماشا
پھر خاک کریں گے گنبد گرداں کا تماشا

ادہر تو ناز و تغافل ادہر گلا نہ رہا
یہ رمز ہے کہ تکلف رہا رہا نہ رہا
ہزار ہمنے چھپایا مگر چھپا نہ رہا

ہمنے اے دشمن جانی تجھے ہشیار کیا
عشق نے حسن کو رسوا سر بازار کیا
کچھ نہ انکار کیا اس نے نہ اقرار کیا

غمزۂ کافر نے چوری کا ہنر پیدا کیا
پھر ادا نے یہاں رنگ سحر پیدا کیا
عاقبت جام صبوحی نے اثر پیدا کیا
آپ جو گذرے تو اسکے دل میں گھر پیدا کیا
پھر بہار عشق نے رنگ دگر پیدا کیا

ہمنے گل کھا کھا کے سو ٹکڑے جگر پیدا کیا
بیقراری کے لیے ہمکو مگر پیدا کیا
نقش پا نے چشم حیراں کا اثر پیدا کیا
اپنے عالم میں ہمیں گو بیخبر پیدا کیا
جھنڈ لی رنگوں کے غم میں دردسر پیدا کیا

جب سامنے کبھی وہ پریزاد آگیا
دیوانہ پن کبھی کا ہمیں یاد آگیا

دیرینہ شوق شورِ جنوں یاد آگیا
یہ کیا خیال اے دلِ ناشاد آگیا

مطلب تھا بیستوں کی خرابی سے عشق کو
تیشہ کے سامنے سرِ فرہاد آگیا

بیخود ہے اے اسیرِ قفس کس خیال میں
ہشیار ہو کہ موسمِ فریاد آگیا

ضبطِ نفس کی ہونے لگیں دم شماریاں
نزدیک عرصۂ لبِ فریاد آگیا

ہم بھی چلیں گے آپ سے ہوکر ذکی غبار
گر کاروانِ نکہت برباد آگیا

گذری بہار نالہ و فریاد رہ گیا
افسانہ وار عہدِ جنوں یاد رہ گیا

سب ہمصفیر قید سے چھوٹے بہار میں
اک میں اسیرِ الفتِ صیاد رہ گیا

ہونٹوں پر آگئی جو مری جانِ ناتواں
حسرت سے مجھکو دیکھکے جلاد رہ گیا

عشرتکدے تو دورِ فلک نے کیے خراب
ویرانۂ جنوں مگر آباد رہ گیا

کس کام پھر تو اے دلِ ناشاد آئیگا
پھر پھر کے کیا یہ موسمِ فریاد آئیگا

ان ہجرتوں سے چھوٹ کے تڑپینگے مدتوں
یہ چہچہے چمن کا بہت یاد آئے گا

اے وائے بیخودی کہ خبر ہو گی اس گھڑی
جب تیغ سر پہ کھینچکے جلاد آئے گا

طے کرچکا ہے ناقہ بیاباں بیخودی
آگے جنوں کا دشتِ غم آباد آئے گا

کسکو یہ ہوش ہو کہ اسیری ہے گھات میں
کسکو خبر ہے باغ میں صیاد آئے گا

وحشت سے رسم و راہ چھٹیگی تو اے ذکی
کیا کیا تپاکِ دل کا مزا یاد آئے گا

صاحب لوٹکا بعدِ فنا نام رہ گیا
جمشید کا نہ تاج نہ وہ جام رہ گیا

صیاد نے خبر بھی نہ لی مرغِ دل کی حیف
آخر تڑپ تڑپ کے تہِ دام رہ گیا

قاصد نے آکے بات زبانی نہ کچھ کہی
خواں ہمکو شوقِ بوسہ بہ پیغام رہ گیا

دیکھا جو زرد رنگیٔ عشاق کا کمال
حیرت میں آفتابِ لبِ بام رہ گیا

فصلِ بہار میں نہوئے ہم شگفتہ دل
شورِ جنوں کا مفت میں الزام رہ گیا

کیا کیا مزے اٹھائے حریفوں نے اے ذکی
اک تو ہی بزمِ عشق میں ناکام رہ گیا

جادو ہے کہ غمزہ ہے کسی رشکِ پری کا
شوخی میں اثر برق کی ہے جلوہ گری کا

اس چشم فسوں ساز سے لڑتی ہیں نگاہیں
اس کافر بے رحم کو پروا نہیں زنہار
اس زلف پریشاں کی ہمیں یاد خوش آئی
محفل میں حریفوں کی دل افسردہ ہیں لیکن
اک برق سی چمکی نگہ شعلہ فشاں میں
عنقا کی طرح نام کو رہ جائے گا جوہر
آنکھوں سے مری صورت حیرت ہے نمایاں
دزدیدہ نگاہوں میں تکلف ہے زیادہ
پیری میں ذکی عشق کی رخصت کا سماں ہے
حیرت ہے ذکی محفل یاراں عدم میں

دہشت کا ہے گرد دل کی بیٹھے ہے جگری کا
قائل ہوں میں اے آہ تری بے اثری کا
کیا رنگ ملا مصرعہ شوریدہ سری کا
پروانے کو ہے داغ چراغ سحری کا
دیکھا جو ہو کا بدن اس رشک پری کا
چرچا ہے جہاں میں جو ہمی بے ہنری کا
آئینہ ہے انداز تری جلوہ گری کا
کافر کو گماں ہے جو مری بد نظری کا
ہر داغ میں ہے جلوہ چراغ سحری کا
افسانہ سنا ہے جو مری بے خبری کا

چشم میں ہو جو نگاہ شرر افشاں پیدا
گرد سر ریگ ہوا آبلۂ پا کا غبار
دل میں خوں ہو گئیں افسوس وہ پہلی ہوسیں
کیا گلستاں عدم میں ہیں ہم شادی و غم
کیا نشاں قافلۂ رفتہ کے گم ہیں کہ ذکی
یوں ہوئے داغ دروں زیر گریباں پیدا
چاہیے داغ نمایاں جگر چاک کے ساتھ
سبزۂ رخسار کا محبوب پہ [illegible] نہیں
وہ جو پہلی ہی غزل کی غلط [illegible]
ہوگیا [illegible] ندامت ہے ذکی

صف مژگاں پہ کروں شہر سپاہاں پیدا
اتنے ذرے نکل ریگ بیاباں پیدا
اب تمنا ہے کہ پھر ہوں نئے ارماں پیدا
گل خنداں جو ہوئے چاک گریباں پیدا
نقش پا ہے نہ کہیں گرد بیاباں پیدا
جس طرح شعلہ ہو فانوس میں پنہاں پیدا
ہوئے خورشید و سحر دست و گریباں پیدا
ہے گلستاں کے ورق پر خط ریحاں پیدا
سبزۂ گور ہوا خضر بیاباں پیدا
[illegible] کیا ہم کو پشیماں پیدا

یاراں [illegible] وہ باقی نشاں رہا
[illegible] دل کو [illegible] شگفتگی
پایا [illegible] آہ کو [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]

دور جہاں میں اب ہیں قیامت خرامیاں
نہ وہ زمیں رہی ہے نہ وہ آسماں رہا

عالم میں فیض لطف طبیعت سے اے ذکی
جوں بوئے گل عزیز رہا میں جہاں رہا

شب فراق میں گرم انتظار رہا
دل ستم زدہ پہلو میں بیقرار رہا

مزا نہ زیست کا اے جان بیقرار رہا
کہ یہاں وہ دل نہ وہاں عالم بہار رہا

مزا نہیں جو گلستاں میں چار دن مہماں
مسافروں کی طرح موسم بہار رہا

کسی نے بھی مری افتادگی پہ کی نہ نگاہ
عدم کے قافلہ والوں کو میں پکار رہا

ذکی فراق کی تاثیر سے ہوئے یہ بھی
چمن سے دور مرا سبزہ مزار رہا

چمن میں جا کے فغاں سے جو بار بار گیا
تمام ہزار گیا ماتم بہار کیا

مثال شمع یہ کی اشک و آہ کی خاطر
کہ سر کا طرہ بنایا گلے کا ہار کیا

ٹپک کے اشک گرے چشم تر کے دامن پر
جو خندہ لب ساغر نے شرمسار کیا

کیا جو ہم نے دل خستہ جاں کو شوق سے داغ
نگہ کو سوختہ برق انتظار کیا

شرر گرا کے مضامیں سوز دل سے ذکی
قلم نے صفحۂ مکتوب زر نگار کیا

کیا کہا میں نے کہ جو ہجر کی سزا اور ہو
بات کیا منہ سے نکالی کہ گنہگار ہوا

بھیگے بالوں کو جو ہاتھوں سے نچوڑا تم نے
شعلۂ رنگ حنا زور دھواں دھار ہوا

ہر سخن میں ہے یہی رہتا ہے تکلف کا خیال
بات کہنا بھی ترے سامنے دشوار ہوا

اک جہاں ہے کہ نہیں لطف نگہ سے آگاہ
ایک میں ہوں کہ ترا کشتۂ دیدار ہوا

بلبل ہم سرا تھا چمنستاں میں ذکی
اس کے کوچہ میں تری صورت دیوار ہوا

جب وقت شور اپنے دم سرد کا اٹھا
خورشید صبح حشر وہیں تھر تھرا اٹھا

اٹھکھیلیوں سے اسنے بجائیں جو تالیاں
شعلہ سا نکلے طائر رنگ حنا اٹھا

شب ہجر میں نہ فرصت شور و فغاں ہوئی
دلمیں تو اپنے درد نہاں بار ہا اُٹھا

دل ... گیا ہے زمانے کی سیر سے
یہ طائر خیال جہاں سے اُٹھا اُٹھا

مژگاں کی چاشنی لب حسرت سے لو ذکی
پایا بوسۂ لب نمکیں کا مزا اُٹھا

کھینچے گیا جو چشم تصور میں گلستاں نہ رہا
خانۂ آئینہ میں بھر حیرانی باندھا

صبح محشر سے ہوئی سینۂ صد چاک کی شرط
چشم نے نوح کے طوفان سے دامان باندھا

کیا کہیں قتل پہ عشاق کے باندھی ہے کمر
خیر ہے آپ نے کیوں گوشۂ دامان باندھا

ہمنے چاک جگر و داغ دروں کا مضمون
مثل خورشید و سحر دست و گریبان باندھا

شوخ مضمون ہے ذکی زلف سخن کا پابند
دام تصویر میں آہوے بیابان باندھا

طرز سخن مرقع نیرنگ ہو گیا
کاغذ طلسم خانۂ ارژنگ ہو گیا

جب آفتاب داغ تمنا ہوا طلوع
دریائے چشم تر شفقی رنگ ہو گیا

کیا لطف زندگی تھا بہار شباب میں
ہستی کی انجمن میں عجب رنگ ہو گیا

شادی میں حسن و عشق کی ٹھہریں جو نسبتیں
وحشت سے نامزد دل بے ننگ ہو گیا

جیسے نگاہ یار جو ترچھی ہوئی ذکی
نالہ مرا تو لب پہ کج آہنگ ہو گیا

یہ بزم دہر میں ہے احترام شیشے کا
کہ جلوہ گاہ پری ہے مقام شیشے کا

یہ اہل دل کو ہے مستانہ وجد اے صوفی
کہ دیکھتے ہیں قعود و قیام شیشے کا

جابجا گرم ہے چرچا دل سودائی کا
ہر زباں پر ہے سخن عشق کی رسوائی کا

عشق ہے رنگ حنا کو کہ یہ کس خوبی سے
بوسہ لیتا ہے ترے ہاتھ کی زیبائی کا

حسن کی سیر ہی منظور تو رہتے ہر آن
آئینہ پیش نظر چشم تماشائی کا

وحشت آباد جنوں میں جو بگولے دیکھے
لے اڑا شوق ہمیں بادیہ پیمائی کا

عالم حشر میں دل کسکا بہلتا ہے ذکی
کہ اٹھایا ہے مزا قبر میں تنہائی کا

سودے کا رشتہ زلف گرہ گیر سے ہوا
جاری جنوں کا سلسلہ زنجیر سے ہوا

پرواز سے کہیں تری دل کی کدورتیں
مطلب عیاں لپیٹ کی تقریر سے ہوا

یکجا ہوے جو منزل وحشت میں حسن و عشق
خلخال کا مقابلہ زنجیر سے ہوا

دریا میں بیتاب در آیا جو وہ نگار
نیرنگ طرفہ جلوۂ تنویر سے ہوا

پایا سواد نقش جبیں سے کہاے ذکی
ظاہر لکھے قلم ید تقدیر سے ہوا

آج تو نشہ ہے کچھ اور بہت رعنا اوترا
انکھڑیاں بھی ہیں چڑھی چہرہ بھی اوترا اوترا

بوسہ عارض کا لیا ہمنے بلائیں لیکر
کس تکلف سے ترے حسن کا صدقہ اوترا

یہ لیسی دل میں ذکی باغ مضامیں کی ہا
کہ نگاہوں سے پرستانکا تماشا اوترا

چل بسے اہل جنوں خالی بیاباں ہو گیا
جا بجا الجھا ہوا کانٹوں میں داماں رہ گیا

ہنسی کے لطف اٹھے جو غضب میں یار آیا
ملی جو بوسہ پہ گالی تو اور پیار آیا

جنوں کے ساتھ میں کوچۂ زلف جاناں کے
ادھر ادھر دل گم گشتہ کو پکار آیا

نگاہ پیچھے برگشتگی نصیبوں کی
کہ انتظار میں ہم مر گئے تو یار آیا

ہوائے غم سے ہوئے تازہ دل میں داغ کہن
یہ گل کھلے کہ یہاں موسم بہار آیا

شفق عیاں ہے جو صبح شب فراق کی
نظر میں خون ہوا لطف انتظار آیا

جو زرد پوش کوئی رشک آفتاب آیا
شکستہ رنگی مہتاب کو حجاب آیا

گر یہی دل ہے تو ہوتی ہے تمنا کیا کیا
یہی آنکھیں ہیں تو دیکھیں گے تماشا کیا کیا

جلوۂ حسن بتاں شورش خونابہ فشاں
ہو جزن چشم کے کوزے میں ہیں دریا کیا کیا

صورتیں دیدہ و دل سے تو نمایاں ہوئیں
دیکھیں اب ٹوٹ کے ہوں ساغر و مینا کیا کیا

گرد سے داغ نہاں رنگ کی زردی سے عیاں
حال پوشیدہ ہوئے آہ سے پیدا کیا کیا

عاشقانہ سخن اب تک تو ہے عالم میں ذکی
دیکھیے آگے زمانے میں ہو چرچا کیا کیا

دیوانہ اس گلی میں دل زار ہو گیا
سایہ پری کا سایۂ دیوار ہو گیا

قامت سے دلبروں کی قیامت ہوئی بپا
فتنہ خرام ناز سے بیدار ہو گیا

تاریک شب میں جلوۂ رخ یار نے کیا
مشعل کا کام آتش دیدار نے کیا

پھر لائیں دل کو جوش پہ اب گرم جوشیاں
سودا جو تازہ گرمی بازار نے کیا

تا سے بنا سے صبح بنا گوش نے گزر
بجلی کو برق جلوۂ رخسار نے کیا

فضل و کرم پہ اس کے بھروسہ ہے یا ہوس
کیا وجد بندگان گنہگار نے کیا

پرساں حال کچھ نہ ہو سکے ضعیف صفیر
نالہ ہزار مرغ گرفتار نے کیا

جو خط میں نام کو سوز نہاں بیاں ہوتا
تو جانے نقش نگیں داغ کا نشان ہوتا

ہنسی ہنسی میں کیا تم نے زخم دل تازہ
نمک چھڑکتے تو ایسا مزا کہاں ہوتا

شب وصال نہ تڑپا یہ دل تو خوب ہوا
کہ ہم کو جان سے جاتے وہ بدگماں ہوتا

نگاہ تند نے بھڑکائی آگ دل میں ذکی / وہ شوخ پیار میں آتا تو یاں کہاں ہوتا

غفلت میں کام دل ہمیں کے جستجو ملا / اپنی تلاش تھی کہ نصیبوں سے تو ملا
ہر طرح جور و ظلم روا رکھ پر اے صنم / یوں دل کو خاک میں نہ مرے رو برو ملا
ق
گذرے جو بعد مدتوں بزم ہم وہاں / ہو کا مقام عرصہ گہ یاس وہو ملا
ٹوٹے ہوئے پڑے تھے کہیں نظر کاسہ ہائے / شیشہ بغیر نہ جام ملا نہ سبو ملا
تحریر حال گریہ ہے منظور تو ذکی / پانی کی جا مداد میں دل کا لہو ملا

تو نے کیا ہم سے علاقہ بہت نادان چھوڑا / ہم ہی چوکے جو ترا گوشۂ داماں چھوڑا
آسماں تازہ کرے ڈھنگ دل آزاری کا / رنگ اوڑا سے جو ترے جامۂ زنگاری کا
اک بوسے کے طلب پر یہ گراں ہے خاطر / اور پھر حوصلہ ہے دل کی خریداری کا
خواب غفلت کا خیال آئے شب ہجر میں کیا / لطف اٹھایا ہے شب وصل کی بیداری کا
نکہوں رشک سے زنہار نصیب دشمن / نام لوں گر میں غم عشق کی بیماری کا
کیوں ہوئے کشمکش عشق سے دلتنگ ذکی / حوصلہ رکھتے تھے گر شرط وفاداری کا

غمزۂ بیباک مشتاق دل آرائی ہوا / مژدہ اے شور جنوں ساماں رسوائی ہوا
جاں کے جانے کا ہجر یار میں کچھ غم نہیں / بے تجھے چھٹنا پر غضب ہے رنج تنہائی ہوا
گرم ہے تجھ سے نظارہ بازوے نظم / جلوہ آرائی نہیں کیا شوق دل آرائی ہوا
جب سے دیکھیں انکھڑیاں متوالیاں اس شوخ کی / لطف از خود رفتگی کا میں تمنائی ہوا
بے تکلف ہم نے دیکھا جلوۂ حسن اے ذکی / جب وہ مست ناز مصروف خود آرائی ہوا

وہاں لے تو گیا نامہ و پیغام ہمارا / پر لے نہ سکا نامہ رساں نام ہمارا

بیخود جو دل ساقی سرشار نے کیا / کار شراب شربت دیدار نے کیا
مقتل میں بسملوں کے ہے چہرہ شکستہ رنگ / یہ کھیت سنگ کے چاند سے رخسار نے کیا
گذرے جو گرم آبلہ پاؤں کے قافلے / طعنہ چمن پہ وادی پر خار نے کیا
اس گل کے جہاں ملنے سے جو پائی مراد دل / روشن چراغ روزن دیوار نے کیا
چمکا جو دل کا داغ گریباں میں اے ذکی / کار شعاع مہر ہر اک تار نے کیا

کبھی تو ان پہ ہمیں بھی نصیب ہو یارب
کہ دل سے دوست ہمارا حبیب ہو یارب

زبان حال سے وحشت میں شور ہو کب تک
کوئی تو اپنے سخن کا مجیب ہو یارب

یہ آرزو ہے کہ اس سے کہو دل میں رفع حجاب
کبھی جو لطف میں وہ دلفریب ہو یارب

عطا کرے اپنے کرم سے وہ خاطر ہموار
کہ ایک حال فراز و نشیب ہو یارب

شب فراق میں ہر دم یہ ہو دعائے ذکی
وصال دلبر صنم ہاں نصیب ہو یارب

دل ہے نذر رخ آتش دیدار کا سبب
میں ہوں کسی کی گرمی بازار کا سبب

آنکھیں چھپائے اسکے شرم سے نیچی نگاہ کی
سمجھے وہ حیرت دل بیمار کا سبب

آتا ہے ننگ اسکو محبت کے نام سے
اے دل یہی ہوا غضب یار کا سبب

بیمار چشم یار سے معلوم کیجئے
مجھسے نہ پوچھیے مرے آزار کا سبب

حسن سخن سے رمز یہ پائی کہ اے ذکی
خوبی کا عشق خوبی اشعار کا سبب

آشکارا ہے لب ساقی سے پیمانے کی بات
انکھڑیاں متوالیاں کہتی ہیں میخانے کی بات

طور پر کیوں ہو اشتیاق جلوہ دیدار سے
یاد ہو گی وادی ایمن کی ویرانے کی بات

کم کہو قصہ ہمارا بزم حسن و عشق میں
گل سنے روداد بلبل شمع پروانے کی بات

ہم اکیلے روتے ہیں برہم ہوئی بزم نشاط
حسرت اے شمع سحر ہے یہ تو مرجانے کی بات

غمزہ خونریز نے پیدا کیا دل سے تپاک
سن سکے کیونکر برق تبسم سے تڑپ جانے کی بات

ہر گھڑی تو رستہ کا دل خون ہوتا ہے ذکی
سن سکے بلبل کی زبانی اپنے غم کہانے کی بات

ہاتھ سے چھوڑوں نہ شب بھر دامن گیسوئے دوست
تا سحر آنکھوں سے دیکھوں آفتاب روئے دوست

ہو گئی برباد شاید وہاں ہماری مشت خاک
کچھ غبار آلودہ آتی ہے نسیم کوئے دوست

خاک ہونے سے مرے ہے اسکی خاطر پر غبار
عکس دل ہے جلوہ گر آئینہ سے پہلوئے دوست

زخم دل کی شکل چشم منتظر ہی دیکھیے
اور کیا کیا گل کھلائے نرگس جادوئے دوست

طاق نسیاں پر اسے کیونکر کوئی رکھے ذکی
مطلع دیواں اگر ہو مطلع ابروئے دوست

آتشفشاں ہے مرغ چمن کی سخن میں آج
ہے طرہ بہار پریشاں چمن میں آج

یاد آ گئی بہار جو سینہ عشق کی
شعلے بھڑک اٹھے مرے داغ کہن میں آج

شاید کیا ہی خون کسی بیقرار کا
ہنستا ہے وہ کہ ہونٹوں پہ سرخی ہو پان کی
ہیں سب کے زرد رنگ کہ آیا وہ شعلہ رو
غربت کی اپنے دی ہی خبر جو نسیم نے
سودے سے کیا دماغ پریشاں ہو ذکی

ہے عیاں معنی اقرار سے انکار کے بیچ
کرتے ہیں جلوہ تماشا م دشمن کا نیرنگ
پیچ و تاب دل عاشق کے سوا اور کہیں
نہیں منظور غم زلف کی خاطر شکنی
پیچ و تاب غم دوری سے ہو بیتاب ذکی

سوز سخن ہی معنی چاک جگر کی شرح
زلف سخن ہی طرۂ پیچاں کی ترجمان
دیکھا جہاں کے ہم نے سیاہ و سفید کو
آنکھوں کے شوق دید سے دل ہو گیا ہی داغ
جوہر کی قدر کھلتی ہی معنی شناس سے
تا موشگافیاں ہوں سخن میں تیرے ذکی

نشان زیست جو ہی نقش آب کے مانند

آہ و فغاں کے ساتھ نہیں کچھ نشان درد
ہوا انجمن میں دہر کی حیرت کا اک سماں
گلزار غم کو نالۂ سوزاں نے آگ دی
جو گل کھلا سو چاک جگر ہی نظر پڑا
وہاں بیٹھا ہوں آتش فروش جگر ذکی

حسرت گل نے سفر پھر نہ لیا میرے بعد

شوخی ہی تیر غمزۂ خاطر شکن میں آج
آتش لگی ہی خرمن برق یمن میں آج
جتنا بیاں تھی چھٹنے لگیں انجمن میں آج
ہی داغ مہر سینۂ صبح وطن میں آج
آشفتگی ہے زلف نسیم سخن میں آج

ہم نہ سمجھے سخن نامہ بریار کے بیچ
زلف میں الجھے ہیں گلنار جو دستار کے بیچ
تا قیامت نہ کھلے شوخی رفتار کے بیچ
ورنہ ہم خوب سمجھتے ہیں کچھ سرکار کے بیچ
جسکو خوش آتے ہوں اس کا گل حمدار کے بیچ

مطلع ہے آفتاب کا رمز سحر کی شرح
نازک خیال ہیں کسی موئے کمر کی شرح
ہی صاف صاف نسخۂ شام و سحر کی شرح
سینے کے گل ہیں خوبی باغ نظر کی شرح
فہم سخن ہی نسخۂ علم و ہنر کی شرح
لکھ موقلم سے نکتۂ زلف و کمر کی شرح

تمام آبلہ ہیں ہم حباب کے مانند

گویا خموش ہی جرس کاروان درد
کہئے زبان حال سے گر داستان درد
سوز دروں نے پھونک دیا گلستان درد
ہے نخلبند باغ جہاں باغبان درد
بازار عشق میں جو کسی ہو دکان درد

پا بہ زنجیر رہی موج صبا میرے بعد

لالہ رویوں کا جگر غم سے مرے داغ ہوا
تازہ گل باغ محبت میں کھلا میرے بعد

اپنی قسمت سے جہاں میں وہ ہوئی ہے نایاب
ڈھونڈنا درد محبت کی دوا میرے بعد

نہ سنا خار بیاباں کا زبانی پیغام
وہاں سے آیا نہ کوئی آبلہ پا میرے بعد

سخن اپنا جو نمک شور جنوں ہے تو ذکی
یار پڑھ پڑھ کے اٹھائیں گے مزا میرے بعد

اک شور تازہ ہو طپش دل کو دیکھ کر
محشر تڑپ اُٹھے ترے بسمل کو دیکھ کر

بھڑک گئے غزال بیاباں قدس کے
آوارگان عشق کی منزل کو دیکھ کر

ہنس ہنس کے چٹکیوں میں اوڑاتی ہے کیا بہار
نالاں ہوا ہے گل میں عنادل کو دیکھ کر

مقصود کا مقام بہت دور ہے ابھی
مرتے ہیں یار پہلی ہی منزل کو دیکھ کر

معشوق چاہتے ہیں کہ چاہے ہمیں ذکی
پریوں نے غش کیا ہے مرے دل کو دیکھ کر

دکھا گئیں اداے اُن آنکھوں نے مہرباں ہو کر
نگاہ برق ہی غمزہ آشنا ہو کر

یہ کیا ستم ہے کہ جیتے ہو یار ہیں تنگ ... ذکی
یہ کیا غضب ہے کہ ہنستے ہو تم خفا ہو کر

سے یہ ... کنج قفس میں ہم تو ذکی
کہ ہم صفیر چلے قید سے رہا ہو کر

[illegible] فرمائے بہار
امید ... چھوڑتے کر کر کے قربان بہار

[illegible]
آنکھوں سے ... بہار

جلوہ افشاں ... [illegible]
[illegible] بہار

[illegible]
[illegible] بہار

[illegible] غرق حسن کی
[illegible] بہار

[illegible]
[illegible]

[illegible] کا مقام
[illegible]

عشق کی [illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

کس جگرسوزی سے داغ عشق [illegible] ذکی ۔ کیا گریباں چاک ہوتے ہیں جو آتی ہے ہوا

شمع دلسوز نے گل کھائے ہیں پروانے پر ۔ مر گئی ہے عاشق جانباز کے جل جانے پر
ہوئے ساقی سے خجل وہ اوری کم ظرفی دل ۔ بوسۂ لب کی طلب پہلے ہی پیمانے پر
اب یہ سوچے کہ بناوٹ کی لگاوٹ تھی تجھے ۔ مدتوں بھولے رہے ہم ترے یارانے پر
داغ ہوتا تھا ہی غم سے دل زار کہاں سے ۔ شمع ہنس دیتی ہے پروانے کے جل جانے پر
بچ گیا جو حصہ بہت اب وہ مزا دور گیا ۔ جان کیوں شمع سحر دیتی ہے پروانے پر

قسمت نے کیا مجھ کو گرفتار اڑا کر ۔ صیاد نے چھوڑا ہمیں سو بار اڑا کر
اس شوخ جفاکار کی معشوق نگاہیں ۔ لیجاتی ہیں آنکھوں میں دل زار اڑا کر
چھپکانے لگی برق بھی سوچ کی نظر کو ۔ انداز نگاہ بت خونخوار اڑا کر
معنی یہ جو ہیگا نہ ذکی اپنے سخن میں ۔ مضمون لیے جاتے ہیں اغیار اڑا کر

غش ہے نگہ شوخیٔ انداز ناز پر ۔ جی لوٹتا ہے غمزۂ عاشق نواز پر
گر ہو روش یہی تو قیامت بپا ہوئی ۔ یہ ناز ہے تو قہر ہے چال نیاز پر
مژگاں کی ہو کلا سے جمال بہار کی ۔ کھینچیں شبیہ دیدۂ لطف رہ باز پر
ہم دلپہ کھینچتے ہیں وہ کاغذ پہ شکل دوست ۔ ہم ہیں حقیقتوں پہ تو مانی مجاز پر
دل کو ہوس اشتیاق تماشا تو کیجئے ۔ فرمائشیں زمانہ نیرنگ ساز پر
مضمون سوز دل کا اثر دیکھنا ذکی ۔ خوں ہے زبان خامۂ معنی طراز پر

پامال غم کی اس کف پا کو نہو خبر ۔ دل خون ہو اور رنگ حنا کو نہو خبر
چوری سے بوسہ لیجئے پائے نگار کا ۔ اس رنگ سے کہ دزد حنا کو نہو خبر
پردے میں آنکھ لڑتی ہے اس شوخ سے ۔ پردہ رہے کہ شرم و حیا کو نہو خبر
دل بستگان الفت صیاد [illegible] اسیر ۔ یارب کہیں چمن کی ہوا کو نہو خبر
پنہاں [illegible] ذکی ۔ اس رنگ سے [illegible] کو نہو خبر

[illegible]
[illegible]

تعظیم سے کہ پردے میں بناتے ہیں مجھے آپ
ہیں خوب سمجھتا ہوں یہ توقیر کے انداز

کی دید جو آنکھوں نے رہا محو تماشا
ہم پا گئے قاصد تری تاخیر کے انداز

باتوں میں لگا لینے کے ڈھب یاد
سمجھا نہیں ذکی آپ کی تقریر کے انداز

جلوہ گر تیغ کا نظارا ہے شب تار کے پاس
وہ دو گوشہ ہے یا طرۂ طرار کے پاس

سامنے یار کے کیا جائیے خالی ہاتھوں
اپنا دل بھی تو رہا شایق دیدار کے پاس

برق جانسوز ہے یہ شوخ تری گرمی سے
خون ہوئی جا کے نگہ شعلۂ رخسار کے پاس

عالم نور تصور کا تماشا ہے ذکی
عمر گذری ہے جو خوبان طرحدار کے پاس

نالہ ہے جوش پہ دل آزردہ جاں خموش
جہاں تو گرم شکوہ ہے اور ہے زباں خموش

اشکوں کے ساتھ آہ نکلتی ہے بے صدا
ہوتا ہے رنگ قافلۂ بے نشاں خموش

مجنوں ناتواں کو نہیں تاب انتظار
نالہ ہے لاگ پہ جرس کارواں خموش

استاد عشق طوطی دل سے ہے حرف زن
اور ہیں ہوں آئینہ کی طرح درمیاں خموش

طرز سخن سے لطف اٹھاتے ہیں آپ ذکی
محفل میں بیٹھتے ہیں کہیں نکتہ داں خموش

ہے ہر شعلہ زبانی سے دہن میں آتش
پھونک دے شعلۂ آواز سخن میں آتش

داغ دل یار ازل سے ہے جگر افگاروں کو
ساتھ لایا گل نورستہ کفن میں آتش

سرخی پان سے ہوئی پھر تبسم کی بہار
اور بھڑکی چمن برق یمن میں آتش

ظاہرا شعلہ فشاں ہیں سخن گرم ذکی
جوں حنا رہتی ہے پنہاں مرے تن میں آتش

وہ سنج پوش کرے جب اٹھا کے دامن رقص
مزے میں آ کے دکھائی بہار گلشن رقص

ہے گفتگو میں یار کی تکرار سے غرض
انکار سے نہ کام نہ اقرار سے غرض

بیتاب غم کو ہے سر سودائے انتظار
محشر سے کچھ نہ وعدۂ دیدار سے غرض

صحرا میں دیکھتا ہے تماشائے لالہ زار
آبلوں کو ہے خلش خار سے غرض

جیت کر تیغ ادا سے [illegible] شرط
عہدہ [illegible] برق کی شمشیر سے شرط

سر [illegible] لال ہوئی گرد [illegible]
[illegible] نے [illegible] خنجر سے شرط

[illegible]
[illegible] تیغ [illegible] شمشیر سے شرط

فسردہ دل کو نہو کچھ وصال یار سے حظ
اٹھائے غنچہ پژمردہ کیا بہار سے حظ

جبیں سے اس کی ہوا نشۂ شراب طلوع
کہ چاندنی میں ہوا نور آفتاب طلوع

ہوا ہے شوخیٔ برق نگہ سے آئینہ وار
کہ انکھڑیوں سے ہوا نشۂ شباب طلوع

شکستہ رنگی مہتاب مونہہ سے ظاہر ہو
جو اپنے دل میں ہو خورشید اضطراب طلوع

ذکی جو روشنی داغ سینہ ہم دکھلائیں
جبیں یار سے ہو پیر عتاب طلوع

دل ہو شگفتگی سے جو عشرت کا خانہ باغ
وا شد سے ہو نشاط کی سارا زمانہ باغ

عشرت کدہ خیال کا ہے سوز غم سے داغ
جلتا ہوا دکھاتا ہے اپنا فسانہ باغ

گلگشت لالہ زار سے سیراب ہے نگاہ
ہے اپنی حوض دیدہ تر کا خزانہ باغ

عیش و طرب بہار تماشا ہے فی المثل
فصل چمن شباب ہے [illegible] زمانہ باغ

بلبل کے زمزمے سے تماشا ہے داستاں
گلکاری سخن سے ہے رنگیں فسانہ باغ

فصل چمن میں کون تماشا سے تازہ ہے
اس گل کی رنگ و بو سے ہے [illegible] خانہ باغ

حسن سخن پہ نور برستا ہے اے ذکی
کیا روکش ارم ہے یہ رنگیں فسانہ باغ

ہے آہ سرد خستہ جگر میں بجائے داغ
[illegible] چمن سے ہوئے داغ

بزم صنم میں عشق بتاں سے فروغ ہے
[illegible] آتش میں ہے شعلہ بجائے داغ

اس شمع کے آگے فانوس ہو گیا دل کا [illegible]
دکھلا شکستہ رنگی [illegible] داغ

احوال چشم تر ہوا ہے جام سے بیاں
[illegible] داغ

دیوانہ ہوں بہار جنوں کا ہیں آئے ذکی
[illegible] داغ

ف

خوں ہے زبان خامہ [illegible] یہ حرف
زلف [illegible] سیاہ [illegible] یہ حرف

دکھلا سکے ہے روئے یار [illegible]
[illegible] حرف

کیوں اے ذکی [illegible]
[illegible]

ہیں دیدہ و دل جلوہ تصویر کے مشتاق
[illegible] مشتاق

اے شوق [illegible] گذر [illegible]
[illegible] مشتاق

مشتاق کا [illegible]
[illegible] مشتاق

کیونکر دل بیتاب پہ لگتا ہے نشانہ | ہیں سب قدر انداز مژہ تیر کے مشتاق

شورش کا زور ہے دل گرم فغاں تلک | نالہ کا شور ہے جرس کارواں تلک

ہونٹوں تلک آتے آتے جگر خوں ہو گیا | پہنچی نہ درد عشق کی نوبت بیاں تلک

اشکوں سے واں چلیں تو نکل جائے تن سے رنج | راہ غبار رستے سفر کارواں تلک

غم میں تڑپ تڑپ کے دل زار خوں ہوا | پہنچے نہ پھر کہیں اس بدگماں تلک

دلکی طرح قلم کا جگر چاک ہے ذکی | لکھے کوئی شکایت دوراں کہاں تلک

عشق کی لاگ سے بھڑکی دل بیتاب میں آگ | برق سوزاں سے لگی چشمۂ سیماب میں آگ

سوچ میں اشک کے ہے سوز نہاں شعلہ فشاں | دیکھ لے جیسے نہ دیکھی ہو کبھی آب میں آگ

لب شیریں کے پیے ہے پان کی سرخی کا خیال | کہ بھڑکتی نظر آتی ہے شکر خواب میں آگ

ساز کے سوز سے ہے شعلۂ آواز عیاں | شکل گلریز ہے کیا ناخن مضراب میں آگ

اے ذکی اپنا قلم شعلہ فشاں ہے گویا | غم سے جوں برق لگی ہے دل بیتاب میں آگ

تازہ ترنگ بہار اے دل افگار نکال | چمن زخم جگر سے گل ایجاد نکال

دلکے داغوں سے اٹھا برق تجلی کا مزا | حسرت اے سوختۂ آتش دیدار نکال

حشر کو سر دھرا ہے اور مجھکو نہیں تاب طپش | منہ سے ظالم نہ ابھی وعدۂ دیدار نکال

مشکل فرہاد ذکی کوہ کنی ہے آسان | کھود کر دے کوئی مطلب دشوار نکال

ہے شوخیوں پہ حسن طرحدار آج کل | بال پری ہے طرۂ دستار آج کل

کیا ہو گئی وہ گرمی سودائے حسن و عشق | سنسان کیوں ہے مصر کا بازار آج کل

بادۂ نگاہ تاک میں سرگرم ہیں ذکی | رہتا تو ہوشیار نہ خمار آج کل

جو شرار سوز ذرا اٹھے تو مذاق شعلہ اڑا لے دل | جو نسیم ہو جو ہو زر دستہ [illegible] پھر کر اسے دل

کبھی تلخ ہستی دہر تو کبھی زیست جاں پہ [illegible] | [illegible]

کہیں دوستی کا مزا نہیں کوئی آشنا ہے صفا نہیں | [illegible]

[illegible] بیچ زلف کہ مذاق لعل [illegible] | [illegible]

[illegible] | [illegible]

اشک گلگوں نہیں ہیں مری دیدۂ خونبار کے پھول
ہاتھ [illegible] چمن جلوۂ دیدار کے پھول

جلوۂ دست نگاریں کا یہ دیکھا [illegible]
ورق گلشن ہاتھوں میں ہوئے یار کے پھول

رنگ بو تازہ ہے کیا حسن معانی سے ذکی
گل جنت ہیں مرے گلشن اشعار کے پھول

عالم نور ہے کیا جلوہ گری کا عالم
کیا ہو کیا سادہ [illegible] پری کا عالم

نشہ میں چور ہوا [illegible]
قابل سیر ہوا بیخبری کا عالم

کرتی ہے چال کی تری دیکھ کے [illegible]
شکل تبسم ہے مری دیدہ وری کا عالم

گیسوئے ژولیدہ سے یار کے آئی بو سودا زدگی
وحشت آباد ہے شوریدہ سری کا عالم

سادہ رویوں کی بہار [illegible] تماشا دیکھے
[illegible] دیکھا نہ ہو شمع سحری کا عالم

[illegible] رہ گئی [illegible]
[illegible] بال و پری کا عالم

[illegible] جمال [illegible] دیدۂ تر کی قسم
[illegible] جلوہ گری کی قسم غم عشق [illegible] پردہ در کی قسم

ہو تماشا یار [illegible]
[illegible] کی خبر کہ حواس [illegible] نشہ نظر کی قسم

تجھے عارض رشک قمر کی قسم تجھے شعلۂ داغ جگر کی قسم
تجھے شوخی برق نظر کی قسم تجھے گرمی جلوہ گری کی قسم

تجھے یوسف [illegible] کی قسم تجھے عاشق خستہ تن کی قسم
تجھے دامن خاک چمن کی قسم تجھے شوق شعلہ [illegible] کی قسم

تجھے [illegible] خیال [illegible] خستہ جگر
[illegible] دم مری خاک [illegible] تجھے شمع دم سحر کی قسم

[illegible] مذاق [illegible]
ترا [illegible] طرز سے آتی ہے [illegible] جنوں تجھے [illegible] جگر کی قسم

ہر چند گناہ گار ہیں ہم
رحمت کے امیدوار ہیں ہم

اپنی خبر شتاب لینا
بیتاب تہ مزار ہیں ہم

ہر خاک سے اپنے لالہ پیدا
خونیں جگر بہار ہیں ہم

لے پیک اجل شتاب چلنا
گرم رہ انتظار ہیں ہم

اک آن کی زیست پر ذکی آہ
پرواز میں جوں شرار ہیں ہم

تڑپتے ہی [illegible] رہتے ہیں ہم
[illegible] محبت کا بھرتے رہتے ہیں ہم

شب [illegible] جو [illegible]
[illegible] جلتے رہتے ہیں ہم

شب [illegible] قاتل [illegible]
[illegible] اجل یاد کرتے رہتے ہیں ہم

خیال اسکے دل میں ہمارا نہ گذرا
ذکی تذکرہ شب جو تھا واں وفا کا

سدا اپنے جی سے گذرتے رہے ہم
تو دلکو بہت یاد کرتے رہے ہم

دل تڑپ جائے کنا سے جو ہوں غافل یاد سے ہم
رنج و راحت سے عدم میں کبھی آگاہ نہ تھے
ہمصفیر ونکو مبارک ہو تماشائے بہار
جھمڑیا قافلہ گمشدہ ہم سے پوچھو
کوئی ہم درد ذکی عالم فرقت میں نہیں

پھر آجائے جو غافل ہوں تری یاد سے ہم
لیجلے تازہ مزہ عالم ایجاد سے ہم
گل کہلاتے ہیں قفس میں لبیئے یاد سے ہم
چلے آئے ہیں ابھی دشت غم آباد سے ہم
کیونکر الفت نہ کریں پھر دل ناشاد سے ہم

کس شوق سے سہتے ہیں غم عشق سے باہم
باطن میں تو ہر آن تصور سے ہیں باہم
ہاں سچ ہے کہ الطاف کے لائق تو ہیں اغیار
کہنے نہیں پاتے کچھہ منہ سے تو ہوتا ہے جگر خوں
فریاد و فغاں آہ و بکا نالہ و زاری
غربت کی محبت میں عزیز ونکو بھلایا

کیا دل کے تڑپنے کا اٹھاتے ہیں مزا ہم
ظاہر میں رہیں گو تری خاطر سے جدا ہم
جھڑکی کے سزاوار گنہگار دفا ہم
شرمندہ وہ ہوتا ہے جو کرتے ہیں گلا ہم
سامان پریشانی دل سے ہیں بھرا ہم
ہاں سچ ہے وطن میں ہیں کی گہر سے سوا ہم

تری نگاہ کا ساقی امیدوار ہوں میں
لکھا قضا نے کہ سرگرم انتظار ہوں میں
زبان حال سے کرتا ہوں بے صدا فریاد
ہزار شکر کہ ہوں خاکسار عشق مگر
چمن میں آن کا مہمان ہوں نے کی گویا

کہ جور نشہ میں آلودہ خمار ہوں میں
پیام حشر ہی مجکو کہ بیقرار ہوں میں
شگفتہ باز محبت کا یا مدار ہوں میں
ہزار حیف کہ دل کا ترے غبار ہوں میں
کہ ہوش باختہ رنگ رفتار ہوں میں

ہمیشہ ناخن غم دلخراش رکھتے ہیں
ہزار رنگ سے مرغ چمن گلستاں میں
جہاں کے رنج سے کچھہ غم نہیں ذکی ہمکو

یہ غم نہیں کہ جگر پاش پاش رکھتے ہیں
بلند زمزمۂ دور باش رکھتے ہیں
سخن سا ہم نفس غم تراش رکھتے ہیں

جلوہ دست نگاریں جو لبھا آنکھوں میں
بو ہے غنچوں میں نہاں یا ترے ہونٹوں میں مسی

شمع فانوس ہوا رنگ حنا آنکھوں میں
قید در شیشہ میں پری ہے کہ حیا آنکھوں میں

گوہر گوش صنم کا جو تصور ہے مدام
اک ستارا سا چمکتا ہے پڑا آنکھوں میں

گرتے ہیں صبح شب وصل جو آنسو شفقی
لطف نظارہ مگر خون ہوا آنکھوں میں

اب سبب کیا ہے جو کانٹا سا کھٹکتا ہے ذکی
یہ وہی دل ہے کہ رہتا تھا سدا آنکھوں میں

جب اٹھا لطف زبانی کا مزا پایا تو نہیں
دل یہ تڑپا کہ ہوئی جان ہوا پایا تو نہیں

رنگ سو طرح کے تقریر میں بدلے ہمنے
وہ پری وش نکھلا پڑ کھلا پایا تو نہیں

اسطرف دیکھئے سنئے کہ میں کیا کہتا ہوں
آپ مشغول ہیں اغیار سے کیا پایا تو نہیں

ہم سخن ہوتے ہوئے ہم سے وہ شرماتے ہیں
بھید چھپ جانے کا معلوم ہوا پایا تو نہیں

روبرو یار کے کچھ بات بن آئی نہ ذکی
آپ کا ذہن رسا دیکھ لیا پایا تو نہیں

اگر نہائے وہ مست شباب پانی میں
تو آتشکار ہو بوئے شراب پانی میں

بدن کے نور سے دریا ہو چشمۂ خورشید
وہ رشک حور جو ٹھہرے حجاب پانی میں

عیاں ہے گریہ سے نیرنگ روزگار کی سیر
بندھا ہوا ہے طلسم حباب پانی میں

اگر تیرے لب و دنداں کا عکس پڑ جائے
تو آب و تاب ہو کیا لاجواب پانی میں

کسیکی یاد میں رویا جو ساری رات ذکی
تمام بھیگ گیا جام خواب پانی میں

جلوہ ہے مہوشوں کا دل داغ داغ میں
کیا چاندنی کی سیر ہے مہتاب باغ میں

زیبا ہے اہل فقر کو پابندی محن
آزادگی فروغ نہیا ہے فراغ میں

پریوں نے ہے لباس بسنتی کی کیا بہار
آرائشیں بسنت کی ہیں حسن باغ میں

کیا ہوا پابند تعلق دل ناکام کہیں
پختہ مغزوں کو ہوئی ہے طمع خام کہیں

بھید ہر کی کھول دیا نامہ بر یار نے راز
یوں ہی کہتا ہے زبانی کوئی پیغام کہیں

جلوہ گاہ حسن میں شمع تجلی بنگئیں
وہ نشیلی انکھڑیاں ہیں تماشا بنگئیں

ذکی ہم سرگذشت غم سے خاطر شاد کرتے ہیں
تڑپ جاتے ہیں جب انکا تڑپنا یاد کرتے ہیں

دماغ نالہ و زاری کہاں آزردہ جاں تو نکو
مگر ہاں شکوۂ بیرحمی صیاد کرتے ہیں

کیا فغاں کرتے ہیں کیا ضبط نفس کرتے ہیں
زندگی تنگ ہے اسیران قفس کرتے ہیں

دل و جاں ہیں تو غم عشق کا دکھتے ہیں کیا
زیست باقی ہے تو مرنے کی ہوس کرتے ہیں

کیا بنا دیتے ہیں دیوانہ ہم آغوشی کا
پھر تڑپنے کا ہوا شوق رہائی میں خیال
محفل یار میں ہیں شمع سحر ہم تو ذکی
تنگ کیوں جانیے ہم سینہ ذکا تیر ہیں
عرس مجنوں ہے کہ صحرا میں بگولے نبکر

لذت وصل کو جمعیت اسباب کہاں
بیقراری کا مزا پوچھیے مشتاقوں سے
خاکساری میں بھی آرام نپایا کچھ خاک
جو کہ رکھتے ہیں فقیرانہ لباسی کا مزا
چاہیے جنگ میاں کی سے جھکا ہیں کنوئیں

اس پتہ سے پوچھنا قاصد مکان یار کو
عشق کا جلوہ نہ سمجھے عارض نورانی کو
پردہ داری دل شوریدہ کو درکار ہے کیا
ہم نوایان چمن ہو گئے افسردہ ذکی

زلف کے دھیان میں اشکوں سے جو شب گاہ بسر
برق غم سے ہو سر بگریباں گل تر
جلوہ شمع آتش دیدار کا ہے آن فزوں

دم اوکھڑتا ہے تیرا اک دل ناشاد کے ساتھ
لطف جاں تیر بھی یہ غمزہ بیداد کے ساتھ
واشد خاطر دلگیر خموشی میں کہاں
خود پسندی نہیں زیبندہ گل اندام تمکو
گرد کی آئینے جانا وہاں مشکل ہے نسیم
دل سے شیدا کو [illegible] یکتائیہ

آدمی کو یہ پریزاد جو مس کرتے ہیں
پھر پر و بال درست انکی ہر مس کرتے ہیں
منہ سے اک آہ جو کرتے ہیں تو بس کرتے ہیں

زندگی ہے تو پھر ایام بہار آتے ہیں
وجد کرتے ہوئے مستوں کے غبار آتے ہیں

دن کہاں جاتے کہاں صبر کہاں تاب کہاں
دل افسردہ میں کیفیت سیماب کہاں
گو ہوئے سبزہ پامال مگر خواب کہاں
انکے دلکو ہوس اطلس و کمخواب کہاں
ہم کہاں ورنہ ذکی اور یہ پنجاب کہاں

چاند رات کہتے ہیں کس کے سایہ دیوار کو
ماہتابی نہ بنا چاندنی چیتانی کو
بادباں چاہیے کیا کشتی طوفانی کو
خاک ہم تازہ کریں طرز غزلخوانی کو

زندگی خواب پریشاں سے پریشاں تر ہو
ہاں جو سینہ کے پسینے سے گریباں تر ہو
برق نظارہ عجب کیا ہے جو سوزاں تر ہو

اوس ہچکی ہمیں آتی ہے تری یاد کے ساتھ
مژدہ اے دل کہ مسیحا بھی ہے جلاد کے ساتھ
ہے اسیری کا مزا نالہ و فریاد کے ساتھ
چاہیے خلق حسن حسن خداداد کے ساتھ
دل لگا قافلہ نکہت برباد کے ساتھ

برق پر جسکی پڑا جلوہ گری کا سایہ

مجکو ڈر ہی کہ پری بنکے نہ اوڑ جائے کہیں
عنبریں طرہ پریشان ہو رخ سے لیلے پر

چاندنی میں تری پوشاک زری کا سایہ
کیا پڑا قیس کی شوریدہ سری کا سایہ

یوں حسن سادہ پہ ہوئی آمد شباب کی
آئی صبح رنگ پہ سرخی شراب کی
دیکھو شکستہ رنگی عشاق کا کمال
جوہر تو مجھمیں تھے ملکوتی صفات کے
کس زندگی پہ کھینچے ساماں بزم عیش
دیوان میں ذکی کے ورق داغ کے لیے

جوں ہو نمود وقت سحر آفتاب کی
مہتاب پر شبیہ کھچی آفتاب کی
چادر ہی اپنے گور پہ کھچی ماہتاب کی
انسان بنا کے کیوں مری مٹی خراب کی
مہمان چار دن ہیں بہاریں شباب کی
سرخی بنائیں ہم شفق آفتاب کی

ایک ذرا تیغ نگہ کو جو اشارا ہو جائے
نکہت زلف جو لیجائے وہاں موج نسیم
شب کو آجائے جو محفل میں وہ رشک خورشید
جلوۂ نور معانی کا اثر ہو تو ذکی

آپکا نام ہو اور کام ہمارا ہو جائے
خاک صحرا سے جہوں عنبر سارا ہو جائے
چاندنی دھوپ ہو سارا رنگ کارا ہو جائے
حرف خامہ سے نکلتے ہی ستارا ہو جائے

بدلی اوٹھی ہے موج ہوا سے بہار سے
شاید چلی ہو جنبش داماں یار سے
جب یہ سنا کہ پاؤں کو مہندی لگی ہوئی
تیرے ہی دل میں ہمسے کدورت ہوئی تو کیا
کیا گل کھلائے دیکھئے اسکا خرام ناز
تاریک شب میں کیا ہی تجلی ہے نور کی
طرز سخن سے رنگ ٹپکتا ہے اے ذکی

بجلی چمک رہی ہے فشاں ہزار سے
آتی ہے بوے ناز نسیم بہار سے
شعلہ بھڑک اٹھا نگہ التفات سے
آئینے صاف ہوتے ہیں اپنے غبار سے
مہندی ملی ہے پاؤں کو خون بہار سے
طرہ کے تار الجھے ہیں گیسوے یار سے
گویا زباں دھوئی خون بہار سے

نہ وہ عاشق نوازی ہے نہ شوق ملتفانی ہے
پریشاں طرہ مشکیں ہے آنکھوں پر ہے بیماری
نہ انداز خود آرائی نہ ناز جلوہ پیرائی
ذرا سوچو تو معشوق ایسے ہی حالوں سے ہوتے ہیں

نہ وہ باتیں نہ وہ گھاتیں نہ وہ نطق زبانی ہے
بدلی چھپی رنگت بہار زعفرانی ہے
نہ شوق خودنمائی نے غرور لن ترانی ہے
طلبگار و نکو اپنے سمجھو یہ صورت کہانی ہے

سرکش آہوونکے آئینے میں اپنے منہ کو تو دیکھو
اگر دیکھو تو اس محبوب کو دیکھو جو تم سا ہو
بھلا یوں بھی کہیں ہے جو عاشقانہ وضع خوش اندام
ذکی کا حال دیکھو عشق سے ایجان باز آؤ

قیامت منہ چھپانے میں ادائے دلستانی ہے
نہ قاصد ہی کا دم ہے نہ پیغام زبانی ہے
یہ حسن سبزہ ہی زہر ہلاہل خستہ جانوں کو
بہا حسن سبزے سے ہوئی آخر کہ کہتے ہیں
ذکی اس لعل لب سے ہم سخن ہو کر مزا پایا

دردِ پنہاں سے مرے یار خبردار ہوئے
واہ کیا شوق رہائی سے فراغت پائی
جانتے ہی پار گراں عشق کے دریا میں ذکی

قربانی ہمکو کے سفر ادا بہم ہوئے
رستے تھے خاک نشیں کوے یار میں
دیکھو ذکی کہ اب وہ حیرانے لگے بیگاہ

دھوئیں آہوں کے اٹھے عشق کے ویرانوں سے
کوہ کی سنکے خبر عشق کے دیوانوں سے
پیش کیجے رنج حجاب آئے اگر عید بہار
گرم ہے اپنے بدن لالہ خودرو کی بہار
اڑ گئے ہیں خوبوں کی بو کر سنت جو نہ گا ہم خوار

یہ شکایت ہے تو کب عمدہ برائی ہو گی
جلوہ گر ہی گل رعنا کا جو نیرنگ نما
تجہید کی شب غم دوری سے ہلال نکلا

بھلا زیبندہ اس گلشن کو یہ رنگ خزانی ہے
لئے جا ہو سے منظور تغیر جاودانی ہے
بہت بہتر کہ ہے بھی ایک طرز دلستانی ہے
غزل تازہ سنو ہم سے جو شوقِ شعرخوانی ہو

غرور حسن کو زیبندہ ناز لن ترانی ہے
پھر اسپر دل کا لگ جانا بلائے ناگہانی ہے
یہ زنگاری دوپٹہ اور قہر آسمانی ہے
خط عارض کسوف آفتاب دلستانی ہے
عجب رنگیں بیانی ہے عجب شیریں زبانی ہے

سر سودا کے تماشے سر بازار ہوئے
بے پر و بال جو ہم تم سے گرفتار ہوئے
دیکھ ڈوبے ہوئے جی کھو کے سبکسار ہوئے

آنکھوں سے دیکھنے کے گنہگار ہم ہوئے
صد حیف کیوں نہ سایۂ دیوار ہم ہوئے
آنکھوں کو جن کے دیکھ کے بیمار ہم ہوئے

کالی آندھی چلی آتی ہے بیابانوں سے
نکہت گل نکل آتی ہے گلستانوں سے
کہ ملا دیجئے ہاتھوں کو گریبانوں سے
بوئے داغ جگر آتی ہے بیابانوں سے
فتنہ انگیز ہوا آتی ہے دامانوں سے

یہ کدورت ہے تو کیا خاک صفائی ہو گی
چاندنی عکس کف پا سے حنائی ہو گی
کسنے مہندی ترے پاؤں میں لگائی ہو گی

طرح نظارہ خوش آیندی آنکھوں میں ذکی — خوش نگاہوں سے کہیں آنکھ لڑائی ہوگی

زمیں سے لالہ نکلتا ہے داغ کھائے ہوئے — بہار عشق کے ہیں یہ بھی گل کھلائے ہوئے
کسے ہے حشر میں کچھ ہوش کہنے سننے کا — حواس باختہ ہیں نیند سے جگائے ہوئے
روانہ ہے پس محمل غبار وادی نجد — کہ پیچھے ہے صبا بیڑیاں پنہائے ہوئے
ہوائے شوق نے شورش کو پر لگائے ہیں — جو بوئے گل کو صبا لے چلی اڑائے ہوئے
ذکی مرے دل وحشی کو مثل طائر رنگ — ہوائے شوق لیے جائے ہے اڑائے ہوئے

رات دیوانگی شمع بھی ہم دیکھ چکے — گریہ و خندہ جانسوز بھی ہم دیکھ چکے
جی یہی چاہتا ہے پھر بھی کہ دیکھا ہی کریں — لاکھ بار ہم تجھے سر تا بقدم دیکھ چکے
پیری و عہد شباب آہ خرابی میں کٹے — شب غم دیکھ چکے صبح الم دیکھ چکے
اب بھی ہو جاتا ہے پیمان وفا میں دھوکا — جھوٹے سو بار ترے قول و قسم دیکھ چکے
اب ہوس کیا ہے کہ آغوش تصور میں ذکی — لب بلب سینہ بسینہ لیے ہم دیکھ چکے

شمع ساں داغ جگر پیش نظر دیکھ چکے — شبنم کو صورت خورشید سحر دیکھ چکے
اب یہ خطرہ ہے کہ اغیار کہیں دیکھ نہ پائیں — کچھ دنوں ہم انہیں بے خوف و خطر دیکھ چکے
کہیں واشد کا تماشا نظر آیا نہ ذکی — خوب چاک جگر و دیدۂ تر دیکھ چکے

کہو کہ یار سفر رخ جلد تر باندھے — کھڑا ہے قاصد عمر رواں کمر باندھے
جدا بہار سے ہوں تو ہوائے غم ہو نصیب — چھٹیں چمن سے تو صیاد بال و پر باندھے
بندھا رہا جو تری زلف و رخ کا دل میں خیال — ہزاروں شام سے مضموں تا سحر باندھے
بہت ہی صحبت غربت سے تنگ آیا ہوں — یہاں سے جلد کہو قافلہ سفر باندھے
ذکی مسافر ملک فنا کو ہے لازم — کہ یار دوش پہ باندھے تو مختصر باندھے

جو کوئی رنگ چلا شب کو گذر جاتا ہے — قاصد عمر رواں آ کے گذر جاتا ہے
میں تڑپتا ہوں پڑا تیر نگہ کا مشتاق — [illegible]
آہ و عشق کی مشکل [illegible] ذکی — [illegible] اتر جاتا ہے
کبھی ہو گا کہ گلستان وطن دیکھیں گے — ہم اسیران قفس [illegible]

تاب دیدار بھی ہے اے نگہ شعلہ فشاں
طپش دل سے قیامت نظر آجائیگی صاف
ماجرا شام غریبی کا زباں پر لا کر
ہیں یہی چاک گریباں کی بہاریں تو ذکی
روکش لالہ و گل داغ تمنا دیکھیے
نگہ خوں شدہ کو طاقت دیدار نہیں
پھر چمن کے خاک میں ہے اثر نم اشک بلبل زار کی
نالہ آتش ریز ہے سوز دل ناشاد سے
ساتھ ہے باد خزاں کے شور فریاد ہزار
عشق ہے دیوانہ داری کو ہماری سے ذکی
آتی ہے طرز سخن سے زلف کی خوشبو مجھے
شب کو سویا جو ادھر سے یار کروٹ پھیر کر
ڈسنے تڑپایا جو زیر دام بلبل کی مثال
آنکھ کی سرخی ہوئی رنگ بہار حسن و عشق
چادر مہتاب ہو تربت کی چادر اے ذکی
واہ وا نام خدا حسن طرحدار نکلے
شب بھیجے سوختہ جانوں کے نگاہوں کے ہجوم
تیر جاتی ہے سیاہی جو پڑا دود دل کی
بال بکھرے ہیں ترے چاند سے منہ پر ایسے
دیدۂ تر سے ذکی اٹھتی ہیں موجیں تہ گور
پھرتی آنکھوں میں ہے وہ شوخ طرحدار پری
نشۂ بادۂ گلرنگ سے دیکھا نیرنگ
پیر پرواز کی کلیاں ہیں یہ گلیاں گویا

اس پری کا جو بھبوکا سا بدن دیکھیں گے
راہ تیری اگر اے عہد شکن دیکھیں گے
ہم جگر کو ترے اے صبح وطن دیکھیں گے
ٹکڑے ٹکڑے جگر فصل چمن دیکھیں گے
ہم سے پوچھو کہ مزے عشق میں کیا کیا دیکھے
کس طرح سیر چمن بلبل شیدا دیکھے
کہ جنوں کی لہر سی اٹھتی ہے رگ گل میں خزاں
اڑتی ہیں چنگاریاں گویا لب فریاد سے
گرد ہے یہ کاروان نکہت برباد سے
آرزو مند وفا ہیں کس ستم ایجاد کے
طرۂ تحریر کا مرغولہ گیسو سمجھے
اضطراب دل کے سو جیسے سیکڑوں پہلو مجھے
لے اڑا شوق رہائی بے پر و بازو مجھے
نشہ کا ڈورا اسے زنبندہ ہے آنسو مجھے
ہو چراغ گور داغ لالہ خودرو مجھے
کیا تجلی ہے کہ جلتے ہیں نظارو کے
ار جہاں ہال ہوئے روزن تری دیوار کے
برق سے بڑھتے ہیں سایہ بھی ہو اوار کے
ایک یوسف ہے اور اتنے خریدار نکلے
نخل بھی خاک سے اگے ہیں تری تلوار کے
زلف ہے یا ل پری شعلۂ رخسار پہ کیا
انکھڑیاں سینہ میں برق نگہ یار پری
کر بنا چاہتی ہے یار کی گفتگو پری

دام تحریر میں مضمون دل آزاد ہوا اسیر
کبھو جلوہ فروشوں سے پریشان ہو ذکی

یا قلم زلف سخن میں ہو گرفتار پری کی
نظر آتا ہے ہر اک شعر پہ بازاری کا

ہم کبھی ہیں ان کے ہیں لطف اپنا ہونے والے
ناز اغیار کے معشوق اٹھانے جو لگا
شعلہ خو یار کو دیکھا جو ادھر سے یہ ہم
دم بخود رہ گئے ہم شستہ لطف سخن
اعتبارات جہاں رنگ ہیں لیتے ہیں ذکی

اور رکاوٹ میں لگا وقت کے ہنا ہونے والے
رہ گئے دیکھ کے منہ ناز اٹھانے والے
اور بھڑکانے لگا آگ لگانے والے
دل اوڑا لے گئے یا تول بڑا ہونے والے
آنے والے بھی ہو جاتے ہیں جانے والے

چشم گریاں سے طلسم اکثر بنے اور ٹوٹ گیا
سخت جاں ہو چاہئے عاشق کبھی دل ٹوٹ جائے
تیری فکر سخن پر یہ شکست دل ذکی

اشک شبنم دانہ گوہر بنے اور ٹوٹ جائے
آبگینہ فی المثل چمکے اور ٹوٹ جائے
دیدنی ایسی تیغ خوش جوہر ہو اور ٹوٹ جائے

جو طوفان خیز خون زخم دل بیتاب ہو جائے
نماز کعبہ ابرو کی نکلیں اپنی سر سے
پڑے سایہ جو اس موسن کا فرش بزم خوبی
نہایت گر ذکی ہم تار ربط ساز پر انسوری

تو چشمہ چشم نم کا تلاطم خونناب ہو جائے
خمیدہ جب کہ قامت صورت محراب ہو جائے
نظر میں چاندنی وہاں جا در مہتاب ہو جائے
تو ناخن زخم کا بھی صورت مضراب ہو جائے

شان بیگانگی تری سے یار جانی قہر ہے
منہ چھپانا ہے قیامت کرشمہ دیدار ہے
خوبیاں رکھتا ہے یوں بھی عالم غربت میں تو
ہے غضب جبیں پر جبیں آنا ہنسی کے بات پہ
اپنے منہ سے سر ایک بات کی ہوئی کہ ہے

تپیدی رنگ پہ بوڑا زعفرانی قہر ہے
ایک جھلک دکھلانے کے نازلن ترانی قہر ہے
حسن کے عالم میں جوش نوجوانی قہر ہے
پھر بگڑ جانا غضب یہ بدگمانی قہر ہے
اے ذکی پیرانہ سر معشوق جوانی قہر ہے

تلخ کا ۔ اے کو کون ایسا بھی ہوتا ہے کوئی
پھر تماشا ہے عجب بزم نیاز و ناز میں
ایک شعر ہے کہ دیتا ہے رگ جاں کو خراش
ناصحا کیوں ستم کرتا ہے تو رو رو کے جھجک

جان شیریں ہاتھ سے یوں مفت کھوتا ہے کوئی
منہ چھپاتا ہے کوئی بیتاب ہوتا ہے کوئی
یک تماشا ہے کہ پہلو میں چبھوتا ہے کوئی
آہ ظالم کیا تری آنکھوں سے روتا ہے کوئی

یاد آتا ہے مجھے دل کا جدا ہوتا ذکی — وقت رخصت جب کسی سے ملکے روتا ہے کوئی

پھر [illegible] اسے کیوں [illegible] ہے — خورشید محشر کیا کہیں کس قدر بیدار ہے

ہم آپ سے تو جا کر [illegible] ہیں — اے [illegible] آ تو [illegible] اختیار ہے

لے انتظار [illegible] روح خبر [illegible] — [illegible] محشر [illegible] کہ ترا انتظار ہے

پیری میں بھی مزا ہے [illegible] اگر ہو عیش — دلکو [illegible] ہو تو خزاں بھی بہار ہے

رنگینی [illegible] سے اپنے ذکی کیا کہیں [illegible] — تختۂ گلزار [illegible] کہ [illegible] ہزار ہے

نالہ آتش ریز ہے سوز دل ناشاد سے — اور [illegible] چھنگا رہا ل گویا لب فریاد ہے

بیقراری [illegible] پائی جو کچھ بھی زیر دام — آئی [illegible] کیوں اٹھا [illegible] صیاد ہے

آئی اس [illegible] کی پھر ذکی [illegible] کا مقام — آرزو مند وفا ہوں کس [illegible] ہے

[illegible] کی [illegible] پھرا تا [illegible] ہے — یعنی میں حیراں ہوں [illegible] تصویر ہے

منزل وحشت کا داغ دل میں [illegible] — نالہ سوزاں [illegible] خانہ زنجیر ہے

جلوہ [illegible] نظر میں [illegible] — دیدۂ حیراں بھی یا آئینہ تصویر ہے

[illegible] انکے [illegible] — وہ نگاہ تیز ہے یا برق کی شمشیر ہے

پھر [illegible] روز [illegible] خیال — خنجر [illegible] جانی نالہ [illegible] ہے

[illegible] صبح قیامت [illegible] ذل — آفتاب روز محشر داغ کی تصویر ہے

[illegible] ذکی [illegible] گرمی اشعار [illegible] — سوز دل کا حال نوک [illegible] تحریر ہے

[illegible] قبر [illegible] تڑپا دیا ہے — اسکی [illegible] ناز کا [illegible] ہوا ہے

[illegible] جو اک مشت خاک [illegible] — کیا کیا اوڑا ہے پھرتی ہے باد صبا ہے

کیا [illegible] جائے دل زار پروہ شوخ — پہچان لے جو کشتہ ناز و ادا ہے

[illegible] روح [illegible] ذکی — دل جانتا ہے عشق [illegible] ہے

بیٹھ کر کوئے [illegible] جو یار اٹھتا ہے — اسکے دامن کے پکڑنے کو غبار اٹھتا ہے

[illegible] قیامت [illegible] — کہ جہاں سے کوئی بے صبر و قرار اٹھتا ہے

[illegible] کبھی گذرا [illegible] — اب تلک تربت مجنوں سے غبار اٹھتا ہے

شورش گریۂ فرہاد کا آتا ہے خیال
ہر طرح دلکو خوشی وصل میں حاصل ہوتی

جو اشک ہو خون مری دامن پہ نہ آئے
جلدی ہے جو کافر کو شب وصل سحر کی
اس مہر تجلی سے لڑاتا ہے نگاہیں
شکل نہ ہو س دلکی مرے شور جنوں سے
میں آپ سے جاتا ہوں ذکی دیکھ خبردار

مسی لب گلگوں پر تصویر نظر آئی ہے
پیش نظر اس رخ کی تنویر نظر آئی
وہاں قند مکرر کا باتوں میں مزا پایا
مستی کا نشاں دیکھا تو خواب گران دیکھا
نغمہ کی ہوا بندی وہاں چھائی گھٹا بنکر
جادو کا اثر کا فر چیتوں میں کی دیکھا

قول پر غیروں کے ہمکو نہ یہ تسخیر کیجیے

جوں برق اڑا ہے دل بیتاب کے ٹکڑے
لخت جگر آنکھوں سے ٹپکتے تو ہیں لیکن
دل خوں ہوا غم سے ذکی حیف کر ٹکڑے

حسرت لے تازہ اسیران قفس آتی ہے
ہر نفس قافلہ عمر سے دیتا ہے نشاں
رو کے ہم بھرتے ہیں یوں کوچۂ جانانہ ذکی
جو دلوں کی انکا وطن ہو وہیں ہم تو جفا چھپے نہ ستم سے چھپے
بہا دی خوبوں کی آن ادا تو خیال یہ ہو نکا دلکو رہا
کبھی دیکھیں جو ابروئے خمیدہ صنم تو رہینگے نہ خواہشیں انکی ہم

جب بہار روش کبھی ابر بہا اٹھتا ہے
پھر بہے رنج کہ غم سے سرو کا سر اٹھتا ہے

جو شمع نہ ہو گل مرے مدفن پہ نہ آئے
چوٹی کو یہ قدغن ہے کہ گردن پہ نہ آئے
آشوب کہیں دیدۂ روزن پہ نہ آئے
گر تار گریباں سر دامن پہ نہ آئے
زنہار قیامت مرے مدفن پہ نہ آئے

یاقوت میں نیلم کی تحریر نظر آئی
پرواز تصور کی تصویر نظر آئی
آلودہ جو لکنت میں تقریر نظر آئی ہے
جب عمر بسر آئی تعبیر نظر آئی ہے
ہر تان میں بجلی کی تحریر نظر آئی ہے
معشوق کے غمزہ میں تسخیر نظر آئی

عہد پورا کیجیے وعدہ برابر کیجیے

ہر کالۂ آتش ہیں یہ مہتاب کے ٹکڑے
ڈر ہے کہ نہ ہوویں دل احباب کے ٹکڑے
مستی میں کیے جام مئے ناب کے ٹکڑے

دھوم سے فصل بہار آ کے برس آتی ہے
جنبش نبض سے آواز جرس آتی ہے
کہیں ساونکی گھٹا جیسے برس آتی ہے

ہوسے لاکھ طرح کے بگڑی رنگ ہم انسے چھپے نہ وہ ہم سے چھپے
ہو چند ایسے ہنس کا مرو کہ ہوئے بہار ارم سے چھپے
دل ہم الفت بت سے چھپے دل شیخ ہوا حرم میں چھپے

بہت ہیں خار زباں جو شانے کو تشنہ ہوا نہیں تشنہ جگر کوئی لبوں تک کبھی / کہ تڑپتے ہیں تشنہ جنوں میں پڑے کسی آبلہ پا کے قدم چھٹے
... دل بیتاب ہے وصل میں آنکھوں کی رو ستم / ذکی آفت جاں ہے عشق کا غم کہ خوشی سے جیتے نہ اٹھے

[illegible]

معنی روشن ہی شمع بزم شعور / کہ ہو فروغ سخن آفتاب عالم نور
فروغ معنی روشن اگر ہو جلوہ نما / زبان خامہ بنے ہمزبان شعلۂ طور
نہاں ہے شمع تجلی حجاب معنی میں / دکھائے جلوۂ نور نہاں سخن میں ظہور
جو لطف معنی روشن نہ ہو سیاہی میں / سواد خط سے نہ آئے شمیم طرۂ حور
سواد خط میں ہے نور معانی براق / کہ ہر ستارۂ روشن ہے وہ شب دیجور
کتابت ظلمات تو برق ہے روشن / سواد خط میں فروغ سخن سے حسن شعور
زبان شعلہ ہو گویا مرے سخن کی زبان / مری سخن کی تجلی ہے شمع محفل نور
بیاض صفحہ ہو آئینہ دار صبح امید / بنا ہو چاک قلم مطلع ستارۂ نور
ہزار شکر الٰہی کہ بخشے صاحب کو / دیا ہے جوہر ادراک سے کمال شعور
کریم و قادر و خلاق و رازق و جاں بخش / رحیم و عادل و غفار و کردگار غفور
ذکی شفیع قیامت کی اب رقم کر مدح / کہ بعد حمد الٰہی ہے نعت کا دستور

[illegible]

سخن میں پائے جو مضمون آب و تاب قلم / ہو آب خضر سے ظلمت میں کامیاب قلم
سواد خط سے تجلی ہو نور کی پیدا / اٹھائے چہرہ مطلب سے گر نقاب قلم
ہماری شعلہ زبانی کا سیکھ کر انداز / زبان شمع کو دینے لگا جواب قلم
وہ سطح ... سر نگوں کہ لیتا ہے / ہمارے بخت سے تعلیم انقلاب قلم
... کہ لکھ نہ سکے / جناب پاک کی تصویر بے نقاب قلم
... جو نعت شہ انبیا میں تازہ سخن / تو لائے ڈھونڈ کے مضمون انتخاب قلم
... تو ہے ناسخ نور / کہ تیری ذات کو لکھتا ہے آفتاب قلم
... / اگر اٹھے جو صفت میں ہے گرم اضطراب قلم
... تاریخ ... / ... دیا لکھا انتخاب قلم
ہر ایک مصرع ... تاریخ / ... دل ... کا ... قلم

موافق اور بخشا لغت حروف [illegible]
تو یکصد و نود و یک سال ہوتا ہے
کچا مزید اثر ورد ہر حساب قلم
بہ ول زحمد و قیاس ہے تاکار [illegible]
پدید آمد مصرع طراز جوہر خاص
جنہیں دو ہزار و دو صد پنجاہ [illegible]
سکے کہ جوہر ادا از خشد [illegible]

گرستہ [illegible] حساب قلم
کہ اس کی شرح [illegible] کوئی [illegible] قلم
ز روح [illegible] چہ اکتساب قلم
ز طبع میں چہ [illegible] کتاب قلم
ز طبع گوہرت [illegible] آسمان جناب قلم
سنین ہجرت از و آورد حساب قلم
ہمالہ ذکی [illegible] دو اب قلم

شعرائے بیتاب جو ستند در نظم [illegible] من
لیلۃ القدر ہست معمول سواد نامہ ام
صورت ظلم تشنہ گشتہ ام از [illegible]
شد از چشم از خون گرمی سر گشتگی
حیرت باشد کہ بود دیا [illegible] سوز و گداز
ساز برگ کامرانی گر نباشد گو مباش
نازش من در جہان بجز ذکی [illegible]
از [illegible] نگہ بوئے خون طراو ور سخن

صبح خیز خون فق ہست آتشین ریاست
بوسہ ز لعت نور آید از شب یلدائے من
شمع معنی میکند [illegible] سراپائے من
گرد باد آتشین سے خیز د از صحرائے من
محفل افروز سخن شمع دل دانائے من
سخن خوش باد [illegible] بہ پہلوئے من
بندہ درگاہ حیدر مرشد والائے من
برگ گل گردد زبان بلبل گویائے من

بہ حسرتیکہ بیز زد بجلوہ [illegible] دید اسے
نا امیدی اشتیاق و شدت اندوہ
بحسن آب حیات بہ پردہ ظلمات
[illegible] نگاری گل از فراق فصل چمن
بآن زمانہ کہ یوسف گذاشت کنعان را
[illegible] رساز جانب زال
بچاہ نظام الدولہ وزیر الملک
سخن [illegible] کہ بود [illegible]
فقط

بگریہ کہ بود درو نمائش خندہ یار
بہ کامیابی مایوس و ذوق بوس و کنار
بر شے صبح [illegible] دید طرہ شب تار
بہ بیقراری بلبل [illegible]
بیابان [illegible] زلیخا گذشتہ [illegible]
بہ نغمہ کہ بود دل [illegible] زار
بہ نظم [illegible] نظام سخن [illegible]
برگ و [illegible]

دیوان واجد علیشاہ اختر
مرحوم بادشاہ اودھ

الٰہی عشق ترا میرے دل سے دور نہ ہوگا
گنہگار ہوں پر اب کبھی قصور نہ ہوگا

شراب ساقیٔ کوثر بھری ہے اس میں لبالب
ہزار شیشۂ دل توڑیں چور چور نہ ہوگا

کرشمے لاکھ بدل کر دکھائے وہ رخِ رنگین
ترے نظارے کی قابل جمالِ حور نہ ہوگا

غرور ہے تجھے زیبا کہ تو ہے مالکِ عالم
کلام بے ادبانہ ترے حضور نہ ہوگا

لوائے حمد کا سایہ جو چاہتا ہے تو اختر
تو سر پہ سایۂ بالِ ہما ضرور ہوگا

ابرو کا کوئی مجھ پر اب وار نہ ٹھہریگا
وہ ترک بھی عاری ہے زنہار نہ ٹھہریگا

بدھی پہ دلِ مجنوں گیسو سا پریشان ہے
ہاروں میں جو الجھیگا زنہار نہ ٹھہریگا

مجھکو بھی دکھا دینا آج اپنا رخِ رنگیں
فردائے قیامت پر دیدار نہ ٹھہریگا

آنکھوں میں دم اٹکا ہے اکدم میں رواں ہوگا
اس نرگسِ شہلا کا بیمار نہ ٹھہریگا

لٹ پونجیوں کا اختر میخانہ میں دورا ہی
دکان اٹھا ڈالو بازار نہ ٹھہریگا

کیا عشق بکف آئے خریدار تمہارا
دکاں میں سماتا نہیں بازار تمہارا

بلبل کی رہائی سے ہوا طائرِ دل صید
تڑپا قفسِ تن میں گرفتار تمہارا

ہیں موجِ مئے نابسی شیشے تہ و بالا
کمظرف ہے اس دور میں سرشار تمہارا

اس چشم کو دیدار اگر مدِ نظر ہو
سوئے نہ کبھی دیدۂ بیدار تمہارا

میں طائرِ دل آج اڑاؤں گا ہوا پر
شہبازِ نظر ہو رہے طلبگار تمہارا

کچھ حسن بھی رکھتے ہو اگر عشق فزوں ہے
موجود ہے اختر سا خریدار تمہارا

پر باندھ کر اسکو ذرا ہاتھ پہ دھر لا
لے بادِ صبا خاکِ درِ یار ادھر لا

لیجا دل بیتاب نشانی مری قاصد
سیمابی ہے مرتبۂ عشق خبر لا

میخانے میں روتا ہی مرا شیشۂ دل بھی
نالوں سے اسے خشک کروں دیدۂ تر لا

منقار سے توڑا کرے یہ آتش گل کو
امید دل بلبل نالاں کہیں بر لا

حسرت ہی کہیں حسرت دل اسکی نکالے
اس اختر غمگیں کے لیے دیدۂ تر لا

میں خار خار ہوں میری بہار لیتا جا
چھپا کے برگ میں اے گلعذار لیتا جا

ہوا کیطرح دکھاتا ہی سحر مٹی پر
یہ چار نقش بھی اے شہسوار لیتا جا

گلابی تجھ پہ گلا کاٹے ایسا رند ہے تو
مجھے بھی مستی سے اے بادہ خوار لیتا جا

دلا شراب کے وہ نشہ سے ہیں مست بہت
کھلیں ہیں نرگسی آنکھیں خمار لیتا جا

شروع ابر ہے ساقی بنا ہمیں لوٹے
ہمارا دوش صبا پر شکار لیتا جا

یہ نذر ہی گل داغ جنوں کی ای اختر
چمن میں آیا تو کچھ گلعذار لیتا جا

زلف کی یاد سے مضمون رسا کھل جاتا
فکر رخسار سے مشتاق لقا کھل جاتا

بستگی ہوتی جو قبضہ میں تیرے ای قاتل
خنجر ناز سے خون شہدا کھل جاتا

نام تیرا جو نگین پر ترے کندہ ہوتا
میرے ہر داغ پہ یہ نقش وفا کھل جاتا

ناتواں ایسا ہوں سنگ دلا الفت میں
کہربا سے یہ غم ہوش ربا کھل جاتا

تا بہ نظارہ جمال رخ روشن کی کہاں
چشم پوشی سے اگر روئے خدا کھل جاتا

حسن اختر سے جو ای عشق کبھی تو لڑتا
بیخبر دیتا وہیں ذہن و دکا کھل جاتا

پیریاں تو اڑ گئیں دل دیوانہ رہ گیا
شعلہ پتنگ ہو گیا پروانہ رہ گیا

شوق خدا پرست سے بتخانہ رہ گیا
عشق زلال نوش سے پیمانہ رہ گیا

[illegible] نرگس میگوں کا مست ہے
ساغر کا دور ہو گیا مستانہ رہ گیا

پامال ہم ہوئے تھے جو گلشن میں اسکے ساتھ
اپنا سمجھ کے سبزہ بیگانہ رہ گیا

[illegible] اکا دل دور میں کسی رند مست سے
لبریز اشک چشم کا پیمانہ رہ گیا

[illegible] یار دل میں ہے گو منہ پہ وہ نہیں
اختر خدا کا شکر صنم خانہ رہ گیا

[illegible] ہوا ہے اب تو جینا یارب
کیا سہل ہے موت کا قرینا یارب

پھر مصحفِ رخ دکھائی مجھکو وہ ماہ
آتا ہے رجب کا پھر مہینا یارب

دیوان لئے ہے میرا تا قیامت باقی
سونے پہ کیا ہے مینی مینا یارب

ساقی کی جدائی کیوں نہ بہکائے مجھے
توڑوں کیونکر نہ جام و مینا یارب

احمد کا ہجر و ہیان دل میں اختر ہر دم
سینہ کیونکر نہو مدینہ یارب

دل خونبار نے اشکو نہیں دکھایا خوناب
عوضِ تارِ نظر آنکھ میں پایا خوناب

جب سنا وصف لب لعل صنم کا میں نے
پیشوائی کو وہیں آنکھ میں آیا خوناب

ہاتھ تو ٹوٹ چکے آنکھ بھی کھوئیگی ضرور
الفتِ یار میں اختر نے بہایا خوناب

وہ وطن یاد ہے غربت میں وہ ساری احباب
ہائے کب تجھسے ملیں گی مرے پیارے احباب

جو تیغ سے ہیں گلِ زخم ہائے تن شاداب
کمال اس گلِ تر سے ہوا چمن شاداب

کسیکے تارِ نظر سے بڑھی مسلمانی
ہوا نہ رشتۂ زنار برہمن شاداب

سمجھ تو آتشِ گل کا کھلا ہے راز نہاں
کہ شمع بزم سے ہے سارے انجمن شاداب

گلوں کا نشو و نما ہے مجھی سے اے بلبل
سحاب اشک سے ہے کیونکر نہو چمن شاداب

مسی سے اسکو نہ سوسن نمط سیاہ کرو
کبھی تو پان کی سرخی سے ہو دہن شاداب

گلو کہیں خطِ ریحان بھی صاف کرواؤ
صلاح اختر رنگین سے ہو چمن شاداب

شمع عریاں کی طرح دل نہ جلاؤ صاحب
اپنے جامے سے نہ باہر ہوئے جاؤ صاحب

حلقۂ چشم کو پابوسی کی حسرت ہے بہت
آنکھ میں بھی مرے پاپوش سماؤ صاحب

کہیں تارِ نظرِ بد نہ نزاکت پہ پڑے
بال کی اوٹ میں جاتے ہو تو جاؤ صاحب

چشم پوشی نکرو باغ میں ہے جوش نظر
آنکھ نرگس کی ہے جانا ہو تو جاؤ صاحب

ماہ رو سر پہ چڑھایا نکرو اختر کو
آسماں سر پہ زمیں پر تو بلاؤ صاحب

گلشن بہار پر ہے بنا ہے قلم گلاب
توڑیں زمیں شوخ سے کیونکر نہ ہم گلاب

گلشن میں رو رہی طائر رنگ پریدہ ہوں
سمجھا ہے خوب اپنا وجود و عدم گلاب

آئے دو آتشی سے گرانی ہے خود مجھے
ہر مریض عشق تو ہوتا ہے سم گلاب

شیشہ تو ہو نہیں شیشہ دل میرا بھر گیا
ساقی کے ہاتھ بھی ہیں سحاب کرم گلاب

اختر جما ہے تختے پہ حسب طرح قلم	پھولی زمین شعر میں سطرح کم گلاب
سنگھاؤں سینہ سی ساقی کو آج بوی کباب	شراب خانہ میں لازم ہی جستجوے کباب
جلے ہوؤں کو جلا کر سیاہ کرتے ہو	نگاہ پھیرتے کیوں دیکھتے ہو سوے کباب
شکار اب بطمی کا ضرور ہو ساقی	شراب پیکے ہی رندونکو آرزوی کباب
بتونکے دور میں سیخ کباب لازم ہے	خدا جلائے اسکو جو ہو عدوی کباب
گلوں سے بلبل شیدا کا دل جلاتا تھا	چمن میں آ گئی ہی اختر تو آج بوے کباب
چمن سے پھینکدیا میرا آشیاں کیا خوب	نہال مجکو کیا آکے باغباں کیا خوب
خبر ہے اپنے بھی رخسار زرد کی اسکو	یہ ہمسے ہنستی ہی کھل کھل کے زعفراں کیا خوب
بڑا ہی پھیر ہے حجت نہ درمیاں لاؤ	کمر کو پوچھتے ہو ہمسے لے میاں کیا خوب
ٹلکہو ٹا مسی پہ اسکے غضب جمایا ہے	اٹھا ہی آتش بیدا دسے دہواں کیا خوب
تری غزل پہ ہلالی نثار ہی اختر	اگر پڑھے تو کہی سنکے شعر خواں کیا خوب
پسند آگیا اس بادہ خوار کا اسلوب	وہ اسکی نشہ کی آنکھیں خمار کا اسلوب
ہمیں تو آنکھ لڑانے سے شرم ہی اے برق	دکھا سحاب دل اشکبار کا اسلوب
شرارتیں نکرو اے بتو خدا سے ڈرو	دکھایا سنگ میں تمنے شرار کا اسلوب
ہزار نرگس شہلا بھی زرد ہوتی ہے	چمن میں پاتی ہے کب چشم یار کا اسلوب
کیا ہی اختر بیلے پر کو مرنے کر بھی قید	کہیں بھی ہوتا ہی ایسا شکار کا اسلوب
تیرہ بخت کیا پائیں تیرا روی عالمتاب	لکھدے خط عارض میں اپنا موی عالمتاب
شعر نیری کب چمکے مثل حضرت آتش	کب چھوڑتے پانی منہ سے خوی عالمتاب
فکر سے مرا ہر شعر موتیوں کا مالا ہے	کیا عروس مضمون ہی کیا گلوی عالمتاب
تاثیر گر بجا دے بلبل کو خار الفت	ہے حسن گلرخاں تک ساری بہار الفت
کس کس کے در پہ رکھتے پھرتے ہیں اپنا سر کو	خانہ خراب تیرا اے روزگار الفت
اس مہروش کو دلمیں اپنے اگر جگہ دو	مجھ ہو میرا سینہ روشن ہو نار الفت
اسکا گلے لپٹنا تربت میں یاد آیا	دینے لگی زمیں بھی مجھکو فشار الفت

اختر یہ میری ہمدم ہیں غمگسار اسکا

الفت نثار مجھ پر اور میں نثار الفت

غنچہ ساں ہم تنگ ہیں اُس گل کی تقریروں کے بیچ
سب ہیں آزاد اُسکے دام گیسو سے ہوئی
ابروؤں نے قتل کرتا ہی تو کافر قتل کر
کرسکوں میں کیا ترے روئے کتابی کی صفت
چشم وحدت بیں سے جب دیکھا مرقع دہر کا
چپکے سہتے ہیں ستم ہم اُف بھی کرسکتے نہیں
خواب دیکھے ہیں تری زلف سیہ کے بارہا

مطلب دل اب بیان کرتے ہیں تحریروں کے بیچ
ایک ہم باقی رہی ہیں سارے نخچیروں کے بیچ
اک مسلمان گھر گیا ہی دُہری شمشیروں کے بیچ
شرح ہی اس مصحف ناطق کی تفسیروں کے بیچ
اک اُسیکی شکل ہی ان ساری تصویروں کے بیچ
آہ کی طاقت کہاں ہی ہم سے دلگیروں کے بیچ
کیوں دل اختر نہ اُلجھے اُنکی تعبیروں کے بیچ

آنکھوں سے گرا شیشۂ بلور سے گلے پر
کافر پہ گلا کاٹتا ہے اپنا مسلمان
بوسہ ترا آنکھوں سے قمر لے تو بجا ہی

ہیں ساغر دل کیوں نہ کروں جور گلے پر
ہے نور خدا اے بت پر نور گلے پر
اختر کی لبوں کا نہیں مقدور گلے پر

بتوں کی ذات سے کیا کیا شرارتیں پائیں
ہمارے سینہ کی درگاہ پر چڑھی گل داغ
خیال یار میسر ہوا تصور میں
جمال یار کو سارا بدن ترستا ہے
ترے نصیب کی گردش حقیر کرتی ہے

جو پائی پائی یہ سنگین عمارتیں پائیں
بتوں نے روضۂ دل کی زیارتیں پائیں
شروع خواب میں دلنے بشارتیں پائیں
ہر ایک داغ نے تن پر بصارتیں پائیں
جو ہم نے ہاتھ سے اختر حقارتیں پائیں

ہم نمازو نہیں جو بیباک کھڑے رہتے ہیں
بیقراری کو مری دیکھ کے اے شاہسوار
صبح محشر سے کہاں کم ہے شب ہجر صنم
بیخبر دکون ہی اس صید گہ الفت میں
بار کھینچکے ہوس ہمکو اُنہیں خواہش سے
شمع مہتاب ہی عریانی بھی ہی عین بناہ
اختر اغیار سے کرتے ہیں جو وہ عشق غلط

سامنے یہ بت سفاک کھڑے رہتے ہیں
باادب توسن چالاک کھڑے رہتے ہیں
ہم گریبان جو کئے چاک کھڑے رہتے ہیں
بہا گئیں کیا لائق فتراک کھڑے رہتے ہیں
ہم سے فتنہ تہ پاک کھڑے رہتے ہیں
پہنے وہ نور کی پوشاک کھڑے رہتے ہیں
ہم چھپائے نگہ پاک کھڑے رہتے ہیں

باغ عالم میں گل مضمون کا ہی جوش اندنوں
سر جھکائے بلبلیں بیٹھی ہیں خاموش اندنوں

داغ سودا کھلا ہو نکا نمونہ ہو گیا
آبلو نکی پاؤں میں پہنی ہی پاپوش اندنوں

سر مرا خالی کیا اے بلبلو چکار کے
ہمسر باد بہاری ہی میرا دوش اندنوں

صورت معشوق حقیقی کا چمن مشتاق ہی
ہر گلستاں نے پہلائے پھول کی گوش اندنوں

پھر گلستاں بہی مقابل روی گلروسی ہوا
صورت بلبل پہر اڑاتی ہی مری ہوش اندنوں

تیری مو ہای سیہ سے طاق ابرو کہل گئے
فرق کیا سمجھیں ہوا کعبہ سیہ پوش اندنوں

چھوڑ دیگا کوچۂ جاناں نکایہ اختر بہی ضرور
یاد کیا مجکو کرے وہ خود فراموش اندنوں

ایجو انواب ضعیفی ہی بہاری اندنوں
پہنک دیتی ہی ہمیں باد بہاری اندنوں

طائر مضمون کو وحشت پر لگاتی ہے وہیں
خط کو لے اڑتی ہی میری بیقراری اندنوں

زخم کے تقاضے سے کب بہتی ہی ہمدم جوئی خون
موج تیغ یار کا چشمہ ہی جاری اندنوں

حسرتیں مقتول کیں سینہ میں ہمنے بیشتر
ہر ہوس پہرتی ہی کیسی ماری ماری اندنوں

وہ تو ایک ماہ سریع السیر پہ ہے مبتلا
کون اختر کی کرے اب غمگساری اندنوں

وہ حسن جو مشہور ہی اخباروں میں
میں بہی بیکار نہیں نام ہے ہر کاروں میں

گل کا عاشق ہوں کبوتر نکرے مجھسے غرور
بلبلیں لائینگی نامہ مرا منقاروں میں

وہ تو مہ پارہ ہی زہرہ سی ہی امداد طلب
اختر زار کہاں ہو نہ گنہگاروں میں

بلبل کی جو جی میں میرا جی ہو
پھر گل سے وصال بہی اجی ہو

اُتری نہیں یار کی سلامی
وردی کہیں شام کی بجی ہو

غنچوں سے نہ کج کلاہ اینٹھیں
تن پر جو قبائے گل سجے ہو

ناسخ کی غزل سجی ہے اختر
یہ اور ردیف ہے اجی ہو

جگر عاشق دل سوز جلاتے نہ چلو
شمع کو محفل عشرت میں رلاتے نہ چلو

سم رہوار سے مردیکو جلاتے نہ چلو
سوتے فتنہ کو تم اے یار جگاتے نہ چلو

قفس تن میں مرا طائر دل پھڑکے گا
چٹکیوں میں گل و بلبل کو اڑاتے نہ چلو

موج گل سے نہ مچا لاہی نسیم سحری
قد و بالا سے تو یوں خاک اڑاتے نہ چلو

باغ میں آئے ہو گر و تو ذرا بلبل کو
غزل اختر خوش لہجہ ستائے نہ چلو

نکالوں کس طرح دل سے تری مژگاں کے تیروں کو
مٹا سکتا نہیں انسان ہاتھوں کی لکیروں کو

یہ حق حق بوریائے فقر پر کیا نقش دکھلائے
مری آہیں بہت برباد کردینگی فقیروں کو

نہ جاؤ ناصحو اس سر دھری پر نہ سمجھاؤ
شرارے آگ کے ہیں بت نہ بھڑکاؤ شریروں کو

شگفتہ ہو گیا ہر گل تری رنگین ادائی سے
دیئے ہیں لٹ پٹی دستار نے کیا داغ جیروں کو

بڑا اچھا ہے جو اپنے شاہ کا کیونکر سفیدی ہو
سیاہی کا لگیگا داغ اختر اُن وزیروں کو

ڈھپ نہیں سکتا بدنِ آرزو
تنگ ہوا پیرہن آرزو

خونِ شہیداں کی دکھاؤ بہار
سرخ رہے یہ چمن آرزو

ناز کا انداز وہاں اور یہاں
قطع ہوا پیرہن آرزو

تیری تصور سے ہوں خلوت نشیں
خالی ہی پھر انجمن آرزو

کیوں نہ یہ صیاد سے اختر لڑا
صید ہے ناوک فگن آرزو

کانوں کو پھر خوش آتی ہے صوتِ ہزار کچھ
آتی چلی ہے گلشنِ دل میں بہار کچھ

مطرب کی صوت سے دلِ ناساز ہے فگار
باقی نہیں ہیں گلے میں گریباں کے تار کچھ

پھر آمد بہار میں کٹتے ہیں پر مرے
بیرنگ ہو گیا چمن روزگار کچھ

ساقی نے اپنے دور میں محروم جو رکھا
روشن ہے اُسکے نور سے اب دلمیں نار کچھ

دار و مدار دار فنا میں خدا پہ ہے
اختر بتوں کا عشق نہیں پایدار کچھ

دار فانی میں عشق حق باقی
اُسکے ناموں کا ہے سبق باقی

پان کھا کر جمائی ہے مستی
سرِ شب ہے مگر شفق باقی

خوب چھاڑی زمین شعر و غزل
آسمان کے ہیں اب طبق یہ باقی

کھینچ لیتا ہوں اک نظارہ میں
کسی گل میں نہیں عرق باقی

تیری غزلیں فنا ہیں اے اختر
ہاں اگر ہے تو نام حق باقی

سوز دل جب گزار کرتا ہے
برق کو بیقرار کرتا ہے

چشم بینا ہوا ہے ہر اک داغ
ہمہ تن انتظار کرتا ہے

اپنی آنکھوں میں رکھ مجھے صیاد — کیوں شکار آشکار کرتا ہی
باغ پر کیوں نہ بلبلیں پھولیں — داغ کو لالہ زار کرتا ہے
ذرۂ خاک سے بھی کمتر ہوں — کون اختر شمار کرتا ہے

میرا صحرائے جنوں اسدرجہ درد آمیز ہے — جو بگولا خاک کا اُٹھتا ہی شور انگیز ہی
تیر مژگاں کا گذر ہوگا نہ اے ناوک فگن — رونگٹا ہر ایک میرے تن پہ تیغ تیز ہی
گیسوی شبگوں میں اپنی مہر لٹکا یا نگر — ہی رقیب روسیہ یا مرغ شب آویز ہی

عارضِ رنگین نہیں اس دور میں ای میکشو — کاسۂ چینی شراب سرخ سے لبریز ہے
جو تخم بوؤ سے کرے دانہ اُگے دہقانیو — یہ زمین صاف اس اختر کی آفت خیز ہی

خونکا تیں جوش ہی آہ کا بھی خروش ہے — دل مرا سرخ پوش ہی اور وداع ہوش ہے
داغ جو میری لے سکی ہار وہیں تیری گوندھ کے — پھول سمجھ کے کہ نیچ لے اسکو جو گل فروش ہے
سالے میری چشم غم کی تل آنسو دلسی ذرا تو مل — سد سکندری ہی جو دل سینہ میں ایسا جوش ہے
سرو چمن ہی مثل دار کسکی ہی قد کا انتظار — باغ میں گل کھلیں ہزار تیرا دہن خموش ہے
مصرع تر یہ درد کا اختر زار ہی بجا — حسن بلائی چشم ہی نغمہ بلائی گوش ہی

رخ روشن جو دلیا صبح گاہی — دل خورشید میں آئی سیاہی
بنی سد سکندر موج گیسو — سفینہ پر مری آئی تباہی
پڑھی ہی تحریر خط عارض یار — لکھوں خواہی نخواہی عذر خواہی
بدل جائے شریعت قاضیوں کی — زبانیں کاٹتے ہیں سب گواہی
بتوں کا عشق چھوڑو آئی پیری — کرو اختر بس اب یاد الٰہی

اے کعبۂ دل تیرے سینہ میں خرابی ہے — معشوق جو رہتا ہو اسمیں وہ شرابی ہے
قمری کی خرابی ہی ہر سرو شرابی ہے — ہر غنچۂ دلبستہ بلبل کی گلابی ہے
تہا قیس سمجھ ماتم سے لیلی کا سیہ خیمہ — گردوں کی مرے غم سے پوشاک بھی آبی ہے
بوروند کی رنگینی بلبل کو اڑا دینے کی — پھر پھولونکا گلشن میں جامہ جو گلابی ہے
دیکھا نہیں بلبل نے اختر کا جو میخانا — جو شعر ہی دیوان میں گویا وہ گلابی ہی

فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتخاب دیوان مولوی سید

علیحیدر صاحب طباطبائی نظم لکھنوی

نظر آتا ہے ابر آسا گزرنا کوہساروں کا
کہ عالم عالم اجسام میں ہے بیقراروں کا

کیا ہے دست گیری کا جو وعدہ تیری رحمت نے
کلیجہ ہاتھ بھر کا ہو گیا امیدواروں کا

گلستاں ہو کہ خارستاں ہو دونوں جا ہے عبرت کا
یہ مقتل نیزہ بازوں کا وہ مدفن تاجداروں کا

نہیں ہی شرک سجدہ کی جہت مشرق ہو یا مغرب
سمجھتا ہی اگر تو ایک مرجع سب اشاروں کا

کرم ادنی پہ اعلی سے زیادہ ہی تعالی اللہ
گلوں سے بیشتر نشو و نما ہوتا ہی خاروں کا

نہ شوخی اے صبا کر وضع میں اب فرق آتا ہی
غبار اونچا نہ ہو جائے کہیں ہم خاکساروں کا

ضلالت میں گھرے ہیں اور علائق مانع عرفاں
شب تاریک ہی اور کاٹنا ہی کوہساروں کا

ہوا میں انکے ذرے ہوں تو ہوں جو نامو گڑے
پتہ روئے زمیں پر تو نہیں ملتا مزاروں کا

کھلا دیتی ہے سرمہ کیا نگاہ شرمگیں تیری
کہ اف کرتا نہیں مارا ہوا تیرے اشاروں کا

تجمل دیکھکر تیرے شہیدان محبت کا
مسیحا و خضر پڑھنے لگے کلمہ شہادت کا

فرشتہ کی طرح سے پاک دامن ہو تو کیونکر ہو
کہ دل رکھتا ہی انسان ور دل ہی بلا آفت کا

ذرا سن تو ہی کیا شور ہی شہر خموشاں میں
جو عاقل ہیں یہاں آکر سبق لیتے ہیں عبرت کا

شباب اس طرح سے گزرا کہ اب معلوم ہوتا ہے
وہ باتیں اک زمانہ کی ہیں قصہ ایام عشرت کا

فغاں آتش اشک ابر و گریہ شبنم
جدھر دیکھو ادھر ہو رہا ہے... [illegible]

مٹا دی نے ہستی آستینوں کو اگر الٹا
عدم کا اٹھ گیا پردہ جو دامن تا کمر الٹا

نگاہ ناز آئینہ میں رکھتی ہے اثر الٹا
ادھر دیکھو قیامت ہو گی پھر جادہ اگر الٹا

بہار آئی اٹھے بادل چلے صحرا کو دیوانے
ہوئی انجمن بڑھا آزار دل الٹا جگر الٹا

نہ ہو لینگی کبھی وہ خلوتیں وہ وصل کی باتیں
کہ پردہ شام سے چھوڑا تو منہ کا صبح الٹا

موذن نے اذاں مغرب کی دی صبح شب فرقت
وہ بل کھا کر اسے ہیں قتل کرنیکو میں ڈرتا ہوں
صبا کی شوخیوں پر رشک کیسا مجھکو آتا ہے
جلے ہیں غیر غیر کیا گیا وہ جو خلوت سے مری نکلے
جواب آیا نہ مرغان چمن سے میرے نالوں کا
بہار باغ دونی ہو گئی ہے مینہ برسنے سے
جو سچی بات ہو اسے نظم وہ پہلو نہیں رکھتی

کچہ ایسی نو بہتی نے وردیاں الٹیں کہ گھر الٹا
مجہی پر کچہ نہ کچہ الزام دہر دے گی مگر الٹا
کہ آنچل اسکا یوں سوتے ہیں کہ خوف خطر الٹا
پریشاں بانذکر جوڑا دوپٹہ اوڑہ کر الٹا
گلے کو کسقدر پہیرا زباں کو کسقدر الٹا
نظر آنے لگا ہر ایک تماشے میں شجر الٹا
نظر آتا ہے یکساں گو ہو سیدہا یا کہ الٹا

جفا و جور کی حد ہو گئی۔ بجا ہیں سے گئے ہم اچھا
نگہیں نوک اچھی ہیں تیرے ابرو ہیں خم اچھا
نہ دیکہ انداز آئینہ میں اپنا پوچہ لے ہم سے
جواب صاف دیکر توڑتے کیوں ہو مرے دلکو
ہے گبر و مسلماں منزل مقصد سے بیگانہ
نفس دزدیدہ جاتا خواب گاہ میں حسینوں کی
لحاظ اتنا ابہی تک حضرت ناصح کا باقی ہے
نہ پایا شعر ہم نے دفتروں ہیں اور سب کچہ ہے
روانی کو کلام نظم کی انصاف سے دیکھیں

ستائے جاؤ تم اچھا کئے جاؤ ستم اچھا
یہ تیغ جاں ستاں ہی خوب یہ تیر ستم اچھا
زمانہ بہر سے اچھا اور تیرے سر کی قسم اچھا
مجہے لیت و لعل اچھی مجہے لا و نعم اچھا
ملا یہ راہ میں ہنگامہ دیر و حرم اچھا
نکالا اسیر کا وقت سے نسیم صبحدم اچھا
وہ جو کچہ حکم فرماتے ہیں کہ دیتے ہیں ہم اچھا
زباں اچھی مضامیں خوب ہاتھ اچھا قلم اچھا
تو کہل جائے کہ ہے تلوار اچھی یا قلم اچھا

ادائیں سادگی میں لکھی جوٹی نے خلل ڈالا
کہلے دو پہول نیلوفر کے آنکہیں تو نے جب کہولیں
نہ اگلی سی محبت ہے نہ اگلی سی مروت ہے
فلک کو دیکہ کر شکوہ کریں ہم یہ ارادہ تہا
ہوا ہے پاؤں سے زنجیر پہر دور کس سے
ملی ہے آج مستی اب بہلا کیوں رخ اگر کہ لے
ملا ہوں میں ہنسا کیوں جلوہ گاہ قدس اگر

شکن ماتہے پہ ابرو میں گرہ گیسو میں بل ڈالا
ستم کیسا کیا شرما کے ہاتہوں سے جو بل ڈالا
الٰہی خیر وہ انداز ہی اب تو بدل ڈالا
کہا جہک کر فلک نے سر اٹہایا اور بہل ڈالا
رفیقان کہن میں تفرقہ خوب اے اجل ڈالا
تعلی بڑہ گئی مو باف جو پہلے بہل ڈالا
بتا اے نظم آخر یہ بیس کیوں تو نے بدل ڈالا

آپ کی محفل میں اگر دل مکدر لے چلا
آئینہ لایا تھا میں سدِّ سکندر لے چلا

دیدۂ تر لے چلا اشکوں کی چادر لے چلا
میں جدھر اٹھا بسانِ موجِ لشکر لے چلا

آگے میخانہ میں ہم مستوں کو پہلے لوٹ لے
کس طرف او ابرِ دریا بار لشکر لے چلا

میں گلے لپٹا تو ہنس کر چٹکیاں لینے لگی
بوسہ مجھسے چھین گنبد کا گوہر لے چلا

میں تو سمجھا تھا عدم سابق ہے لاحق ہی ہے
ہائے پھر ہستی کی تہمت کیوں لگا کر لے چلا

کاروانِ گل چلا آخر ہوئی فصلِ بہار
سبزۂ خود رو چمن سے اپنا بستر لے چلا

وقتِ آخر آ سکا اہو گئے سب لکھ داغ
خود میں اپنے قبر پر پھولوں کی چادر لے چلا

دیکھنا یوں چاند کی نظروں سے آتا ہے کیسے
آنکھ جس سے لڑ گئی ساتھ اسکو حیدر لے چلا

کون سا اس عشق بازی میں نہ ہم نے فن کیا
آہ کی فریاد کی نالہ کیا شیون کیا

چھوٹ کر تیر اسکی چٹکی سے یہ دیتا ہے صدا
آفریں کیا کام تو نے اے شکار افگن کیا

کھل کے کاجل نے کیا آنکھوں کو نیلوفر کا پھول
جم کے مسی نے لبوں کو غیرتِ سوسن کیا

جس زمیں پر شہ سے لپٹی مری تکر بلند
اس زمیں نے اطلس گردوں کو پیراہن کیا

جنبشِ ابرو نقطہ کافی تھی بہت قتل کو
اس قدر جلاد پر لے ترک کیوں قدغن کیا

ہے ستم مرغِ چمن شور مچانا تیرا
زخمِ دل پر ہے نمک ریز ترانا تیرا

حوصلہ رہ گیا اے فصلِ جوانی افسوس
ولولے دل کے سوا کم ہے زمانہ تیرا

یوں نگہ پھیر لے وہ آنکھ ملا کر مجھسے
اے اجل خوب سمجھتا ہوں بہانہ تیرا

بے مروت کوئی پھر تجھسے ملے کس دل سے
آج تک یاد ہے وہ دل کا دکھانا تیرا

اے جنوں ہیچ پڑ گیا کاش کہ مرجاتا تھا
خوب رسوا ہوئے کہنا جو نہ مانا تیرا

حسرت تیر انہیں ہے ہجو بڑی بیدو بال
جیسے دیکھا ہے نشانہ کو اڑانا تیرا

یاد کے سوتے ہے جگا تو یہ فرماتے ہیں
ہے کہیں اور ہی کم بخت ٹھکانا تیرا

دل مشتاق نے کروٹ نہ اندر لینے دی
وہ یہ کہتے رہے دکھ جائے گا شانہ تیرا

تیر لگتا ہے کلیجہ پہ کبھی دل پہ کبھی
ٹھیک پڑتا ہے نشانہ پہ نشانہ تیرا

تاکیا شیخ نجم دور خدا را حسد
ہچکیاں لگ گئیں سن سن کے فسانہ تیرا

زیست میں چار طرف مرگ کا طوفاں دیکھا ۔ تند آندھی میں چراغ تہ داماں دیکھا
ہم نے پایا نہ قدم طولِ امل کے ہاتھوں ۔ کالے کوسوں پہ مسافر نے شبستاں دیکھا
رشک ہی مجھکو تری جامہ دری پر اے موج ۔ جسطرف ہاتھ بڑھا اپنا گریباں دیکھا
عالم وجد میں کھینچا تھا ابھی دامن یار ۔ آگیا ہوش تو اپنا ہی گریباں دیکھا
قسمت دہر میں لکھی ہوئی ہے ویرانی ۔ میں نے ہر خاک کے ذرہ میں بیاباں دیکھا
تو کنارہ پہ کھڑا ہو جو رہا چھوٹ کے راہ ۔ تو نے اے سرو چمن کس کو خراماں دیکھا
کچھ نہیں جانتا کیا ہجر میں گزری مجھپر ۔ آنکھ کھولی تو طبیبوں کو ہراساں دیکھا
پھر تماشا نے نگاریں کا وہ ٹھوکر لینا ۔ فتنۂ حشر کو بھی خون میں غلطاں دیکھا
کشتنی تھا کہ نہ تھا نظم نہ معلوم مگر ۔ قتل کے بعد ستمگر کو پریشاں دیکھا

پیرو عقل ہو دیوانہ نہیں دل ایسا ۔ کار ناداں نہیں کرتا کوئی عاقل ایسا
بھر گیا پھولوں سے داماں نظر جیب سماع ۔ اسقدر کثرت گل شور رہا دل ایسا
گو میں ہی نہیں طوفان حوادث کے مفر ۔ موج تو ایسی بلا خیز ہے ساحل ایسا
میں سمجھتا ہوں کہ شادی کا سرانجام ہے غم ۔ مل رہے ہیں کف افسوس جلا جل ایسا
بخش دے خلد کا گلزار وہ ایسا ہے کریم ۔ اک پرکاہ کی بخشش کرے ہما دل ایسا
تیز رو جب سے ہے اے ناقۂ لیلےٰ سمجھیں ۔ دیکھ لے قیس اڑے پردہ محمل ایسا

جہاں میں کوئی نہ کوئی عدوئے جاں ہوگا ۔ ہوا اٹھے ہیں نہ پکیں تو باغباں ہوگا
جدہر سے قافلہ گزرے گا خاکساروں کا ۔ سپہر ناز کش گرد کارواں ہوگا
گلا ہو کاٹ کے مرجاؤ تو کچھ ڈر ہے ۔ کہ سب کا اس ستم ایجاد پر گماں ہوگا
نگاہ اس نے جو پھیری تو مر مٹا دل زار ۔ خبر نہ تھی کہ کچھ ایسا مزاج داں ہوگا
خدا کو ڈھونڈتے پھرتے جاناہی کیا کہیں اے نظم ۔ ہر ایک جا وہ ملے گا جو بے نشاں ہوگا

[illegible]
[illegible]
[illegible]

جہاں کہیں ہوئی کثرت رہا میں آپ سے دور
رہوں میں سر بگریباں یہ امر تھا منظور
خدا نے منہ میں زباں دی یا نہیں لطف سخن
جو مجھ سے رکھتے ہیں اے نظم حسن ظن احباب
میں پا کے اس سے عفو کا پروانہ چھٹ گیا

کیا حال پر ملال شب غم بیاں کروں
آئی تھی اسپ عمر پہ کاتی شباب کی
کس راستے سے ناقہ لیلیٰ کو لے چلا
مستی میں ایک کو نہ رہی ایک کی خبر
کاجل لگا کے لاش پہ رونے کو آئے تھے
ہو اضطراب شوق بھی نکلا حریف بزم
قابو سے کس کو نکلنے بھی نہ دے
دیکھا فریب حیرت بزم وصال کا
دی آ کے کیا نسیم نے حیرت فزا خبر
جہاں [illegible] روح و تن نفس واپسیں ملک
احسان یہ کیا عرق انفعال نے
واعظ تھا مجھے کہ یہ کس کی نظر لگی
زاہد جو شہر چھوڑ کے صحرا نشیں ہوا
رکھا ہے کیا وطن میں اسے اپنے نظم خانہ خراب

سر ہی یہاں نہیں ہے جو ساماں نہ ہو تو کیا
[illegible] کعبہ کے قسم کہ لگے ہیں وہ
لا یا [illegible] سا نہ لیں گا تو کی
[illegible] جب [illegible] ہاں نہیں لگتی شباب کی

جہاں ملی مجھے خلوت ظہور میں نے کیا
یہ سہل تھا کہ گریباں کو دور سے نہ کیا
اس ایک بات پہ کتنا غرور [illegible]
تو میں سمجھتا ہوں کچھ [illegible]

اہل خرد [illegible] چھٹ گیا
[illegible] چھٹ گیا
[illegible] چھٹ گیا
لے ساربان [illegible] پروانہ چھٹ گیا
شیشہ سے بزم [illegible] پیمانہ چھٹ گیا
اشکوں سے [illegible] مستانہ چھٹ گیا
چشمک میں آ کے شمع کی پروانہ چھٹ گیا
پھر شہر [illegible] سنگ دیوانہ چھٹ گیا
دست [illegible] دانہ چھٹ گیا
ہر شاخ گل [illegible] ہاتھ سے پیمانہ چھٹ گیا
دم بھر میں [illegible] یارانہ چھٹ گیا
دامن سے داغ گریہ مستانہ چھٹ گیا
ہونٹوں تک آ کے ہاتھ سے پیمانہ چھٹ گیا
اس کو یہی قلق ہے کہ میخانہ چھٹ گیا
ہوا اس لیے اداس کہ ویرانہ چھٹ گیا

داماں نہ ہو تو کیا ہے گریباں نہ ہو تو کیا
[illegible] قرآں نہ ہو تو کیا
دولت [illegible] احساں نہ ہو تو کیا
[illegible] نہ ہو تو کیا

کیا اے فلک ملا ہمیں بازار دہر میں / ظالم متاع دل بھی ارزاں ہنو تو کیا
کہتے ہو جو پڑے گی مصیبت اٹھائیں گے / لیکن وہ ظلم کرکے پشیماں ہنو تو کیا
مانا کہ تو نے خیر کیا نظم اپنا حال / معلوم ہم اسکو حال پریشاں ہنو تو کیا

پرسش جو ہوگی تجھسے جلاد کیا کریگا / لے خون میں سنے بخشا تو یاد کیا کریگا
دل لے گئے پوچھنا ہی تو کسکا شگفتہ ہی / ہو لالہ ہی سے ظالم پھر یاد کیا کریگا
اے نظم جسکو چاہی وہ دیوے بہشت دوزخ / نمرود کیا کریگا شداد کیا کریگا

پرکالہ دل گریۂ سرشار نے کھینچا / کعبہ کو بھی گرتی ہوئی دیوار نے کھینچا
یوں مجھکو سوئے وحشت دل زار نے کھینچا / جیسے کسی مجبور کو مختار نے کھینچا
ایسی ہے ترے ہاتھ کے بوسوں کی تمنا / اس شوق میں چلہ لب سوفار نے کھینچا
کن کن نظروں کو قد موزوں نے سنبھالا / کس بوجھ کو موئے کمر یار نے کھینچا
بگڑے کبھی چھپکے ہی سے گیسوئے صلت / نالہ کبھی پازیب کی جھنکار نے کھینچا
چھپ چھپ کے بھی رویا تو گنہگار ہوا میں / محشر میں گریباں غم دلدار نے کھینچا
مجنوں کو مری وحشت نوردی پہ حسد ہے / کانٹا جو چبھا پاؤں میں خود یار نے کھینچا
جب آہ کی اک داغ محبت ابھر آیا / سوزش کی شکایت ہوں کہ دل زار نے کھینچا
جو رنگ اگلا نے سکا جو [illegible] کو ہوا شوق / آہو سے حرم طرۂ طرار نے کھینچا
لی ابر بہاری نے پر زاغ کی رنگت / نقشہ دم طاؤس کا گلزار نے کھینچا
دور مے گلرنگ رہا شب کو یہاں تک / آغوش میں بے ہوش کو ہشیار نے کھینچا

گیسو سے رہا تم دل ناشاد نہ کرنا / اب دام میں لاے ہو تو آزاد نہ کرنا
میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ بیداد نہ کرنا / تم اپنی طرف سے کوئی ایجاد نہ کرنا
ہو لاکھ نہیں فرقت کی زمانا مجھے [illegible] / وہ پھیرا [illegible] ذرا یاد نہ کرنا
گنبد کی صدا بن کے نہ پلٹے کہیں مضمون / دیکھو [illegible] ایسا [illegible] پہ ارشاد نہ کرنا
بندہ ہو اس اقرار پہ بکتا ہے ترے ہاتھ / لینا ہی اگر مول تو آزاد نہ کرنا
او وعدہ خلاف اپنے تو [illegible] دل کی قسم [illegible] / تاحشر مجھے بھول کے بھی یاد نہ کرنا

اے نظم عجب لطف ہے دیوانہ دلی ہیں ہاں ترک کبھی عشق پری زاد نہ کرنا

کبھی تیوری چڑہا کے دیکھہ لیا اور کبھی مسکرا کے دیکھہ لیا
دیکھہ سکتے تھے آنکھہ سے نہ جسے اسکو دل میں چھپا کے دیکھہ لیا
پھول سے ہیں سبک قدم اُنکے میں نے آنکھیں بچھا کے دیکھہ لیا
حال اس شوخ نے مرے دل کا کیا نظر میں سما کے دیکھہ لیا
مر گیا میں سمجھہ کے پیچ اسکو کیوں بہانہ بنا کے دیکھہ لیا
ایک ہی ہاتھ کا تھا سارا جہاں ہاتھہ ہم نے اٹھا کے دیکھہ لیا
دل کی چوری بھی کہل گئی سب پا آنکھہ تم نے چرا کے دیکھہ لیا
نہ ہو داغ کا جواب اے نظم طبع کو آزما کے دیکھہ لیا

دم گیا شوق جستجو نہ گیا دل گیا داغ آرزو نہ گیا
لے اوڑا مرغ نامہ بر خود اشوق دل بیتاب ساتھہ تو نہ گیا
اُڑ رہا ہوں غبار رہ ہو کر زور پرواز جستجو نہ گیا
تہا جو مجھکو لحاظ قاتل کا اُڑ گئے دامن تلک لہو نہ گیا
نظم اس سال بھی زیارت کو جا نیوالے تہے لوگ تو نہ گیا

مٹتا ہے احتیاج کا داغ التجا سے کب او ہرزہ کار آگ بجھی ہے ہوا سے کب
سختی کو جھیل جا تو سعادت شکار ہے خالی ہے اس پہاڑ کی چوٹی ہما سے کب
ہرگز گھٹا نہ عشق رہ مستقیم کا سر کا یہ آفتاب خط استوا سے کب
کب ہوگا برطرف مرا اندوہ اے کریم پانی سفید برسے گا کالی گھٹا سے کب
تو ہی تو ہمرکاب تہا اے شوق کوئے یار پیچھے میں رہ گیا ہوں جسد اور اسے کب
نکلیگا دل سے نظم کے کیونکر غم حسین جاتا ہے رنگ لعل سے سرخی حنا سے کب

پاؤں پھیلائے ہیں داماں کی طرح ہاتھہ کھینچا ہے گریباں کی طرح
ترے عاشق کا یہہ دل تہا ظالم توڑ ڈالا جسے پیماں کی طرح
سر جھکا کر نہ اُٹھایا ہم نے تیغ آئی تری احساں کی طرح

پر کدورت ہے مرا دل ایسا
خاک اڑتی ہے بیاباں کی طرح

نظمؔ کے پاس تھا کیا دل کے سوا
کھو دیا اسکو بھی ایماں کی طرح

پڑے نگاہ نہ کیوں روئے یار کے تل پر
چمک رہا ہے ستارا سا ماہ کامل پر

نوائے شادی و غم دونوں ہیں ہم دوش و قرین
کہ پس گیا گل نغمہ کف جلاجل پر

گیا تھا میں نے ابھی طے نہ وادی غربت
کہ پہونچی شام غریباں سواد منزل پر

ملی نہ غمکدۂ دہر میں جگہ اتنی
کہ رو لوں بیٹھ کے میں نامرادی دل پر

طواف شوق کو سیکھو انہیں پتنگوں سے
تڑپ رہے ہیں جو گر گر کے شمع محفل پر

ملا طریق وفا میں کوئی جو سنگ گراں
اٹھا کے راہ سے میں نے دھر لیا دل پر

کہاں وہ جلوہ گہ ناز تو کہاں اے نظمؔ
یہ آرزو تجھے اس حوصلہ اس دل پر

کوچہ کوئی نکلے جو رگ جاں کے قریں اور
اس گنبد بے در سے نکل جائے کہیں اور

اللہ رے ساقی کا تجاہل کہ پلا نا
کہتا ہوں ہیں بس بس تو وہ کہتا ہی نہیں اور

اس شہر میں کوئی جو نہ مرتا ہو تو مر جائے
وعدہ ہے کہیں اور ارادہ ہے کہیں اور

اوڑنے میں لپکنے میں ہے شعلہ تو آتش
ہے قہر کہ دیتا ہے ہوا دامن زیں اور

خوشبو سے تو نہیں ہوش بار وصل کی شب تھی
گیسو ہوئے برہم تو کھلا نافہ چیں اور

وہ محفل ارباب صفا ہو گئی برہم
ان لوگوں میں باقی ہے اب اک نظمؔ حزیں اور

احسان لے نہ ہمت مردانہ چھوڑ کر
رستہ بھی چل تو سبزۂ بیگانہ چھوڑ کر

مرنے کے بعد پھر نہیں کوئی شریک حال
جاتا ہے شمع کشتہ کو پروانہ چھوڑ کر

طول امل پہ دل نہ لگانا کہ اہل بزم
جائیں گے ناتمام یہ افسانہ چھوڑ کر

پہروں ہمارا آپ میں آنا محال ہے
کوسوں نکل گیا دل دیوانہ چھوڑ کر

توبہ تو کی ہے نظمؔ نباہو گے کس طرح
کیونکر جیو گے مشرب رندانہ چھوڑ کر

بت سمجھتے ہیں کبھی اپنی تصویر دیکھکر
سوجھی ہے دل لگی مجھے دلگیر دیکھکر

پہلو سے دو گھڑی جو سرکتے نہ تھے کبھی
گھبرا گئے وہ دفن میں تاخیر دیکھکر

سایہ کے ساتھ دھوپ بھی شرما کے ہٹ گئی
زلفوں میں روئے یار کی تنویر دیکھکر

سمجھے مری دعا کو ملک ترزبان عشق
حرماں تو دیکھئے کہ خیالی تھا جبین حسن

پھانس سی کھٹکی ہے ادھر کانٹا گل پیچاں دوچار
گیسوؤں میں ہی شب وصل کا نقشہ باقی
میں ہوں وہ کشتۂ حسرت کہ لحد پر میری
لاکھوں صدمے ہوں مگر عشق کا ایسا ہی مزہ
غم سے جو زرد ہی کہدو کہ تماشا دیکھے
اس میں کافی ہی اشعار ہیں حاصل لے نظم

دوش پر ہیں کبھی افعی کبھی رخساروں پر
پھر گئی ہی لب جاں بخش کا شہرہ سن کے
بانہیں گردن میں مری ڈال دیئے دیکھ سزا
ہوس لذت بیداد نہ پوچھو مجھ سے
لطف یہ ہی ابھی کھینچی نہیں اس نے تلوار
ہو گیا مستوں کے جھرمٹ میں جو خورشید بخود
سختیاں عشق کی جس طرح سے جھیلیں گے
میرے نالہ کو جو کوٹھے یہ نہ آنے دو گے

سرو قد حشر اٹھا قامت دل جو ہو کر
صبح ہی اے شب عشرت ترے صدقے ہوں
دل نہ دنیا سے لگایا کہ ہیں آزادہ روش
مجلس پیر مغاں سے نہ اٹھیں گے ہرگز
قدر اے نظم کسی نے بھی نہ جانی میری

جنوں میں اک ولولہ جو آیا بہار گل کی امنگ
ہمیشہ کوچ و مقام اپنا رہا ہی حضر رہ طریقت

پھر صعود نالۂ شبگیر دیکھ کر
سودا ہوا ہے مجھے وہی تصویر دیکھ کر

مار لیتی ہے ادھر نرگس فتاں دوچار
کچھ گنڈیری رہ گئیں زلفیں تو پریشاں دوچار
اڑتے پھرتے ہیں حسینوں کے گریباں دوچار
کہ ہزاروں میں ہوئے ہونگے پشیماں دوچار
رنگ بدلے گی ابھی گردش دوراں دوچار
آسماں بھر میں ستارے ہیں درخشاں دوچار

خود ستمگر ہو نہایت ہی ستمگاروں پر
چشم فتاں نے چھری پھیر دی بیماروں پر
منہ جو پونچھو عرق تو مل کر ترے رخساروں پر
دل جو آتا ہی تو آتا ہی دل آزاروں پر
ٹوٹے پڑتے ہیں گنہگار گنہگاروں پہ
سرخ ہیں رنگ شفق پھولی ہی رخساروں پر
ہمنے دیکھی ہی تجلی نہیں کہساروں پر
چاندنی بن کے وہ رہ جائیگا دیواروں پر

فتنے بیدار ہوے نرگس جادو سو کر
ڈھانک لے چہرۂ خورشید کو گیسو ہو کر
چمنستاں میں بسے ہی تو بسے بو ہو کر
پاؤں اب توڑ کے بیٹھے ہیں دو زانو ہو کر
دامن دشت میں مہکا گل خود رو ہو کر

تو دل میں بنا وہ درد ہو کر جگر میں چبھا خدنگ ہو کر
رکا تو میں سنگ میل بنکر چلا تو آواز زنگ ہو کر

جواب کی مینائے مے کو توڑا چلیگی تلوار تجھ سے
لہو بھی رندوں کا دیکھ لینا بہائے لالہ رنگ ہو کر

اٹھتے تھے تلوار کھینچ کر تم تو پھر تامل نہ چاہیے تھا
کہ رہ گئی میرے دل کی حسرت شہید تیغ درنگ ہو کر

بہت دنوں بعد تجھکو حیدر پتہ ملا ہے دل و جگر کا
وہ نکلا پتھر سے آگ بنکر یہ نکلا مہندی کی رنگ ہو کر

خار حسرت کو ہے جگر کی تلاش
گل داغ جنوں کو سر کی تلاش

عشق میں تیرے سے جہاں بیمار
چارہ گر کو ہے چارہ گر کی تلاش

اپنے دل میں خدا کو ڈھونڈھ لیا
حاجت ہے اب بڑھ گئی بشر کی تلاش

میں دعا مانگتا ہوں محشر کی
ہے جو ایک شوخ فتنہ گر کی تلاش

سیکڑوں کو ہمارے ڈھونڈھ لیا
گئی خالی نہ ابر تر کی تلاش

ایڑیوں تک پہنچ کے تیری زلف
مصرع قد تمہارا ت بحر کی تلاش

دوپہر تک تھا انتظار اس کا
دوپہر تک رہی سحر کی تلاش

ترچھی نظروں سے دیکھ لے اک بار
رگ جاں کو ہے نشتر کی تلاش

مل گئی قبر کی جگہ اسے نظم
ہو گئی ختم عمر بھر کی تلاش

کچھ ابر نے اوڑتی ہوئی دی ہے خبر فیض
ساقی نظر فیض ہو ساقی نظر فیض

کانٹوں پہ ہے وہ راہ تو آنکھوں پہ ہے رستہ
اک وادی اسراف ہے اک رہگذر فیض

آتا نہیں دریا کی روانی میں کبھی فرق
تھمتے نہیں رکتے نہیں شوریدہ سر فیض

طوبیٰ لکم اے اہل کرم واہ ری رفعت
لے اڑتے ہیں طوبیٰ کی طرف بال و پر فیض

کیا اہل قناعت کو غرض اہل غنی سے
ہمکو نہ سر فیض نہ ہے دردسر فیض

زاہد تجھے کیا اس کی کری سے عجب ہے
توبہ کا ہو دربند تو کھل جائے در فیض

نظر شوق کبھی ہے در جاناں کی طرف
کبھی حسرت کی نظر دیدۂ درباں کی طرف

دیکھنا لالۂ خودرو کا لپکنا ساقی
کوہ سے دوڑ گئی آگ بیاباں کی طرف

بات چھپتی نہیں ۔ پڑتی ہیں نگاہیں سب کی
اسکے دامن کی طرف میرے گریباں کی طرف

سینکڑوں داغ گنہ دھو گئے رحمت تیری
کیا گھٹا جھوم کے آئی ہے گلستاں کی طرف

میری جانب نگہ غیظ کبھی کرتے ہیں
دیکھ لیتے ہیں کبھی خنجر براں کی طرف

سر حد کا سنے ہوتے نظم لسان خامہ

نہ پا سکے کہیں مقصود اس بہانے ہم
اثر نہ روشنی کے ہی اک بہانے سے حسن اسیر
فنا ہوں یوں کہ ملے بعد اسکے صحرا پہ
نہاں ہیں سے گی صورت کیسی نہ رہا کہ ہستی ہے
وہ آئے ہیں مگر ایسی ہیں ہے بے خبری
جو چل بسے کہیں انکا پتہ جہاں میں نہیں
وہ مر کے اٹھے ہیں کسکو مجال عرض نیاز
وہاں تمہارا تغافل ہے سرگرانی سے
فلک کو رشک ہے اسکے طراز دامن پر
وہ کاش سائل دیدار کو جلا دیتا
بر آئے دل جو پہنچے کسی سے رنج اے نظم
کسی سے ہے یہ کہ امید کشود کار نہیں
جواب نامہ کا قاصد مزار پر لایا
پھر اسکے اٹھ گئی پالیں سے میری شمع سحر
جو تو ہو پاس تو جز وصل سب کچھ ہو
عدم کا قافلہ کیا جانے کس طرف کو گیا
خزاں کے آنے سے پہلے ہی تھا مجھے معلوم
غزل کہی ہے کہ موتی پروئے ہیں اے نظم
جو دل کو پیس کے پھینکیں تو آرزو ملیں
کہیں نہ راہ میں جی حق ہم وہ تیغ عریاں ہیں
بنا سبب کے زہر و وضع کو دیکھ لیا
گلا ہے کیا کروں وہ لب سے لب ملا ہیں

بہ سنت تجدہ کی ہے تحریر خط فرمان کی نظر

اٹھا کے داغ چلے پانچ روز گلشن سے ہم
شکار کرتے ہیں دام آبشار سے ہم
نکالیں آپ بقا ظلمات مزار سے ہم
پیادہ ہو کے نکل جائیں گے سوار سے ہم
کہ دیکھتے ہیں انہیں چشم انتظار سے ہم
نشان نقش قدم خاک رہگذار میں نہیں
مزاج پوچھتے یہ جرات مزاج داں میں نہیں
یہاں شراب اثر شیشہ فغاں میں نہیں
سنائے ایسے یہ تحریر کہکشاں میں نہیں
کوئی شرار ترے سنگ آستاں میں نہیں
کہ ہوشیار کوئی دور آسماں میں نہیں
ہے مجھے اجل کے ہی آنے کا اعتبار نہیں
کہ جاں تپاں تھا اسے تاب انتظار نہیں
تمام ہو گئی شب اور مجھے قرار نہیں
جو تو نہیں تو نہیں بلکہ نو بہار نہیں
ذرا بھی گرد نہیں راہ میں غبار نہیں
کہ رنگ و بوئے چمن کا کچھ اعتبار نہیں
وہ کون شعر ہے جو در شاہوار نہیں
جو پاؤں کاٹ کے بیٹھیں تو جستجو نہ کریں
کسی کا منہ نہ کریں پاس آبرو نہ کریں
کہیں یہ ہاتھ جواب بیعت سبو نہ کریں
دہن پہ مہر ہی کی ہے کہ گفتگو نہ کریں

نکل گیا کسی صحرا میں نظم آخر کار | جو یوں گیا ہے جانے دیں جستجو کریں کیا

ہے یہ داغ سجدہ چاند جبین نیاز میں | جھلکی ہے چاندنی سے دل پاکباز میں
آئی تھی بوئے ناز جو عرض نیاز میں | خاموش مثل شمع ہوں سوز و گداز میں
کچھ کھل گئے ہیں نیند کا خواب ناز میں | نقد وصال ہے گرہ نیم باز میں
پھانسی لگا رہی ہے اجل کیا بری طرح | الجھا کے رشتہائے امید دراز میں
وہ صید پر شکستہ ہوں پالی ہے پرورش | میں نے ہوائے بال پریشاں ہوا میں

تیور قدم قدم پہ سمجھے آئے جاتے ہیں | اور دل کے ولولے ہیں کہ دور اچھلے جاتے ہیں
وہ آئے بزم میں کہ ستاروں میں آفتاب | سب جتنے حسین ہیں سب پہ وہی چھائے جاتے ہیں
باریک ہی جو بال سے درپیش ہے وہ راہ | اور پاؤں مارے خوف کے تھرائے جاتے ہیں
سب قافلہ نکل گیا اے نظم اتو چونک | ایسے میں کچھ نشاں قدم پائے جاتے ہیں

صبح فرقت کی شعاعیں نیشتر سے کم نہیں | چاک داماں سحر چاک جگر سے کم نہیں

یاس و امید اس طرح ہے خاطر دلگیر میں | ہو اندھیرا اور اجالا جس طرح تصویر میں
سر جو ٹکرایا تو دیواروں کو رنگیں کر دیا | ایڑیاں رگڑیں تو نقش ہو گئی تحریر میں
ہاتھ پڑ پڑ شاک میں رخسار عروس کا ہے حسن | لاکھ زیور کا مزہ ملتی ہی اک زنجیر میں
کھل گیا جوڑا تو نہ جانے کیا مصیبت ہو گیا | زلف ناگ شکل میں کیسی الجھی کیسی زنجیر میں

وہ دل سے عشق کی سینہ پر دل کی جیوتی نہیں | یوں چمک اٹھی سے جس میں روشنی ہوتی نہیں
ہو کے اٹھنے کا ترے کچھ اور ہی انداز تک | اس طرح خورشید کی تیوری چڑھی ہوتی نہیں
جلنے والے جل کے رہ جاتے ہیں کیا کیا شکر | شمع کو ہوتی ہے جب شب کی مستی ہوتی نہیں
شکوہ بیداد پر کیا ہو تلافی کی امید | ناز ہوتا ہے اسے شرمندگی ہوتی نہیں
دولت کونین ملتی ہے جو خوشا لب ہوں کبھی | زندگی ہے کہ ابتک ملتی ہوتی نہیں
آسیلے سے شعر ہے مدت سے اور نظم | قسمت اچھی ابھی تک ختم ہوتی نہیں
اس زمیں میں اور کچھ اشعار نذر | تشنگی اہل ذوق کو سیری ابھی ہوتی نہیں

آپ کو میرے دل زار سے کچھ کام نہیں | پھر یونہیں سہی تکرار سے کچھ کام نہیں

وہ خط لکھنے کو چلے آئے ہیں تو اب دل میں
شعلۂ شمع نہیں ہوں میں ہوں داماں نسیم
کتنا ہی پر از نہاں آتش جاں سوز ہوں میں
ہیچ سینے ہو سے ہتی ہی ادا ہر لحظہ
اسکے جاتے ہی چلی چاندنی بھی گھر سے میرے
نیند آتی ہے تو پہلو سے چلی جاتی ہے
میں جگر سوختۂ ہجر کا ہوں شعلہ سے نظر

کچھ غبار دل شیدا کی خبر ہے کہ نہیں
بزم عشرت سے ترے ساتھ سفر ہی میرا
ہے شب وصل کے ماتم میں فلک سوگ نشیں
ہائے افسوس نہ کہنا مرا مانا حیدر

ہم [illegible] میں دل زار کو ہم دیکھتے ہیں
پھر پلک سے نہ کیونکہ کرنا زک ہیں
گھر اندھیرا ہے جسے سنسان نظر آتا ہے
لطف اب ترک محبت کا زمانہ سے قریب

نفس کے ساتھ آنکھیں [illegible]
اسیری میں بہار آئی ہے فریاد و فغاں کر لیں
حسینوں کی بہار حسن ہے مہمان دو روزہ
غرض ہے کس سے عنوان [illegible]
جواب نامہ لکھنے میں کوئی مضمون نکل آئے
نہ آ اے اجل تجھکو قسم ہے وقت آخر تک
رہا ہے ضبط کی گر پردہ داری لینا چاہتے
عجب کیا گر نہیں [illegible] سینہ میں تیر اٹکا

شیخ کو خانۂ خمار سے کچھ کام نہیں
تجھکو خار سر دیوار سے کچھ کام نہیں
اور زباں کہتی ہے اظہار سے کچھ کام نہیں
ہے ستم یہ کہ گنہگار سے کچھ کام نہیں
کہ مجھے اب در و دیوار سے کچھ کام نہیں
کہ مجھے دیدۂ بیدار سے کچھ کام نہیں
پھر نہ جگر خوں سے کچھ کام نہیں

نظر او آئینہ پرداز ادہر ہے کہ نہیں
دیکھنا رات کچھ لے شمع سحر ہے کہ نہیں
دیکھ لو چاک گریباں سحر ہے کہ نہیں
یار کیوں مہر و محبت میں ضرر ہے کہ نہیں

اس [illegible] گنہگار کو ہم دیکھتے ہیں
ہر طرف حسن کے انبار کو ہم دیکھتے ہیں
کس نظر سے در و دیوار کو ہم دیکھتے ہیں
اور رہا ضبط نگہ یار کو ہم دیکھتے ہیں

[illegible] تماشا یاری کر لیں
نفس کو خوں فشاں کر لیں قفس کو بوستاں کر لیں
ادا ہیں گر عیاں کر لیں [illegible] خیال کر لیں
[illegible] اٹھا [illegible] جو چاہو کر لیں
مناسب ہے [illegible] کر لیں
ابھی کچھ عمر باقی ہے ابھی [illegible] کر لیں
تو آئے [illegible] شیداں میں [illegible]
وفا [illegible] کی خاطر [illegible] کر لیں

سمجھتے ہیں کہ جینا نزع کی حالت میں بھی اچھا — جو لیں ہو تو اجل کو کچھ دنوں ہم میہماں کر لیں
خزاں کے خوف میں مر بیٹھے ہیں اے نظمؔ بہتر ہے — تماشائے گل و ریحان باغ و بوستاں کر لیں

ہر اک سو ڈھونڈتے اپنا دل مضطر نکلتے ہیں — جو اس محفل میں آتے ہیں وہ کچھ کھو کر نکلتے ہیں
بہار آئی اٹھا ہے جوش خون لالہ و گل میں — رگ سودا میں کیا کیا ڈوب کر نشتر نکلتے ہیں
کسی کے مطلع ابرو کو ہم نے پڑھ کے دیکھا ہے — عجب انداز پایا ہے عجب تیور نکلتے ہیں
مری فریاد اور الٹی گلا بیداد باقی ہے — مرے نالے مجھی پر کھینچ کر خنجر نکلتے ہیں
نباہے جاتے ہیں کاجل سے کے دنبالے دم تیغ — الٰہی خیر ہو تیر نگہ کے پر نکلتے ہیں
متاع صبر و ہوش اے نظمؔ تو بیٹھا تو ہی لیکر — خبر بھی ہے کہ اس رستہ سے غارتگر نکلتے ہیں

تمنائے ساقی کوثر میں شعر تر نکلتے ہیں — زمین شعر سے ہی چشمۂ کوثر نکلتے ہیں
ہوائے دید لے اڑتی ہے تختہ ہو کہ کوثر ہو — انہیں میلوں میں ہم تخت سلیماں کر نکلتے ہیں
صدائے چنگ سے مجھکو یہ آواز آتی ہے — یہ کہتا ہے کوئی پردہ سے ہم باہر نکلتے ہیں
اٹھائے ہیں جہاں میں داغ جوہر گز نہ بھولونگا — یہ تیرے چند در ہم اے فلک بجھکر نکلتے ہیں
گزر جاتے ہیں یوں روز سیہ رباب ہمت پر — ستارے جس طرح بادل میں چھپ چھپ کر نکلتے ہیں
دل سے آرزو جیسے طلسائے نظمؔ حیران ہیں — کسی کے منہ سے حرف آرزو گھبرا کے نکلتے ہیں

ہوئی پیدا کشت نشو و نما فصل بہاری میں — گرہیں دل میں دوڑتی ہیں نکہت گل کی سواری میں
حباب بحر ہیں ہم یا سراب دشت کچھ ہیں تو — کہ بوسے اعتبار آتی ہے اس بے اعتباری میں
پشیماں ہوں کہ مجھکو تا خوباں کیوں بتائے — نہ کی پھر بات ہی مجھ سے غرور شہریاری میں
ستا کر جاتے ہیں ڈولوں سے کے دل کیا اٹھائے پایا — کہ گزری خانہ بردوشی پریشاں روزگاری میں
ہے اس سفاک کا بھی سامنا محشر میں اے نظمؔ — خدا جانے کہوں کیا عالم بے اختیاری میں

اندیشہ ہے رہزن کا بھی ہر راہ گزر میں — اس طرح سے غافل کوئی سوتا ہے سفر میں
آنکھیں بھری یوں محو تماشا ہیں وقت رواں — دو دل سے ہیں گویا پر طاؤس نظر میں
افسانہ رہا محفل عشرت کا ہمیشہ — وہ شمع کا جلوہ نہ رہا رات ہی بھر میں
در شہر خموشاں میں گئے جا کے پکارا یوں — در ہے مگر آواز نہیں حلقۂ در میں

کس طرح عنادل کے گلے میں اثر آئے
نغمے تھے نہاں پردۂ برگ گل تر میں

ہے اس کی ادا قاتل عالم دم رفتار
تلوار لگا دی ہے نزاکت نے کمر میں

بنایا ناتوانی نے سلیمان زماں مجھکو
اڑا کر لے چلی ہے جو نسیم بوستاں مجھکو

مری باتوں میں کیا معلوم کب سے تو وہ کب جاگے
سحر سے اس لیئے کہنی پڑی ہے داستاں مجھکو

لحد سے عرصہ محشر تلک آیا ناتواں ہو کر
کہاں سے حسرت دیدار لے آئی کہاں مجھکو

یہ آہ بے اثر کیا ہو یہ نخل بے ثمر کیا ہو
نہ ہو جب درد ہی یارب تو دل کیا ہو جگر کیا ہو

بغل گیر آرزو سے ہیں مرادیں آرزو مجھسے
یہاں اسوقت تو اک عید ہے تم جلوہ گر کیا ہو

مقدر میں یہ لکھا ہے کٹے گی عمر مر مر کر
ابھی سے مر گئے ہم دیکھئے اب عمر بھر کیا ہو

مروت سے ہو بیگانہ وفا سے دور ہو کوسوں
یہ سچ ہے نازنیں ہو خوبصورت ہو مگر کیا ہو

لگا کر زخم میں ٹانکے قضا تیری نہ آجائے
جو وہ سفاک سن پائے تو لے چارہ گر کیا ہو

قیامت کے بکھیڑے پڑ گئے آتے ہی دنیا میں
یہ مانا ہم نے مر جانا تو ممکن ہے مگر کیا ہو

کہا میں نے کہ نظم مبتلا مرتا ہے حسرت میں
کہا اس نے اگر مر جائے تو میرا ضرر کیا ہو

کہا میں نے کہ ہے سوز جگر اور اف نہیں کرتا
کہا اس کی اجازت ہی نہیں پھر نوحہ گر کیا ہو

کہا میں نے کہ دے اسکو اجازت آہ کرنے کی
کہا اس نے بھڑک اٹھے اگر سوز جگر کیا ہو

کہا میں نے کہ آنسو آنکھ کا لیکن نہیں تھمتا
کہا آنکھیں کوئی تلووں سے مل ڈالے اگر کیا ہو

کہا میں نے قدم بھر پر ہے وہ صورت دکھا دو
کہا منہ پھیر کر اپنا کسی کو دردسر کیا ہو

کہا میں نے اثر مطلق نہیں کیا سنگدل ہے تو
کہا جب دل ہو پتھر کا تو پتھر پر اثر کیا ہو

کہا میں نے جو مر جائے تو کیا ہو سوچ تو دل میں
کہا نا عاقبت اندیش نے کچھ سوچ کر کیا ہو

کہا میں نے خبر بھی ہے کہ دی جان اس نے گھٹ گھٹ کر
کہا مر جائے چپکے سے تو پھر مجھکو خبر کیا ہو

مجھکو سمجھو یادگار رفتگان لکھنؤ
ہوں قدآدم غبار کاروان لکھنؤ

غول حسرت کہہ رہا ہے داستان لکھنؤ
رہ گیا ہے اب یہی رنگیں بیان لکھنؤ

میرے ہر آنسو میں ایک آئینہ تصویر ہے
میرے ہر نالہ میں ہے طرز فغان لکھنؤ

لکھنؤ جن سے عبارت تھی ہوئے وہ ناپدید
ہے نشان لکھنؤ باقی نہ شان لکھنؤ

اب نظر آتا نہیں وہ مجمع اہل کمال — کہاں گئے ان کو نہیں ڈھونڈھتا اب لکھنؤ
پہلے تھا اہل زباں کا دواب گردش میں ہیں — چاہئیے تھی تیغ اردو کو فسان لکھنؤ
مرثیہ گو کتنے یکتائے زمانہ تھے یہاں — کوئی تو ان میں ہوتا نوحہ خوان لکھنؤ
یہ غبار ناتواں خاکستر پروانہ ہے — خاندان اپنا تھا شمع دودمان لکھنؤ
گھٹنیوں چلتا تھا جب اپنے یہاں طفل صغیر — سجدہ کرتے تھے اُسے گردن کشان لکھنؤ
عہد پیرانہ سری میں کیوں نہ شیریں ہو سخن — بچپنے ہی میں سنے تھے جو سنے زبان لکھنؤ
بوئے انس آتی ہے حیدر خاک ٹھیا برج سے — جنم بھی اگلا وطن آوار گان لکھنؤ

انگڑائیوں میں پھیلتے ہیں بار بار ہاتھ — شمشیر کی سمت اٹھتے ہیں بے اختیار ہاتھ
ڈوبے ہیں ترک سعی ہے افسوس تو یہ ہے — ساحل تھا ہاتھ بھر پہ لگاتے جو چار ہاتھ
اٹھا بیٹھ نوشتہ قسمت کسی طرح — پتھر سے سر کو پھوڑ کہ زانو پہ مار ہاتھ
ساقی سنبھالنا کہ ہے لبریز جام مے — لغزش ہے میرے پاؤں میں لرزاں ہیں ہاتھ
میں اور ہوں علایق دنیا کے دام میں — پیرانہ ایک ہاتھ نہ اٹھے ہزار ہاتھ

آئی بہار اور خفقانی جہان کے — جب جنگل میں پیرہن سے گئے خاک چھان کے
کوندا یہ کہہ رہا ہے کہ ہے فوج گل قریب — کہسار تک پہنچ گئے ہاتھی نشان کے
اب تک میں سن رہا ہوں صدائے الست کو — گویا حجاب قدس یہ پردے ہیں کان کے
احسان سر پہ لے تو کسی باوقار کا — ٹھہرے اگر تو سایہ میں اونچے مکان کے
بہتر ہے تو بھی لے نفس واپسیں نہ آ — کب تک اٹھاؤں ضعف میں صدمے تکان کے
حیدر شب وصال میں بسمل میں ہو گیا — خنجر کی طرح چل گئے فقرے اذان کے

اس بات کا خیال محبت میں چاہیے — یعنی جو چاہیے تو حقیقت میں چاہیے
نکلا حریم قدس رگ جاں کے متصل — ایسی طناب پردہ قدرت میں چاہیے
مرقد میں دادخواہ کریں کب تک انتظار — عرصہ طلوع صبح قیامت میں چاہیے
حسرت سی امید سی آرزو سی — مونس تو کوئی عالم وحشت میں چاہیے
آنکھوں میں پڑ کے کہتی ہے یہ خاک ٹھگاں — سرمہ ضرور دیدہ عبرت میں چاہیے

پہلو میں دل ہے آرزوئے یار کے لئے
آنکھیں ملی ہیں حسرت دیدار کے لیے

سب موئے تن کھڑے ہیں قیامت کے خوف سے
شاہد ہیں بال بال گنہگار کے لیے

اب کے عجب بنی ہے ہوائے بہار سے
اُترے ہیں مسیح نرگس بیمار کے لیے

اللہ رے ذوق دید کہ خود آپ آئینہ
لہرا رہا ہے سبزۂ زنگار کے لیے

صحرا کی آرزو میں رگڑتے ہیں ایڑیاں
زنداں میں سر پٹکتے ہیں کہسار کے لئے

یاد آگئی ہے ہوا ترے کوچہ کی خلد میں
دل لوٹتا ہے سایۂ دیوار کے لیے

بیدار کو سلسلہ تھا نہ ان گیسوؤں سے کچھ
لیکن الجھ پڑے ہیں وہ بیدار کے لیے

نشہ میں سوجھتی ہے مجھے دور دور کی
ندی وہ سامنے ہے شراب طہور کی

اٹھے اگر تو سیکڑوں فتنے اٹھا کے آپ
بیٹھے اگر کہیں تو شرارت ضرور کی

پڑھنے سے میرے خط کے ہی ہمکو حجاب ہے
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں جو بین السطور کی

کشتی مری بنی ہے مجھے پانی میں ہے رواں
گرداب غم کی فکر نہ موج سرور کی

سجدہ بھلا بتوں کو میں کرتا محال تھا
تصویر ہے کھنچی ہوئی تیرے غرور کی

لو اسکے سامنے ہی ہیں بیتابیاں وہی
نکلے گی آج لاش دل ناصبور کی

سمجھا میں آئینہ سے جو ہوتے ہیں منھ سے
بیٹھے ہوئے بنائی باتیں فتور کی

خوں کر دیا ہے فندق رنگیں نے لعل کو
ساعد نے پھیر دی ہے کلائی بلور کی

گلشن کو دیکھتا ہوں میں نرگس کی آنکھ سے
سنتا ہوں گوش گل سے کہانی طیور کی

مجھکو یہ آسماں کی دو رنگی سے ہے یقیں
دن آرہے ہیں عیش کے راتیں سرور کی

اس سال کربلا کی جو رخصت ملی مجھے
حج کا تو اب انتظار ہوگا حضور کی

سلیس نظم دیکھ لیجئے گا ہم جو کہتے ہیں
پھر اس پہ ہے بات آپ کی اور غرور کی

حسرت سے دیکھنے پہ وہ ایسا بدل گئے
آخر نہ قتل کر کے ہی تیوری سے ٹل گئے

کہتی ہیں مہر و ماہ کی جلوہ فروشیاں
کھوٹے درم بھی عالم فانی میں چل گئے

ہم دل جلوں کے حال کا پروانہ ہے گواہ
پہنچے قریب شمع رہے اس کے کہ جل گئے

کیا ڈر ہے کاتبان عمل کا ہمارے بیں
ساقی وہ رات بدلی پھرے بدل لئے

صورت عتاب کی یہ بنائی ہوئی سی ہے | او حیلہ گر ہنسی تجھے آئی ہوئی سی ہے
شاہانِ سرفراز کا اتنا تو ہے نشان | کچھ گرد آسمان پہ چھائی ہوئی سی ہے
رنگیں ہے میرے قتل سے دامن ہی یار کا | تلوار بھی لہو میں نہائی ہوئی سی ہے
اس بت کی دید کو نظر پاک بیں ہے شرط | ہر آنکھ آئینہ کی لگائی ہوئی سی ہے
آسان ہے نظم ترک ملاقات خلق سے | لیکن بُری یہ دل میں سمائی ہوئی سی ہے

تنہا نہیں ہوں گرد دل دیوانہ ساتھ ہے | وہ ہرزہ گرد ہوں کہ پری خانہ ساتھ ہے
ہنگامہ اس پری کی سواری کا دیکھنا | کیا دھوم ہے کہ سینکڑوں دیوانہ ساتھ ہے
دل میں لاکھ طرح کے حیلے بھرے ہوئے | پھر مشورہ کو آئینہ و شانہ ساتھ ہے
جو بے بصر ہیں ڈھونڈتے پھرتے ہیں دور دور | اور ہر قدم پہ جلوۂ جانانہ ساتھ ہے
سیکھا ہوں میکدہ میں طریق فروتنی | جب تک کہ سر ہے سجدۂ شکرانہ ساتھ ہے

خاموش ہیں فغاں سے لب آشنا نہیں ہے | اس کارواں میں ہیں ہم جسمیں درا نہیں ہے
حیرت کا میری باعث جلوہ ہے خود تمہارا | تم آئینہ سے پوچھو میری خطا نہیں ہے
نظم آج ڈھونڈھنے کو اسکے چلا تھا گھر سے | کھویا گیا خود ایسا جسکا پتا نہیں ہے

نہ اترے بام سے جب تک دو پہر نہ گزرے | ہم ایسے سایۂ دیوار سے بھی درگزرے
کمند آہ کو پھینکوں میں بام گردوں پر | جو گیسوے شب دیجور تا کمر گزرے
ہمارے غنچۂ دل سے وہ پھول ہی اچھے | جنہیں ترے خم گیسو میں رات بھر گزرے
گہر سمجھ کے اٹھا لیتے خاک سے ہم کو | نہ اس طرف سے کبھی صاحب نظر گزرے
مجھے بھروسا ہے اے نظم انکی رحمت پر | یقیں ہے میرے گناہوں سے وہ بھی درگزرے

نگہ کے چلتے ہیں تیر اور صدا نہیں آتی | یہ سنتے آئے ہیں کیونکر قضا نہیں آتی
یہ کس ادا سے پریشان ہوئے ترے گیسو | کہ جب سے ہوش میں باد صبا نہیں آتی
بلا کشانِ غم عشق کو مبارک ہو | کہ دردِ دل کی کسی کو دوا نہیں آتی
جواب صاف ملا ہر طرف سے قاصد کو | اجل بھی ناز سے کہتی ہے جا نہیں آتی
جو منع ہوتیں یہ مستیاں بہار میں نظم | تو جھوم جھوم کے کالی گھٹا نہیں آتی

جو بزم انس میں ہیں تجھ سے لو لگائے ہوئے
تمام خلق سے بیٹھے ہیں منہ پھرائے ہوئے

لٹک پڑا اثر انچل تو سیکڑوں فتنے
اٹھیں گے دامن محشر میں منہ چھپائے ہوئے

کہیں چھپائے چھپتی ہے شب کی بیخوابی
نگاہیں کہتی ہیں جادو ہیں یہ جگائے ہوئے

خبر کرے کوئی ان کو مری اسیری کی
جو ہیں ہوائے چمن کا فریب کھائے ہوئے

حساب ہم سے بروز شمار کیا ہوگا
کہ چند روز ہیں وہ بھی گنے گنائے ہوئے

جنوں نے دیر کا رکھا ہمیں نہ کعبہ کا
ٹھکانے چھوٹ گئے سب لگے لگائے ہوئے

انہیں ہے رشک حسینوں میں دیکھکر مجھکو
لگی ہے آگ کہ پھرتے ہیں تلملائے ہوئے

بروز حشر میں انکا مزاج پوچھوں گا
ترے جو وعدہ پہ ہیں اعتبار لائے ہوئے

پیالہ پینے کو بیٹھے ہو گر تو ہاں رندو
نظر سے پیر مغاں کی نظر ملائے ہوئے

چلے ہو نظم کہاں کشمکش میں یاروں کی
بغل میں شیشۂ دل کو ذرا بچائے ہوئے

حسین ہو کے تکبر ضرور ہوتا ہے
ادا میں فتنہ نگہ میں فتور ہوتا ہے

ہر اک قطرہ میں دریا ہے کوئی کیا جانے
وہی سمجھتے ہیں جن کو عبور ہوتا ہے

وہ ظلم اور بھی کرتا ہے مہرباں ہو کر
ستم کا جوش کرم کا وفور ہوتا ہے

چھپیں نہ ریزہ مینا کی طرح کیوں مژگاں
کوئی بھی شیشہ میں اسطرح چور ہوتا ہے

مرا بھی دہر میں ہے کون آشنا کس کا
کہ صبح و شام ورود و صدور ہوتا ہے

جنوں نے کھینچا ہے دامن مرا ادھر اے نظم
ہر ایک خار جہاں نخل طور ہوتا ہے

کھنچے کھنچے سے ذرا پاس آ کے بیٹھ گئے
نگاہ پھیر کے تیوری چڑھا کے بیٹھ گئے

یہ بزم بادہ کشوں کی ہے حضرت واعظ
غضب کیا یہ کہاں آپ آ کے بیٹھ گئے

فلک نے کیا طلب مدعا کرے کوئی
در قبول پہ پہرے قضا کے بیٹھ گئے

وہ اب کہاں ہیں جو پہلے تھا نظم پر عالم
کہ سر پہ بار مصائب اٹھا کے بیٹھ گئے

ہیں آرزو دید تازہ تھا پو کا مگر بیداد بھی
پلکیں نازکی ہیں تو نہیں دیتا الٹ فریاد بھی

اب تو قاتل ہے فقط فاکا وہ ستم ایجاد بھی
ظلم بھی ہے رحم بھی ہے داد بھی بیداد بھی

نظم [illegible] نقش فانی [illegible] قمر
اک نگہ پر ہم سبھی ہو گئے آزاد بھی

دیکھنا اس خواب گہ نشیں کو نہ چونکے ہم ذرا
شور ماتم ہی رہا شور مبارکباد بھی

کی سواد شہر خاموشاں نے کچھ ایسی کشش
منزلوں پیچھے رہی مجھ سے مری فریاد بھی

سایۂ گلبن میں بلبل کو اترتے دیکھ کر
چال پر چھائیں کی سی چلنے لگا صیاد بھی

تیغ پر پھولوں کی اس نے کردیں لیکن آبھر
کند ہو گیا تھا یار میں شاید دل ناشاد بھی

یہ غزل خوانی نہیں اے نظم ہے صورت گری
باربد بھی محو حیرت ہو گیا بہزاد بھی

پرسش اہل گنہ روز جزا ہونے کو ہے
گرمی بازار جنس ناروا ہونے کو ہے

شان اس کی دیکھ کر سجدے کئے ہم روز الست
دولت کونین بے مانگے عطا ہونے کو ہے

کس طرح بازو پہ میں پڑھ دوں دعائے چشم زخم
اس کی سفاکی پہ شور مرحبا ہونے کو ہے

چپکے چپکے ظلم کرنا چھپ نہیں سکنے کا اب
ناوک بیداد میں پیدا صدا ہونے کو ہے

خواب میں پیر فلک نے جو کبھی دیکھا نہ ہو
اس ستم کی اک جواں سے ابتدا ہونے کو ہے

مژدہ اے دل پھر ہوائے انقلاب آنے کو ہے
دور گردوں ہو چکا دور شراب آنے کو ہے

خانۂ دل سے اٹھا ہیں اپنا بستر صبر و ہوش
اس سرا میں کاروان اضطراب آنے کو ہے

جوش گل کی کشمکش میں آگیا سبزہ کو غش
شیشۂ شبنم میں کھنچ کھنچ کر گلاب آنے کو ہے

نظم دیکھیں مصطفےٰ کا جانشیں ہوتا ہے کون
عرش سے مسند نشیں حکم سد باب آنے کو ہے

جشن غم کا ماجرا باد صبا سے پوچھ لے
کیا ہوا گلشن سلیمانی ہوا سے پوچھ لے

کشتۂ تیغ تغافل کی نہیں تجھکو خبر
میں بتاؤں تجھکو تو تیری ادا سے پوچھ لے

پوچھتا کیا ہے کسی سے دلکو دلکی ہے خبر
سارا حال اس ساغر گیتی نما سے پوچھ لے

ہر قدم پر آتی ہے شہر خموشاں سے صدا
خاک میں ہم مل گئے ہیں نقش پا سے پوچھ لے

اے جنوں لے چل کسی جنگل میں ہم شیدا ہوا
راہ جنگل بن کی اس کالی گھٹا سے پوچھ لے

زوال دنیا کے فریب مکر سے غافل ہے تو
بے وفائی اس کی عمر بے بقا سے پوچھ لے

جوش مستی ہے نہ اٹھا بے حجابانہ گزر
راہ میں آنکھیں بچھی ہیں نقش پا سے پوچھ لے

ہے زبان شمع خاموشی میں بھی گویا صرف سخن
بزم ہستی کی خبر اہل فنا سے پوچھ لے

منفعل ہو تو نہیں ہے اس کی حسرت میں کمی
چشم تر سے پوچھ لے دست دعا سے پوچھ لے

پھر شکیبائی کا دعویٰ ہو چلا ہے نظم کو
دل اگر رہرو اقلیم معانی ہو جائے
جائے عبرت ہے کہ یوں کوچ کرے لشکر گل
اک ذرا آشفتگی شوق میں تاثیر ہے شرط
کبھی مرنے کا ہی مذکور کبھی حشر کا ذکر
کہ گیا پھر جو وہ آنے کو تو منظور یہ تھا
گستاخ روش ہے واعظ کہیں ایسا تو نہ ہو
راہ مولیٰ میں اگر نظم کو آجائے اجل
تیر ہی اس کی نگہ ہو نہیں ہے شمشیر بھی
منہ سے شکوہ تو میں کرتا نہیں غم دیکھ لیں آپ
آئینہ رکھ کے ہی منظور کیسے آرایش بھی
نہیں کھلتا سبب غفلت اہل عالم
چاہا کہ تم کو گنہ گار رہو! نظم حسرت میں
ہو گیا دام کا خطرہ بھی فراموش مجھے
ہیں سنے کہتے ہوئے کعبہ کو سنا ہی اکثر
کہہ رہا ہے یہی نقش خط پیمانہ جم
ہو جو ممکن تو رگ جاں میں گرہ دے رکھوں
عیش کی عمر ہے کوتاہ نہیں شک اس میں
بادشاہی تھی گدائی در میخانہ کی
پرسش حشر سے لے نظم بچا لیگی ضرور
غم سے بے صبر کلیجہ مرا ہے ملنے کیلئے
پاؤں بہکا تھا مگر نشہ میں بہکی نہ زباں
موت ہی سے شب ہجراں میں بہت تھی تاخیر

پھر مزاج اگر ذرا ناز و ادا سے پوچھ لے
مرتفع بُعد مکانی و زمانی ہو جائے
جرس قافلہ اک برگ خزانی ہو جائے
پھر جو پتھر کی طرف دیکھئے پانی ہو جائے
پاس واعظ کے جو بیٹھے خفقانی ہو جائے
دیدہ دل مرا صرف نگرانی ہو جائے
صرف رندوں ہی پہ زور ہمہ دانی ہو جائے
گرد صحرائے نجف برد یمانی ہو جائے
جان بچنے کی الٰہی کوئی تدبیر بھی ہے
دل میں اک زخم ہی ہے زخم میں اک تیر بھی ہے
اسی پردہ میں مرے قتل کی تدبیر بھی ہے
نہیں معلوم کچھ اس خواب کی تعبیر بھی ہے
قابل قتل ہی ہے لایق تعزیر بھی ہے
طبع رنگیں نے نہ رہنے دیا خاموش مجھے
کر دیا ماتم عالم نے سیہ پوش مجھے
پی گئے گھول کے رندان قدح نوش مجھے
کہ تری یاد نہ ہو جائے فراموش مجھے
شب گیسو میں ہوئی صبح بنا گوش مجھے
کہ سلیماں کی طرح لے کے اڑا ہوش مجھے
اس کی درگاہ عطا یا خطا پوش مجھے
اشک بیتاب ہیں آنکھوں سے نکلنے کیلئے
نام ساقی کا لیا گر کے سنبھلنے کے لیے
ہم تو بیٹھے تھے بڑی دیر سے چلنے کیلئے

یہ سمجھکر سر پہ ہم نے بنایا ہے مزار
ہم کبھی تو نکل آو گے ٹہلنے کے لیے

ہے یہ بالوں کی سفیدی خبر مرگ و زوال
دہوپ چڑھ آتی ہے سر کو یہ ڈھلنے کیلئے

مژدہ عیش لیے باد صبا آتی ہے
سانحہ گل میں سے [illegible] رہا آتی ہے

رات دن قافلۂ عمر ہے سرگرم سفر
دل دھڑکتا ہے تو آواز درا آتی ہے

انگلیاں کانوں میں رکھنے تو صدا آتی ہے
شور کرتی ہوئی اک سیل فنا آتی ہے

موسم گل میں ہی جامہ میں سمانا مشکل
ٹھیک آتا ہے گریباں قبا آتی ہے

شنوا ہو تو کوئی شوق تو ہو منزل کا
سینکڑوں کوس سے آواز درا آتی ہے

دشت غربت سے پلٹنے کا جو ہوتا ہے خیال
سامنے حسرت نقش کف پا آتی ہے

بلبلے چہچہا نہ کرا وفا نہ بر انداز چمن
کنج گلشن سے دہائی کی صدا آتی ہے

وہ چلا گور غریباں کو خدا خیر کرے
لو قیامت سر خاک شہدا آتی ہے

آنکھ سب اپنی ہے دنیا پہ تو بستی ہی دنیا
جب دریچہ کوئی کھلتا ہے ہوا آتی ہے

نظر آزاد ہے اب اور وہ کنج گلشن
یاد [illegible] جہاں باد صبا آتی ہے

پاک [illegible] شاہد خوبرو میرے
[illegible] گردش میں آنسو میرے

برچھیاں مار کے اور درد جگر جاتا ہے نکل
پردہ [illegible] ہیں پہلو میرے

سب پڑھے [illegible] دست دعا جانب ساقی ازل
بھر گئے بادہ مقصود سے چلو میرے

[illegible] شاہد [illegible]
دل سے خالی نہیں مصرع کے بھی پہلو میرے

رنگ [illegible] گھر نظر آتا ہے مجھے
آج دامن پہ کلیجا نظر آتا ہے مجھے

شوخیاں کیا ہوئیں وہ شانہ بر انداز حجاب
اب تو پردا ترا اکثر نظر آتا ہے مجھے

اس کی رحمت کا ہے جوش اپنے گناہوں کا نچوڑ
ایک [illegible] لب دریا نظر آتا ہے مجھے

کچھ عجب حال ہے دیکھی جب سے انکی تصویر
[illegible] اجالا نظر آتا ہے مجھے

کشتی بادہ لگا دے لب جو اے ساقی
آج [illegible] دریا نظر آتا ہے مجھے

آج وہ [illegible] کے [illegible]
آسمان رنگ بدلتا نظر آتا ہے مجھے

[illegible] نفس [illegible] آواز
جان [illegible] نظر آتا ہے مجھے

وہ آئی فوج گل وہ برق چلی
نہ دیکھے نقش پا ان شوخیوں کو
فلک دکھلا رہا ہے لالہ و گل
مجھے غش میں پڑا رہنا ہے بہتر
ہمارے دور میں بھی ہے وہی جام
عطا چھپ جائے تو چھپتا ہے لیکن
حذر لازم ہے بدگویوں کی لئے ہے نظم
میں ہوں بندوں میں اسکے جو چرا تا ہے نظر
سکھاتا ہے غرور حسن یوں عاشق کشی اسکو
دبستان وفا سے پڑھ کے یہ دو حرف نکلا
سبق سے دلیں ہیں خصوصاً اپنی داد کی غایتیں
فتح کس نظم کی لیکن نہیں ایسا عطا
مروت اسکے ظالم کو نہ کچھ شرم و تجاہل ہے
گزار عمر دیکھا وادی ہستی میں سیل آسا
میں کیا جانوں گنہ لے کاتب اعمال کتنے ہیں
عناں کبر لسکے توسن کا ہو جذب شوق اتنا تو
تلون کی بھی حد ہے اک نگہ لاکھوں کرشمے ہوں
ترے کہنے سے میں توبہ تو کر لیتا ہوں اے واعظ
ہوا سرد مہری چل رہی ہے سارے عالم میں
فسانہ کی عوض لے داستاں گو بڑھ کوئی افسوں
ملانا آنکھ پھر مونہ پھیر کر تیوری چڑھا لینا
نگاہ شوق کے چلتے گیا صبر و قرار آخر
نہ آئے وہ ستمگر اور بہار اس طرح سے گذرے

وہ اڑتی آتی ہے بیرق علم کی
تری آنکھوں میں خاک اس کے قدم کی
یہ لاشیں ہیں شہیدان ستم کی
ہوا ہے گرم دامان کرم کی
خرابی کی ہے جس نے ملک جم کی
ادا چھپتی نہیں اہل کرم کی
کہ ہے کالی زباں میرے قلم کی
ہیں احسان عمر بھر مانوں و احساں بھر کے
زمیں پر پاؤں کیوں رکھو کہ وہ تو نہ بھر کے
کسی کا ہو رہے خود یا کسی کو اپنا کر کے
سنا ہے مجھ ہی سا کہتے اپنے زاہد نے گھر کے
شراب کبر و نخوت شیشہ توبہ میں بھر کے
جو کچھ کہئے تو سیدھی بات کا الٹا جواب آئے
حباب و موج کے مانند ہم پا در رکاب آئے
یہ جھگڑے اس سے ہے کہ جسکو حساب آفتاب آئے
غبار ناتواں تا حلقۂ چشم رکاب آئے
حیا لے ہے حجاب آئے غضب آئے عتاب آئے
رہا جاتا نہیں پھر جھوم کر جب دم سحاب آئے
نہ ٹھہرا تا ہوا وقت سحر کیوں آفتاب آئے
اثر ایسے پری شیشہ میں کہ آنکھوں میں خواب آئے
یہ مطلب ہے چھری وہ مار لے جسکو ثواب آئے
اسی رستہ سے شاید کاروان اضطراب آئے
تڑپ کر برق رہ جائے گھر گھر کر سحاب آئے

گزرتا ہے کچھ اس انداز سے لشکر حوادث کا — کہ اڑ کر سر پہ گردوں کے غبار انقلاب آئے
بقدر یک نگہ مہلت نہ دے جب انتظار ہم کا — تو مشکل ہے بقدر یک مژہ آنکھوں میں خواب آئے
بہت اصرار کرنے سے اٹھائی تو ہی آنکھ انی — مگر چتون یہ کہتی ہے کہ آئے اور حجاب آئے

پھنسا دیتے نگہ غزالان حرم اپنا گلا پہلے — وہ پھینکیں تو کمند طرۂ زلف رسا پہلے
طبیعت میں کہاں تھا خود پرستی کا مزا پہلے — بھلا آئینہ کب تھا قبلۂ ناز و ادا پہلے
نہ تھے ہم پیش ازیں آگاہ حال عشق بازی سے — نہ تھا معلوم دل آتا ہے پہلے یا قضا پہلے
بہار آئی ابھی میں نغمۂ بلبل نہیں سنتا — مبارکباد کی دیتے شیشہ تو ہے صدا پہلے
تپید لے جنوں اپنا ہی کوہ و بیابان کا — چلے ہم ہی. نکل جانے دے یہ کالی گھٹا پہلے
ابھیں بیٹھا ہوں نے اسکے کوچہ سے نکلوایا — کہ جاتے ہی اٹھایا پردۂ دولت سرا پہلے
حجاب آئے اسے کیونکر نہ شبنم کے دوپٹہ میں — کسی کی آنکھ پڑتی تھی نہ جیتے جی حجاب پہلے

اڑا کر کاگ شیشہ سے مے گلگوں نکلتی ہے — شرابی جمع ہیں میخانہ میں ٹوپی اچھلتی ہے
بہار ہیکلتی آئی چمن کی رت بدلتی ہے — گھٹا مستانہ اٹھتی ہے ہوا مستانہ چلتی ہے
وہ دیوانہ ہے جو اس فصل میں فصدیں کھلواتا ہے — رگ ہر شاخ گل سے خون کی ندی ابلتی ہے
قرار اک دم نہیں آتا ہے خون بیگنہ پی کر — کہ اب تو خود بخود تلوار رہ رہ کر اگلتی ہے
بیاجہا شغل وحشت میں نکالا تونے اے حیدر — گریباں میں الجھنے سے طبیعت تو بہلتی ہے

ہوں جو مہمان رات بھر کے لیے — حشر برپا کریں سحر کے لیے
چھٹنے عشوے تھے چشم ساقی میں — اٹھنے ساغر حساب کر کے لیے
کیوں لگائی ہے ڈاب. کافی تھا — ایک چیلا تری کمر کے لیے
ترع میں بھی نے ہر طرف دیکھا — آپ آئے نہ لمحہ بھر کے لیے
نگہ التفات جس کی ہو — اس کا بندہ ہوں عمر بھر کے لیے
ہجر کی رات ہے یہ رات اے نظم — منتیں مانئیے سحر کے لیے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان شاکی

میرٹھی معاصر غالب

جب رہنمائے خلق رسولِ عرب ہوا
آئی ندا کمالِ نبوت کا اب ہوا

رنگین رخِ جناب سے رنگیں ہے روی گل
شیریں لبوں سے شاہ کے شیریں طلب ہوا

اُلٹے قضانے جب ورقِ دفترِ وجود
سو بار لاکھ بار وہی منتخب ہوا

کس شانِ واحتشام سے کس دھوم دھام کے
معشوق پیشِ عاشقِ صادق طلب ہوا

خاصانِ حق کے غلاموں کو تشویش بازخواست
پر بھی نہو گی ان کو خبر حشر کب ہوا

سبطین کیلئے اسے یثرب و کمائے
شاکی وگرنہ مفت نہیں جاں بلب ہوا

ہوتا نہیں سرگرم اقامت سفر اپنا
ہے موج شررستاں ہی پہ سب شور و شر اپنا

کیوں تہنیت مرگ کو ہیں دوست فراہم
آتا ہے مگر نامہ بر خوش خبر اپنا

اب رو بقضا ہیں غلط انداز نگاہیں
سر پیٹ لے اے شوق پریشاں نظر اپنا

غمزے کو ملا حکم دل آشوبیِ عالم
اور وعدۂ انصاف رہا حشر پر اپنا

کیا کیجیے بدآموزیِ غماز کا شکوہ
سچ یوں ہے مٹاتا ہی تھا ہد نظر اپنا

دوزخ کفِ خاکستر و جنت ثمرِ خام
ڈھونڈتے ہیں نشیمن دلِ بے بال و پر اپنا

پہلی ہی نظر سلسلہ جنبانِ جنوں تھی
کیا سوچتے آغاز میں نفع و ضرر اپنا

اس لطف سے دیکھوں کہ انھیں سے انہیں دیکھوں
احسان نہ رکھے میرے سر پر نظر اپنا

مطلوب سمجھتے ہیں سبھی آپ کو شاکی
ازبسکہ پھرا پائے طلب در بدر اپنا

دیوانہ اسیرِ غمِ دنیا نہیں ہوتا
محتاجِ قو دامنِ صحرا نہیں ہوتا

کیا کیا ستمِ عشق ہوا کیا نہیں ہوتا
پر دل وہ بلا ہے کہ شکیبا نہیں ہوتا

محویتِ حرماں سے تصور بھی ہوا محو
آغوش ہم آغوشِ تمنا نہیں ہوتا

تشویش ابھی ہے کہ نہیں لب بلب جام | جب پی گئے اندیشۂ فردا نہیں ہوتا
درد اٹھتا ہے سینہ میں پر ایسا نہیں اٹھتا | ہوتا ہے جگر چاک پر اتنا نہیں ہوتا
شاکی مجھے بدگو کی شکایت نہیں یعنی | جو آپ کو اچھا کہے اچھا نہیں ہوتا

زورِ فلک سمجھ کے نہ محو طرب ہوا | یا تنگ تمھارے ملنے کا مجکو عجب ہوا
بے قصد گر غریبوں کے آتے نہیں ملے | ایسے مرے نصیب کہاں کیا سبب ہوا
واں الوداع نازیہاں الفراق شوق | کب ہوشیار سرخوشی جام طلب ہوا
شایان التفات ہے افتادگی مری | محبوب درکنار فلک بے ادب ہوا
لو حالِ دل نہیں گے وہ دشمن کے سامنے | ہم کو تو یہ خوشی تھی کہ خنجر طلب ہوا
اصلی تھیں غمزدوں کی ترے سینہ کوبیاں | ماتم کدے میں عالم بزم طرب ہوا
ہو گی بقدر ربط بد آموزی رقیب | آنا تو قہر تھا مرا جانا غضب ہوا
ناکامیوں کے ساتھ تھا انبوہِ آرزو | افسردہ دل نہ وصل میں محو طرب ہوا
شاکی کے انتقال کی کیا پوچھتا ہے تو | دو دن میں چار دن میں اسیر عتاب ہوا

نہ داد جور نہ فریاد خونبہا لایا | ترے شہید کو محشر عبث اٹھا لایا
الجھا ان کی زلف کی ہمت کچھ آہ دل کی نہ تھی | عجب طرح سے انھیں بخت نارسا لایا
ستمگری کے برا ہو کہ نہیں قتل کا حکم | ملا رقیب کو تسلیم میں بجا لایا
[illegible] | [illegible] انھیں منا لایا
نیاز و ناز کا [illegible] هم نه تھا [illegible] | ترے زمانہ میں رنگ آسماں نیا لایا
ہزار شکر کہ بخت سعید شاکی کو | کشاں کشاں سوے درگاہ مصطفیٰ لایا

[illegible] تھا | شکر خدا کہ خون [illegible] نہ تھا
کھل پھول نام کو نہیں کانٹے چار سو | کیا گلشن جہاں کا کوئی باغباں نہ تھا
اک دیدہ پر آب کی کیا بود کیا نمود | ساغر حریف گردش چشم بتاں نہ تھا
بدتر ہے مرگ سے غم احباب حشر ہائے | رمز آشنائے زندگی جاوداں نہ تھا
کیا رہرواں مرگ عناں برعناں گئے | جز گرد اور کوئی پس کارواں نہ تھا

کیا خوانِ روزگار پہ ہم روزہ کھولتے
تشنہ کی نوالہ ایک بھی بے استخواں نہ تھا

تشنہ ہر جزو بدن ہے ترے پیکاں تو نکلا
واں زباں ہیں ادھر آنہ وہ زباں دانو نکلا

پھرے مکاں میں سراپاے لامکاں دیکھا
کہاں کہاں تجھے ڈھونڈا کہاں کہاں دیکھا

سفینے کو ترے لطف و کرم پہ چھوڑ دیا
نہ رخ ہوا کا نہ انداز بادباں دیکھا

گرے اسیروں کے سر خاک پر قلم ہو کر
نہالِ شوق کو آخر ثمر فشاں دیکھا

اگرچہ ڈھونڈھتے پھرتے ہیں سیکڑوں گاہک
متاعِ حسن خود آرا کو بے دکاں دیکھا

نوید قتل سے بے صبر مر ہی جائے گا
امید جو سے تشنہ کی کو شادماں دیکھا

تباہیں کیا نہ کیا اور کیا نثار کیا
سواے یار جو کچھ تھا فدائے یار کیا

اس احتیاط نے سب کو ندیم یار کیا
وقار نے ہمیں دنیا میں بے وقار کیا

اگرچہ حرف ہیں دو دل کے ایک ہی لیکن
ترے ستم نے مجھے تجھ سے شرمسار کیا

بلا سے جان گئی کوہکن مگر تو نے
بناے قصرِ محبت کو استوار کیا

چمن طراز ہے کس گل کی نکہت آمد
کہ صورِ حشر نے بھی نالۂ ہزار کیا

رہے نہ صبح کو تیرا نشان اے شبنم
کہ تو نے دیدۂ بلبل کو اشکبار کیا

جو لے گیا تھا کلیم خدا کو وادی میں
اسی کرشمے نے ہم کو بھی بے دیار کیا

بدیر شعرہ میں تشنہ کی آئے خیر تو ہے
تمہارے آنے کا کیا کیا نہ انتظار کیا

اندوہِ عشق یار طرب ساز ہو گیا
انجام بھی نمونۂ آغاز ہو گیا

راتیں فراق کی نہ جفائیں رقیب کی
پروانہ کس دلیل سے جانباز ہو گیا

مدِ نگاہِ شوق بھی کیا تازیانہ ہے
گلگونِ اشک و سبک تاز ہو گیا

تابِ نگاہِ گرم نہ لایا جمالِ یار
نظارہ حسن کو پرِ پرواز ہو گیا

تقدیر بھی مری تری تدبیر چارہ گر
یعنی مزاج اور بھی ناساز ہو گیا

ان کو یہ احتیاط کہ دوہری نقاب ہے
نظارہ کو یہ ناز کہ ممتاز ہو گیا

تشنہ کی فدا ہوا ترے قدم پہ خوش نصیب
تاریخ مرگ جملہ قد فاز ہو گیا

۱۲ قد فاز فوزاً عظیماً

خوف اثر رقیب کے دل سے نکل گیا / اُن کے محل میں نالۂ دل بیجل گیا
کہتے ہیں چمن کو رخِ جاناں کے برابر / قرآں کو سمجھتے ہیں گلستاں کے برابر
اس عشق سو دب کا برا ہو کہ مرے ہاتھ / رک جاتے ہیں جا کر ترے داماں کے برابر
نازش ہے نہ کچھ حلم پہ نے فخر عمل پر / تکیہ ہے ہمارا کرم عز و جل پر
اُن آنکھوں نے مارا ہمیں اُن آنکھوں نے مارا / طوفاں ہے تقدیر پہ تہمت ہے اجل پر
جب تک نہ ترے حسن کی جلوہ نمائی / گلگونہ نہ تھا عارضِ زیبائے ازل پر
کس کی نگہ مست نے بھر کر دیے ساغر / داغ مے گلرنگ ہے دامانِ ازل پر
دل کہتا ہے سنتا کی کہ لکھوا ورنہ بھی لیکن / بہتر ہے عمل نکتۂ تا قل و دل پر

دام گیسو میں پھنسا تل دیکھ کر / گر گئے ہیں اے طائرِ دل دیکھ کر
رنگ لائی بدگمانی قیس کی / پردۂ رنگین محمل دیکھ کر
کس کی حیرت تھی طلسم ناز دوست / محو تھی محفل کی محفل دیکھ کر
مٹ گیا اندوہ تنہا ماندگی / التفاتِ فیضِ شامل دیکھ کر
پیچ کھو تھا کس طرف روئے خطاب / کیوں ہنسے سوئے عنادل دیکھ کر
موتیوں سے بھر گیا حیرت کا منہ / ہنس پڑے وہ رقص بسمل دیکھ کر
کچھ تو رعب قرب سے بس پا ہوئے / رہ گئے کچھ بعدِ منزل دیکھ کر
اپنی طاقت پر مجھے رحم آ گیا / اضطرابِ مرغِ بسمل دیکھ کر
بعد ششم آیا نظر سنتا کی وہ منہ / کعبے پہنچے چاہِ بابل دیکھ کر

سلسلہ جان و دل دے دیا اہل وفا دیتے ہیں / آخر کار تھی دست دعا دیتے ہیں
کچھ تو آرام لب ہرزہ سرا دیتے ہیں / کان وہ جانب فریاد لگا دیتے ہیں
کبھی انساں نے آئینہ بنایا ہو گا / آپ انساں کو آئینہ بنا دیتے ہیں
یاد رکھتے ہیں وہ لے یاد نہ کرنا میرا / داد دیتے ہیں مگر دادِ جفا دیتے ہیں
کیا ہنسیں کچھ میرے قاتل کا ہی شیوہ معلوم / تہنیت ریچ کو لاکھوں شہدا دیتے ہیں
غافیت سوز پڑی ناز و لب نیری / آسماں وائو نیا برنج بنا دیتے ہیں

دفتر عیش الٹ دیتی ہے بادِ سحری
جھونکے پیغام پہ پیغام فنا دیتے ہیں

وقف ترکیب ہی ترکیب امور عالم
بوسے دشنام میں لپٹیں تو مزا دیتے ہیں

چلو شاکی چلو دیکھیں ہمیں کیا ملتا ہے
صلہ لغت رسول دوسرا دیتے ہیں

یہ بھی تو ایک اثر ہے کہ اُن کو خبر نہیں
کیوں کر کہوں کہ نالۂ دل میں اثر نہیں

نے وصل میں قرار نہ آرام ہجر میں
ہر حال تری بلا ہے قیامت ہے پر نہیں

وعدہ کریں تو کیا جو ملاقات ہو تو کیوں
سب جانتے ہیں اُن کے دہان و کمر نہیں

چاہیں تو تیری وضع کریں ہم بھی اختیار
کیا شہر میں حسین نہیں کوئی مگر نہیں

شاکی لحد میں سوئیے چل کر بہت پھرے
منزل یہ طے ہوئی تو پھر آگے سفر نہیں

کب نہیں جاتے خط اُن کو کب تغافل آتا نہیں
کچھ جواب آتا نہیں شاید جواب آتا نہیں

دانہ دانہ ہے سرشک دیدۂ بیجا صلی
کشت پر میرے ندامت سے سحاب آتا نہیں

بے حساب انعام دینا عاقبت لینا حساب
واعظو میری سمجھ میں یہ حساب آتا نہیں

منزل ہستی خطا کار سطح کرتے ہیں طے
راستے ہیں جادۂ راہ صواب آتا نہیں

طوفان ناز کیا ہے جو ہمرنگ یم نہیں
مجکو تو ایک موج تبسم بھی کم نہیں

اندک فزوں ہے تیری عنایت وہ بے حساب
میرا یہ حوصلہ کہ مجھے کم بھی کم نہیں

اے شوق قتل تو ہی چھری بن کے ذبح کر
خنجر میں عکس ساعد جاناں سے دم نہیں

کوتاہ ہے نظر نے دکھائی رہ دراز
کیا تبک وہیں لطف ستم [illegible] ستم نہیں

اے برق یاس تو ہی کہیں اسکو خاک کر
کشت امید قابل ابر کرم نہیں

زاہد نگہ و تیغ نہیں مجھ ستم [illegible] سے
وہ جانتے ہیں تم بھی مرے حق میں سہم نہیں

کیا ہوا ہیں جو شاد کام نہیں
کسی مذہب میں غم حرام نہیں

جیسے زہر و تریاق یکساں نہیں
ہیں وہ رند آلودہ داماں نہیں

قباحت ہی البتہ دیدار عالم میں
قیامت کی تشویش چنداں نہیں

ندا ہے سر چار سوئے وفا
جو گر کر اٹھے مرد میداں نہیں

زبانی محبت گرمیاں استقدر
نظر سے عیاں لطف پنہاں نہیں

وہ منصور کھنچا جسے دار پر   وہ مردار جو تم پہ قربان نہیں
سخن قوت ثناؔ کی حسد رزق غیر   مقدر پہ زنہار ناداں نہیں

یاقوت لب سے نسبت لعل یمن کہاں   یعنی یہ بول چال یہ طرز سخن کہاں
غربت کی شام سے مری آنکھوں کا خون ہوا   اے آسماں سپیدۂ صبح وطن کہاں
توبہ نہ کی کہ تیری عنایت کا تھا یقیں   ہوئے عمل ضرور مگر سوء ظن کہاں
نے نامہ نے پیام نہ قاصد نہ گفتگو   اے نونہال عمر وہ رسم کہن کہاں
ثناؔ کی نہ احتراز در دل ہو نہ کوئی فرصت   پہونچا کہاں سے اُڑ کے ہمارا بدن کہاں

پردے سے انقلاب نہیں آب و تاب میں   جلوہ سے خود نقاب نہاں ہے نقاب میں
دیکھا جب اہل دید نے اُس شہسوار کو   سمجھا کہ پاے عمر ہے بیشک رکاب میں
گو فیصلہ ہوا مگر اعدا خبر نہیں   کشمکش بلا میں ہیں کہ جہنم عذاب میں
تم کو نہ مجھ سے رنج نہ تم سے مجھے ولے   ہوتا ہے امتحان محبت عتاب میں
ساغر ہمارے نام کے نذر رقیب ہیں   دور فلک کا طور ہے دور شراب میں
بے جن کے نیند چشم وفا کو حرام تھی   اب دیکھنے کو اُن کے ترستے ہیں خواب میں
ثناؔ کی کر ہیں تجھے شندر غم سے رہا تجھے   جن ہاے پنج تن کا وصف ہی چار کتابیں

دیتے ہیں رہرو حرکت پاے سفر کو   مرتے ہیں جوں شمع جلا کر تن و سر کو
پھونکا ترے جلوے نے پروبال نظر کو   توڑا تری شوخی نے تصور کی کمر کو
سرگرم فغاں ہی لب فریاد شب غم   چھڑکو مرے چھالوں پہ طباشیر سحر کو
اندیشۂ عزت کبھی اندوہ ملامت   ہوتے ہیں عجب رنج محبت میں بشر کو
اے نوح کہوں کیا برکت بے خطری کی   کشتی مری لے کر گئی گرداب خطر کو
مقطوع کیا قد نے ترے قافیہ قلم کی   محذوف کیا لب نے ترے کاف شکر کو
اب گرمی بازار قیامت ہی سودا   ہاں دیکھ چکے ارزش کالاے ہنر کو
اکسیر ہے خاک در شاہنشہ یثرب   اس کحل جواہر کی تمنا ہی بصر کو
ثناؔ کی تری کیا بات نسوں نے کہ غزل ہی   دلبند ہی ہر قافیہ تشبیہ ہی ہر کو

سر محفل نقاب عارض تاباں اگر وا ہو
اگر اعیان صورت میں نمایاں وہ خود آرا ہو
پریشاں ہو اگر زلف معنبر روے انور پر
نہ ٹھکرا نعش عاشق کو مبادا اے وفا دشمن
تصور اُن کی افشاں کا بندھا ہاں جوش مینا
تری فکر رسا کی تیز پونسے کیا عجب شا کی

نظر پروانہ ہو پروانہ گل ہو گل تماشا ہو
جہاں موسیٰ ہو موسیٰ جلوہ ہو جلوہ تجلا ہو
خرد سودا ہو سودا شانہ ہو شانہ سویدا ہو
ستم آفت ہو آفت فتنہ ہو فتنہ دوبالا ہو
شراب آنسو ہو آنسو دانہ ہو دانہ ثریا ہو
قلم نشتر ہو نشتر دشنہ ہو دشنہ گذرا ہو

کیسے روئیں جن اشکوں کو تیری فرقت کا رونا ہو
مرا جوش جنوں زنداں میں جب زنجیر فرسا ہو
بسر کی زندگی حرماں نصیبوں نے توقع میں
الٰہی ایسی خلوت ہو کہ بے حایل اُنھیں دیکھیں
چلے ہم لو دل ناکام لیکر خلق سے شا کی

کیسے دیکھیں جن آنکھوں نے تری صورت کو دیکھا ہو
اسیری دشت پیما ہو گرفتاری گو سودا ہو
قیامت ہے اگر فرماندہ محشر بھی تم سا ہو
نہ طغیان تمنا ہو نہ طوفان تماشا ہو
ہمیں کیا بعد مر جانے کے غیر اُن کا ہو یا ہو

مشام آشنا تیرے گیسو کی نکہت ہو تو کیونکر ہو
مزاج شاہ سے واقف ہیں یعنی اس کی مرضی ہے
انھیں عادت کی پابندی کہ ساتھ اعدا کے پھرتے ہیں
ستم ہے بعد قتل خلق فرمانا رقیبوں سے
خود بیش خنجر انداز انا ہے جو شا کی کو

علاج درد بے پایاں وحشت ہو تو کیونکر ہو
سیاہ غم دیا۔ دل سے رخصت ہو تو کیونکر ہو
مجھے اس بات کا سودا کہ خجلت ہو تو کیونکر ہو
بشر دنیا میں کوئی بے مروت ہو تو کیونکر ہو
اگر ایسے پر ترسے پھر نوبت ہو تو کیونکر ہو

سر شوریدہ پاسے تم پہ میخانہ میں بستر ہو
خدارا نرگس پرفن سے کہدو وہ نہ کچھ بولے
شکایت پھر نظر شاید آ لب شبل رنگینیہ بیگی
مری نالش ہے یارب بالش عرض تمنا سے
ہم ایسے بادپیما ہیں کہ ذرے سے بھی کمتر ہیں
خیال جنبش مژگاں سے پہنچا اپنی شا کی

پھر آسکے ہر شیہ با دا باد پرستش ہو کہ محشر ہو
کہ مجکو ہو نہو دل کو تری تقریر باور ہو
کہو تم بہتر سے بہتر ہیں ہو تم بہتر سے بہتر ہو
کہ اک نقطہ جو اُن کے نام لکھوں ایک دفتر ہو
تم ایسے سرو بالا ہو کہ گیسو کے برابر ہو
لگے کیا آنکھ اُس کی جس کی ہر ہر رگ میں نشتر ہو

تمنا وصل کی چھوڑی غم ہجر شباب کیوں ہو
بہار آئے نہ جس گلشن میں واں دل خزاں کیوں ہو

ہماری ناتوانی غم اُٹھانے سے غلط ٹھہری
ہمیں عذرِ نزاکت ہے تو اتنے سرگراں کیوں ہو

نمک پاش ملامت ہوں سے گئے زخمِ دل پہ بدطینت
ہمارا خون ہو لیکن بطرزِ امتحاں کیوں ہو

نسیمِ صبح گاہی ہوں اقامت کیا سیاحت کیا
نہیں خوگر مجوسی کی عدو میرا جہاں کیوں ہو

وہ ہے اک بلبلِ خونیں نوائے شاخِ ناکامی
لقب شاکی کا تیرے طوطیِ ہندوستاں کیوں ہو

ناسور مندمل نہوا عمر بھر نہو
اے چارہ گر خدا کیلئے میرے سر نہو

جائے بلا سے جان کوئی پردہ در نہو
خوش ہوں کہ شامِ غم کی نمایاں سحر نہو

کیا کھائیں سم بعید نہیں کارگر نہو
شاید دعا کی طرح دوا میں اثر نہو

ہے امتحان رحمتِ نامستحق نواز
للہ میری نعش پہ تو نوحہ گر نہو

فرصت قلیل قتل کے لاکھوں امیدوار
قاتل بخیل ، وار کدھر ہو کدھر نہو

شب کی ہزار ہیں تپِ غم کی حرارتیں
کیا جانے جس کی جیب قبا میں شرر نہو

شاکی کے انتقال سے کتنے وہ خوش ہوئے
پرسیر ہے اگر یہ خبر معتبر نہو

دیکھا جو تیری چشمِ زبوں گیر سے نہو
قصہ تمام خنجر و شمشیر سے نہو

ہے مصلحت یہی کہ جہنم میں بھیجدیں
کوئی سوال آپ کے دلگیر سے نہو

ان کو بھی آج میری طرح شوقِ وصل ہے
یہ بات ہی جدا ہے کہ تقدیر سے نہو

اے شوخ غیب داں ہے خدا چپ ہی کہیں
محشر میں برہمی تری تقریر سے نہو

زخمِ زبانِ خلق سے بچنا برا نہیں
مانا کہ اور فائدہ تدبیر سے نہو

آخر ہمیں تو چاہیے فی الجملہ احتیاط
گو مجکو رنج غیر کی تقریر سے نہو

اندیشۂ فراق نے مجکو ڈبو دیا
کہتا ہوں سر جدا تری شمشیر سے نہو

کرتی ہے بیخودی مری تدبیر سے طلب
جو کام چارہ سازی تقدیر سے نہو

شاکی اگرچہ قابلِ رحمت نہیں عمل
نومید جدِّ شبیر و شبیر سے نہو

ہنگامِ ذبح قاتل طرف نقاب اُٹھا دے
میں تجکو رونما دوں تو مجکو خوں بہا دے

اے شورِ نالہ دل میں معتقد ہیں قائل
یا حشر کو اٹھا دے یا بخت کو جگا دے

جو بات دل میں گذرے لاؤ وہی زباں پر
اے سادگانِ پرفن ہم آدمی ہیں سادے

اے صانع دل وجاں کب تک امید حرماں
یا عشق کو اٹھا لے یا حسن کو مٹا دے

تیغ ستم کشیدہ حلق حزیں بریدہ
اٹھکر بہ دست قاتل ان کو گلے ملا دے

ہو جائے کچھ یہ عالم لے لذت طپیدن
قاتل کو میں دعا دوں قاتل مجھے دعا دے

کیا اعتبار پایا بے اعتباریوں سے
ممکن نہیں کہ ہم کو نظروں سے تو گرا دے

شاکی کی یہ غزل ہی ہر حرف بے بدل ہی
نالاں عبث دغل ہی دولت جسے خدا دے

گر تو نوید لطف دم احتضار دے
کن منتوں سے جان ترا خاکسار دے

سر ہے عذاب خنجر زہرابدار دے
قاتل ثواب جان کے صدقہ اتار دے

ناگاہ اور ہمیں خبر وصل یار دے
وہ آسماں کہ موت نہ بے انتظار دے

وہ آئیں حشر آئے اجل آئے صبر آئے
کوئی تو داد محنت شبہائے تار دے

اندیشے سو طرح کے ہیں قاصد کو بھیجکر
کیا جانے کیا جواب وہ نخوت شعار دے

سم بھی مضر نہیں اگر اصلاح ہو سکے
غم بھی برا نہیں جو خدا غمگسار دے

تمکین شکوہ ناز ہے لیکن نہ اس قدر
جان آرزو سے تیر ہیں تیرا شکار دے

شاکی اسی کے در کا ملازم ہے جو سخی
سائل کو ایک نان کے بدلے قطار دے

صد مرحلہ جاتا ہوں پرے کون و مکاں سے
بے صبری دل سے کبھی بیتابی جاں سے

جور فلک و کاہش جان و غم جانا ں
ان سب کی دوا صبر سو آئے وہ کہاں سے

ہر بات میں ہوتی ہے رقیبوں کی ترقی
پڑ جاتی ہے تقریر میں جاں تیرے بیاں سے

اللہ رے گراں مائگی جنس محبت
بدظن ہی زیاں سود سے اور سود زیاں سے

کیا کم ہے مٹا دینے کو یہ شعبدہ شاکی
کاکل کی طرح تیغ بھی کھینچی ہے میاں سے

غرقہ آب دم تیغ ستم ربا رہوے
خوب سیراب ترے تشنۂ دیدار ہوے

حسن مطلق سے رہا دل کو تعلق برسوں
واں سے چھٹکر ترے گیسو میں گرفتار ہوے

رشک ہوتا ہی محبت میں نہ اتنا لیکن
خوش وہ ہمسے ہوے ہم زیست سے بیزار ہوے

نہ فریب نظر یار نہ بے رحمی ضعف
شکوے اتنے تھے کہ مہر لب اظہار ہوے

سچ بتاؤ ہمیں تم رات کہاں تھے شاکی
آج مذکور ہماے سر بازار ہوے -

تا نہ ادعائے محبت کا یقیں دل میں رہے
گھر میں تجھے اور کہتے ہیں غیروں کی محفل میں رہے

گر نہ ہو وے خاکساری پردۂ تر دامنی
موج دریا بار کیوں پابوس ساحل میں رہے

بسکہ تھا آنکھوں میں شاکی کے جمال احمدی
شام سے تا صبح ہم دردِ غزل میں رہے

نئی چال آسمان بادپیما روز چلتا ہے
نہ عادت اُن کی چھٹتی ہے نہ رنگ اپنا بدلتا ہے

نہ صبح و شام سے نیرنگیاں اتنی عیاں ہوتیں
کوئی معشوق دو نو وقت پوشاکیں بدلتا ہے

الٰہی وہ نہ آتے تھے نہ آتے ہیں نہ آئیں گے
پھر آنکھیں منتظر کس کی ہیں پھر دل کیوں اچھلتا ہے

محبت کی بساط خاک پر ہے مجلس افروزی
فروغِ شمع گردوں سے کہاں پروانہ جلتا ہے

نہ سے لائق نہیں گردوں شاکی ان قوافی کو
نکلتا ہے ٹلتا ہے اُلگتا ہے مسلتا ہے

دونوں میں کیا کشاکش بے اختیار ہے
دل ہے سنان کے پار سنان دل کے پار ہے

اپنی ہوا میں آپ ہی پروانہ جل بجھا
عشق ہوس فروش کا انجام نار ہے

شاکی شکایتوں کا نہ لے نام شکر کر
اُسکا خیال مونس شب ہائے تار ہے

رخ لالہ گوں کا خیال ہے سر زلف غالیہ فام ہے
یہی دیں ہے یہی کفر ہے یہی صبح ہے یہی شام ہے

کوئی اس نمود پہ کیا مرے کوئی اس بہار کو کیا کرے
نہ شمیم گل کو قیام ہے نہ سرور مل کو دوام ہے

مری نقش رنگ سے گر گئی کہ خطا ہے جانب غیر تھا
جو بنا ہو شاکی خوش بیاں یہی سب نصیب کا نام ہے

دل شیشہ میں نظر آتی ہے تمہیں زاہد جو یہ سرخ شے
یہی جم کی چشم و چراغ ہے یہی روح عارف جام ہے

نہ طواف کعبہ کا شوق ہے نہ حریم قرب کی جستجو
مرا کام خدمت میکدہ مرا نام ننگ انام ہے

صبا جو ناز کناں جا بجا نکلتی ہے
کبھی کبھی ترے کوچے میں جا نکلتی ہے

نہ حسرت دل اندوہ زا نکلتی ہے
نہ تن سے جان بلا آزما نکلتی ہے

ادا شناس سمجھتے ہیں پایۂ گفتار
سخن پہ جان سخن آشنا نکلتی ہے

شمع بجھتی ہے نمودار سحر ہوتی ہے
حالت کشتۂ غم نوع دگر ہوتی ہے

تیرے زلفوں سے باز آئیں فدائی حاشا
قطع سر ہوتے ہیں پر قطع نظر ہوتی ہے

سرمہ ہو جاتی ہیں آنکھوں میں نگاہیں جل کر
رخِ جاناں پہ کسے تاب نظر ہوتی ہے

آشنا چاہتے ہیں شاکی نہ ظفر فدا سب مجھے
یا علی کہتے ہی دشمن پر ظفر ہوتی ہے

فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان شمس العلما نواب سید امداد امام صاحب

اثر عظیم آبادی

فقیری میں مجھے بخشا خدا نے اوج سلطانی کا
گدا مجھکو بنایا آستان شاہ مرداں کا

نمود شکل ہستی کن فکاں کی کارسازی ہے
ظہور ہر دو عالم ہے اشارہ تیرے فرماں کا

گنہگاروں کی آنکھیں قلزم اشک ندامت ہیں
نہیں دشوار لیے زاہد چھٹانا داغ عصیاں کا

فلک آئینہ داری جور مہرویاں کی کرتا ہے
شفق ہے عکس خون آلودہ رخسار شہیداں کا

کسی کی دید پر موقوف اپنی زیست ہے ناصح
مرا آزار نظر انداز رکھتا ہے رگ جاں کا

چھپے گا دامن محشر میں خورشید قیامت بھی
غضب ہوگا عیاں ہونا ہمارے داغ پنہاں کا

نشان نقش قدم کا بھی نہ پایا تا دم آخر
عبث ہمنے کیا پیچھا اثر عمر گریزاں کا

وصل بتاں میں خوف فراق بتاں نہ تھا
گویا کہ اپنے سر پہ بھی آسماں نہ تھا

پیش رقیب پرسش دل تمنے خوب کی
دشمن تھا پردہ دار نہ تھا راز داں نہ تھا

عبرت دلا چکی تھی ہماری ستم کشی
مطلق شب وصال عدو شادماں نہ تھا

بگڑے ہوے رقیب سے وہ آئے ہیں گھر
اس حسن اتفاق کا کوئی گماں نہ تھا

سرشار بیخودی تھے اثر بزم یار میں
کیا جائیں ہم رقیب کہاں تھا کہاں نہ تھا

تیر پیکاں مرے سینہ سے نہ تنہا نکلا
لخت ہائے دل مجروح کو لیتا نکلا

ہم مسلماں ہیں مگر دل ہے بلا کا کافر
آنکھیں بھر آئیں جہاں ذکر بتوں کا نکلا

اپنی ہو حق سے ہے محفل رنداں برہم
تو ہی اے شیخ بڑا حق کا شناسا نکلا

شوق نے حسرت دیدار بنایا کس کا
شعلہ طور مرا داغ تمنا نکلا

قول کر رہ گئے شمشیر دو دم کیا معنی
حوصلہ ابھی تمہارا نہ ہمارا نکلا

خلش تیر مژہ دل سے نہ جانے پاے
پھر کہاں لذت ایذا جو یہ کانٹا نکلا

اپنے مرنے سے عدو مورد بیداد ہی اب
تجھ سے اے مرگ بڑا کام ہمارا نکلا
وائے تقدیر کہ اس دشمن ایماں کے حضور
ہیں بد اندیش عدو چاہنے والا نکلا
مر گیا ہائے اثر چھوڑ کے سر پتھر سے
عشق گیسوے صنم جان کا سودا نکلا

جاں دینا عاشق جانباز کو مشکل ہی گیا
لیکن اس سے بیوفا تو ہی بتا حاصل ہی کیا
مر گئے جنکو پڑی تیرے لب شیریں کی چاٹ
سچ بتا اس انگبیں میں زہر بھی شامل ہی کیا
خط میں لکھتے ہیں کہ آئیں گے کہیں ہوتی ہو سے
اس عنایت میں مراد غیر بھی شامل ہی کیا
دل ہے سینہ میں کہ ہی سیماب بر آتش اثر
ماہی بے آب ہی یا طایر بسمل ہی کیا

تیری جانب سے تجسس کیا نہوا
خیر گذری کہ تو خدا نہوا
کیوں ترا آشنا عدو ٹھہرے
جب ترے غم سے آشنا نہوا
مر کے اس کی گلی کی خاک ہوا
میں فنا ہو کے بھی فنا نہوا
مار ڈالا مجھے عدو کے لیے
حیف تو صبر آزما نہوا
اے اثر تجھکو پھر گلا کیا ہے
جب کسی کا وہ بیوفا نہوا

نخل الفت میں نمو دار ثمر کچھ نہوا
باردر باغ جہاں میں یہ شجر کچھ نہوا
ہجر کی شب کو شب قدر بنایا تو نے
تجھ سے میرے لیے اے رشک قمر کچھ نہوا
کر لے خونابہ فشانی بھی اگر دل چاہے
اشک ریزی سے تو اے دیدہ تر کچھ نہوا
لاکھ سمجھایا اثر کو کہ نہ دے عشق میں جان
ناشنو تھا اسے کہنے کا اثر کچھ نہوا

جھوٹے وعدہ پر ستاتے جائیں کیا
جانتے ہیں تم کو دہو کا کھائیں کیا
پرسش اپنے قتل کی ہونے لگی
داور محشر کو ہم بتلائیں کیا
ہے پشیمانی میں اقرار خطا
قتل کر کے مجھکو وہ پچتائیں کیا
آئیں گے پھر بھی وہی عشرت کے دن
انقلاب دہر سے گھبرائیں کیا
دل کو کھوئے ایک مدت ہو گئی
اے اثر اب ڈھونڈنے سے پائیں کیا

مقدر میں زاہد جو تھا مل گیا
مجھے تو بتوں میں خدا مل گیا
اسے جان شیریں کی پروا نہیں
جسے درد دل کا مزہ مل گیا

ذرا دل کو دیکھو تو اے ہمدمو — کدھر جا کے یہ بیوفا مل گیا
جدائی میں روتا ہوں آٹھوں پہر — مجھے خوب یہ مشغلہ مل گیا
ترا شعر کوئی سنا جب اثر — مزا میر کے شعر کا مل گیا

میرے گھر تیرا آنا جانا تھا — وہ بھی اے یار کیا زمانا تھا
جو نہ سمجھے کہ عاشقی کیا ہے — اُس سے بیکار دل لگانا تھا
آئے تھے بخت آزمانے ہم — آپ کو تیغ آزمانا تھا!
تو نے رہنے دیا پس دیوار — ورنہ اپنا کہاں ٹھکانا تھا
دل نہ دیتے اُسے تو کیا کرتے — اے اثر دکھ ہمیں اُٹھانا تھا

نہیں اے بلبلو وقت اماں موسم ہے بہت جھڑکا — نہ اندیشہ ہے گلچیں کا نہ ہے صیاد کا دھڑکا
نیا کچھ رنگ نکلا روئے آتشناک دھونے سے — تماشا ہے بجھانے سے یہ شعلہ اور بھی بھڑکا
ہم اپنی زندگی میں شیر میدان محبت تھے — ترا توسن جو اے قاتل ہماری قبر سے بھڑکا
صبا سے آمد فصل بہاری کی خبر سنکر — ہر اک مرغ قفس کیا کیا لئے سیر چمن پھڑکا
اثر تو نے بھی پایا ہے مزاج حضرت آتش — جوانی میں جواں بڈھوں میں بڈھا لڑکوں میں لڑکا

شیشہ سے کہاں بادۂ احمر نے اُٹھایا — جو لطف کہ لب سے ترے ساغر نے اُٹھایا
عشاق کے آگے جو ہوا یار قد آرا — غل پڑ گیا سر فتنۂ محشر نے اُٹھایا
اُس داغ کی صورت بھی نہیں لالہ نے دیکھی — اے گل جسے میرے دل مضطر نے اُٹھایا
انگشت نمائی سے بچی ان کی نزاکت — الزام کمر زلف معنبر نے اُٹھایا
کیا چاندنی چھٹکی مرے گھر میں جو شب وصل — منہ سے نقاب اس مہ انور نے اُٹھایا
اب دیکھیے کیا تازہ بلا آتی ہے سر پر — انداز نیا یار کے تیور نے اُٹھایا
مومن کے سوا اور اثر کون اُٹھاتے — جو رنج علیؑ کے لئے بوذرؓ نے اُٹھایا

چاندنی میں دور ہو جام شراب ناب کا — ہے غنیمت ساقیا عالم شب مہتاب کا
کس کو آئے نیند میرے نالۂ شبگیر سے — ہر ستارہ میں ہے نقشہ دیدۂ بیخواب کا
سرکشوں کی عاجزی ویسی ہی جیسے اے اثر — پانو پر دیوار کے سر مارنا سیلاب کا

شکل تکلیف کو بھی عیش کا ساماں سمجھا
داغ ہائے تن سوزاں کو چراغاں سمجھا

مجھے دیکھا جو کبھی دیر کبھی مسجد میں
گبرنے گبر مسلمان نے مسلماں سمجھا

دل مجروح ہے کس درجہ حریص آزار
دست قاتل کو جو دیکھا تو نمکداں سمجھا

بحقیقت نظر آئی جو بقائے موہوم
اپنی ہستی کو عدم کا سر و ساماں سمجھا

گلگر خوں سے کئے آنکھ او تماشائیان کہ آثر
جسنے دیکھا مرے دیواں کو گلستاں سمجھا

خپکا نہو مسیح سے بیمار عشق کا
کیا درد لا علاج ہے آزار عشق کا

سن لو تو یہ جرم خدا کو بھی ہے پسند
کب قابل سزا ہے گنہگار عشق کا

ہم خاکیوں کے سر پہ یہ بار گراں گرا
روحانیوں سے جب نہ اُٹھا بار عشق کا

دل دیکے قید رنج سے آزاد ہو گیا
چھوٹا جہاں کے غم سے گرفتار عشق کا

دونوں جہاں کے رنج والم کا ہی نام عشق
اے دل نہ نام لیجیو زنہار عشق کا

آنکھوں سے خوں جو آتا ہے آنسو کیسا گیا
کاری لگا ہے دل پہ اثر وار عشق کا

غم اُٹھانے سے عشق کم نہوا
کارگر غیر کا ستم نہوا

اپنے مرنے کا غم نہیں مجھکو
غم یہی ہے کہ تجھکو غم نہ ہوا

جام جم ہے اثر ترا دیواں
پھر نہ کہنا کہ جام جم نہوا ۱۲

انہیں پایا مگر تنہا نہ پایا
جو یوں پایا تو کیا پایا نہ پایا ۱۲

جسے دیکھا ترا سرشار دیکھا
جسے پایا ترا دیوانہ پایا ۱۲

جب آئے لوٹکر دشمن کے گھر سے
وہ تھے جیسے اُنہیں ویسا نہ پایا

غلط پرداز یاں ہیں شاعروں کی
دہان یار کو عنقا نہ پایا ۱۲

جلی اے شمع لیکن تو نے کچھ بھی
مزا سوز محبت کا نہ پایا ۱۲

بہت ہشیار سنتے تھے اثر کو
مگر ہم نے اُسے دیوانہ پایا

دم بھر کا بھی آرام مقدر نہوا تھا
ہم پر وہ ستم ہے کہ کسی پر نہوا تھا

جز خضر تمنا دل وحشی کو ہمارے
صحرائے طلب میں کوئی رہبر نہوا تھا

ناچیز کو افتاد بناتی ہے گرامی
گوہر بھی کبھی قطرہ تھا گوہر نہوا تھا

اے تاجورِ تاجورِ عرصہ گیتی
کیوں شکوۂ تکلیف اثر لائے زبان پر
دارا ہوا تھا کہ سکندر ہوا تھا
آرام کی خاطر دلِ مضطر ہوا تھا

دل میں اک آہ کے بھری ہیں جامِ شراب
محتسب توڑ نہ یوں شیشۂ دل رندوں کا
ساقیا رند بلانوش ہوں پی جاؤں گا
محتسب راہزن قافلہ عیش ہوا
یار سے پینے کو کہتا ہے پس و پیش نکر
بوالہوس کہتے اسے یا نگس جامِ شراب
ہوں گے آخر بھی فریادرس جامِ شراب
دُردِ ہو یا کہ ہو خاشاک و خس جامِ شراب
نہیں آتی جو صدائے جرس جامِ شراب
اے اثر خوب نہیں پیش و پس جامِ شراب

یا تکیے ہم راحت گزیں بستر دیبا دوست
عرش اعظم کیا ہے پیشِ تہ والائے دوست
غم نہیں گر کشتۂ دشمن کرے تو ای فلک
آشنائے لب کروں کیوں رازِ عہد نہاں
جسطرف چاہی نگاہ شوق نظارہ کرے
بار پایا آج کیا تونے حریم یار میں
شاد کیا ہوں رشک سے ہی اپنے مرجانے کی بات
دیدۂ باطن سے گھر بیٹھے تماشا دیکھئے
دادکا طالب نہونا اے اثر روز جزا
یا الحبیب عیش دشمن ہو گئیں شب ہائے دوست
دل جسے کہتے ہیں اہل دل وہی ہے جائے دوست
خاک ہو کر بھی ہمیں رہنا ہے زیر پائے دوست
اپنے حال دل سے واقف ہے دل دانائے دوست
شش جہت میں ہے عیاں حسن جہاں آرائے دوست
تجھ سے آتی ہے صبا بوئے روح افزائے دوست
مرگ دشمن پردہ فرما ہیں زباں ہائے دوست
پردۂ دل میں نہاں ہے چہرۂ زیبائے دوست
تجھ تو لازم ہے خیال غرّت فردائے دوست

چھٹتا نہیں چھوڑا اسے ظالم کسی طرح
سمجھا نہ میرے درد کو ظالم کسی طرح
وہ گل کہاں چھپا ہے کہ جس کی تلاش میں
جب سے لیا ہے تونے دل مضطرب مرا
شاعر کو پیش آتی ہیں کیا کیا نہ دقتیں
استاد کی غزل پہ غزل کیا کوئی لکھے
دشمن نہ ذوق کا ہوں نہ ناسخ کا دوستدار
اٹکا ہے مجھ سے کیا دل ناداں بری طرح
دل کی کہانی اس کو سنائی کئی طرح
آوارہ پھر رہی ہے صبا بھی مری طرح
تو بھی ہے بیقرار ستمگر مری طرح
مومن کی ہوتی ہے جو نکالی ہوئی طرح
دعوائے ہمسری نہیں مجکو کسی طرح
عادت نہیں کہ چھیڑ نکالوں کوئی طرح

غالب کو مانتا ہوں کہ اُستاد دہر تھا
کافر ہوں اسمیں ہو جو مجھے شک کسی طرح

لیکن اثر جو دیدۂ حق بیں سے دیکھئے
کوئی غزل سرا نہوا میر کی طرح

موسیٰ نہ لاسکے تاب رُخِ یار دیکھکر
نازاں ہوں اپنی طاقتِ دیدار دیکھکر

سیری نہیں نصیب ہمیں تیری دید سے
پھر تجھکو دیکھ لیتے ہیں ہر بار دیکھکر

پھر دل کو ذوقِ لذتِ ایذا ہوا اثر
اُس دلشکن کو درپئے آزار دیکھکر

شبِ فرقت بسر کریں کیونکر
نہ کٹے تو سحر کریں کیونکر

اُن کی تیغِ نگہ کا مارا ہوں
میری جانب نظر کریں کیونکر

کچھ ہم اپنی خبر نہیں رکھتے
اُن کو اپنی خبر کریں کیونکر

گو ستمگر سہی پہ یار تو ہے
اس کا شکوہ اثر کریں کیونکر

شوریدگی قیس کے عالم پہ نظر کر
لیلیٰ کوئی دن وادیٔ مجنوں میں گذر کر

پھر مرے دل کو ہوئی وحشتِ بیاباں دیکھکر
تلوے کھجلانے لگے خارِ مغیلاں دیکھکر

بل بے اپنے دیدۂ خونابہ افشاں کی بہار
پانی پانی ہوگیا ابرِ بہاراں دیکھکر

مایۂ ہمدردی جان ہی درونِ اہلِ درد
ہی بجا نئے ہو جو نالاں دلکو نالاں دیکھکر

ہو نہ بدظن ہم سے اے صیاد جانی ہی یہاں
پھر قفس میں آئیں گے سیرِ گلستاں دیکھکر

تاب کیا لاتا کلامِ برق دم کی اے اثر
ہوگیا فی النار حاسد اپنا دیواں دیکھکر

جب نسیمِ صبح کہتی ہی کہ اے مرغِ قفس
جوش پر فیضِ بہاری ہی چمن میں اس برس

کیا تمنا سیرِ گلشن کی ترے جی میں نہیں
کیا ترے دل میں نہیں ہوتی رہائی کی ہوس

اس سے تب رو کر یہ کہتا ہوں کہ ای بادِ ص[illegible]
ہوں گرفتارِ قفس چلتا نہیں کچھ اپنا بس

جب قلق بڑھتا ہی اپنے دل کو یہ کہتا ہوں میں
سیرِ گلشن کے لیے اتنا نہ اے ناداں ترس

ہی اسیری میں اثر وردِ زباں یہ قولِ رند
دل گرفتہ ہوں مجھے یکساں ہی گلزار و قفس

کیونکر نہو بھی دل کو اس دلربا کی خواہش
ناصح ہی سب پہ بالا ربّ العلا کی خواہش

رہتی ہے تجھکو اسکی زلفِ دوتا کی خواہش
خواہش بھی ایسی خواہش اے دل بلا کی خواہش

ظالم وہ کون دل ہی جسمیں نہیں بھری ہی
تیرے ستم کی حسرت تیری جفا کی خواہش

اے خالق دو عالم یہ کیا معاملہ ہے
اُن کو جفا کی خواہش مجھکو وفا کی خواہش
پامال جور ہم ہیں باغ جہاں میں ورنہ
تیرے قدم سے نکلی کیا کیا حنا کی خواہش
ہے موت ہی مسیحا ہے درد ہی مداوا
تیرے مریض غم کو کیا ہو شفا کی خواہش
منھ دیکھکر کسی کا خاموش رہ گیا ہیں
پہنچی کہاں زباں تک مجھ بینوا کی خواہش
بیٹھے اثر سنا ہے اہل رضا کو کہتے
اپنی وہی ہے خواہش جو ہے خدا کی خواہش

اے ہے بڑا تعجب کہ جاں کی نہیں تن کو اطلاع
راکب کی ورنہ ہوتی ہے توسن کو اطلاع
دو چار دن میں فصل بہاری کا کوچ ہے
اسکی نہیں ہے بلبل گلشن کو اطلاع
مستی کی ہے بال سنوارے ہیں یار نے
سنبل کو ہی خبر نہ ہے سوسن کو اطلاع
سینہ کو چاک کرکے اثر کیا دکھائے
ہے داغ دل سے اس مہ روشن کو اطلاع

بدلا ہوا ہے جب سے چمن کی ہوا کا رنگ
اچھا نہیں ہے بلبل رنگیں نوا کا رنگ
رنگیں مزاج رکھتے ہیں ہر بات کی تمیز
ہم جانتے ہیں آپ کے ناز و ادا کا رنگ
سنتے ہی میری عرض ہوا لال اُنکا موکھ
بگڑا شب وصال مرے مدعا کا رنگ
لالہ شہید ہے تری دستار سرخ کا
گل غرق خوں ہے دیکھکے تیری قبا کا رنگ
بیشک کوئی ولی تھا اثر پیر نکتہ سنج
سب تابعوں سے خاص ہے اس باخدا کا رنگ

اتنا ہی کوئی خستہ درد جگر کہ ہم
بلبل بھی نالہ کش ہے مگر اسقدر کہ ہم
بے جوہروں کا دعوی توقیر ہے عبث
دنیا میں قدر پاتے ہیں اہل ہنر کہ ہم
بالائے بام آپ کے سونے سے ہمکو کیا
اس سے فروغ یاب ہے چشم قمر کہ ہم
جادوئے چشم سے ہمیں دیوانہ کر دیا
اس میں قصور وار ہے تو فتنہ گر کہ ہم
تیری گلی میں اے مہ تاباں شب فراق
سرگرم نالہ غیر رہا رات بھر کہ ہم
آئے کرم سے پیش ستم کے جواب میں
کرتا ہے یوں حد سے کوئی درگذر کہ ہم
روئے سخن کا ہم سے گلا کیوں ہے غیر کو
رکھتے ہو بات چیت میں تم منہ ادھر کہ ہم
کوئی گل دیدہ ہے گلزار میں کہ تو
آوازہ کش ہے بلبل شوریدہ سر کہ ہم
کہتے نہ تھے کہ دل کا لگانا عذاب ہے
اب بیقرار ہجر میں تو ہے اثر کہ ہم

عدو کا رشک ہی ہنگامۂ محشر کے ساماں میں
قیامت ہے نہاں اُنکے تبسم ہائے پنہاں میں

مرے حسن بیاں سے اک جہاں تصویر حیرت ہے
مرقع یار کا ہی جو غزل ہے اپنے دیواں میں

اسی جادو نے ارباب نظر کو مار رکھا ہے
کہ شوخی ہے حیا کے ساتھ اُن کی چشم فتاں میں

سبھی گل زر بکف گلشن میں ہیں انصاف یارب
غضب ہے رند خالی ہاتھ ہوں فصل بہاراں میں

کیا کیوں ذکر اس کے دشنۂ خونریز مژگاں کا
چبھویا تو نے نشتر چارہ گر میری رگ جاں میں

خزاں صیاد گلچیں باغباں سب ہی کا کھٹکا ہے
عبث بلبل نے طرح آشیاں ڈالی گلستاں میں

اسی سے پائی ہے شیرازہ کونین نے بندش
دو عالم کی ہے جمعیت تری زلف پریشاں میں

ہوئی جاتی ہے یارب پار کیونکر سینۂ دل سے
درازی یوں تو کچھ ایسی نہیں اس تیکھی مژگاں میں

ہوا ہے راہ کعبہ میں اثر کا ہمسفر ہے ہے
وہ کافر جس سے سو رخنے پڑیں دین مسلماں میں

دیا تو نے وہ دل خدایا ہمیں
لہو جس نے ہر دم رلایا ہمیں

یہانتک بتوں نے ستایا ہمیں
کہ آخر خدا یاد آیا ہمیں

ترا نام لیکر کہا دلربا تھا
کسی دم اگر ہوش آیا ہمیں

یہ بیتابیاں غیر کے واسطے
تجھے دیکھکر صبر آیا ہمیں

اثر شکل اپنی ہوئی غیر کی
رہا دیکھ اپنا پرایا ہمیں

وہ سرو خراماں جو ادھر آئے تو جانیں
طوبائے تمنا میں ثمر آئے تو جانیں

یعقوب صفت منتظر یار ہیں لیکن
وہ یوسف گم گشتہ جو گھر آئے تو جانیں

اوصاف کمر سے لکھنے میں کہ ہی شعرا کو
ہاتھ ان کے جو مضمون کمر آئے تو جانیں

مرغان قفس گوش بر آواز ہیں لیکن
گلشن کی صبا لیکے خبر آئے تو جانیں

آئے ہیں مداوا کے لیے عیسی مریم
اس ان کی دو دل کو اثر آئے تو جانیں

گل تمہارے عذار ہیں دونوں
رنگ رخ کے بہار ہیں دونوں

شمع و مینا کا ذکر مت چھیڑو
ہجر میں ناگوار ہیں دونوں

اُنکی تیغ نگہ کو مت پوچھو
جگر و دل فگار ہیں دونوں

دیدہ و دل ہیں جان کے دشمن
ورنہ آپس میں یار ہیں دونوں

دیکے دل ہم تو وہ اُسسے لیکر
اے اثر بیقرار ہیں دونوں

اثرِ آہِ الم جب دلِ ناکام نہیں
گوشِ دلہائے بتاں موردِ الزام نہیں

طلبِ عفو نہیں اہلِ ستم سے شایاں
عذرِ تقصیر بجز خجلتِ الزام نہیں

وہ ظرافت سے اثر ہمسے کہا کرتے ہیں
لذتِ بوسہ بہ از لذتِ دشنام نہیں

کیا اب تجھے کام بجز نالہ و فریاد نہیں
مشغلہ اور کوئی اے دلِ ناشاد نہیں

مدتِ عمر جنوں عمر سے کچھ تھوڑی ہے
دشت سے پھر کے کہاں جائیں کہ گھر یاد نہیں

حکمت آموز نہیں اہلِ جفا کی تعلیم
لطمۂ جور عدو سیلیٔ استاد نہیں

طلبِ درد سے غافل نہ ہوائے دل دم بھر
واقفِ لذتِ غم وہ ستم ایجاد نہیں

شکوہ غربت کا اثر کرتے ہو غالب کی طرح
تمکو بھی یارانِ وطن یاد نہیں

سُنا حال دل پر کہا کچھ نہیں
مگر کان دھر کر سُنا کچھ نہیں

کیا خوب جو کچھ خدا نے کیا
بتو تم سے ہمکو گلا کچھ نہیں

حسینو کہیں گل سے خوشتر ہو تم
مگر تم میں بوئے وفا کچھ نہیں

نہ گل پر ہی جوبن نہ بلبل کو جوش
چمن کی وہ اگلی ہوا کچھ نہیں

بتوں کی پرستش کہاں تک اثر
مگر تجھکو خوفِ خدا کچھ نہیں

شام کو جب چراغ جلتے ہیں
دل جلے سیر کو نکلتے ہیں

مضطرب کیا ہو رہروانِ عدم
کچھ تو ٹھہرو کہ ہم بھی چلتے ہیں

کون ان کو اثر وہاں پہونچائے
حضرتِ دل جہاں بہلتے ہیں

لوگ جب تیرا نام لیتے ہیں
ہم کلیجے کو تھام لیتے ہیں

بادہ بھی مست ناز ہوتا ہے
جس ادا سے وہ جام لیتے ہیں

جا بجا میر کا کلام اثر
لوگ تیرا کلام لیتے ہیں

ہر بات پر وہ کرتے ہیں تکرار کیا کہیں
جھگڑا اُٹھائے رہتے ہیں بیکار کیا کہیں

ہردم وہ دل کو دیتے ہیں آزار کیا کہیں
ہم زندگی سے رہتے ہیں بیزار کیا کہیں

وہ دل کا مول کرتے ہیں جیسے منشی ہیں ہم
کھوٹا ہی مال بیچیں خریدار کیا کہیں

دیتے نہیں سوال کا عیسیٰ کوئی جواب
میری بھلی بھی اُن کو بُری لگتی ہی اثر

رات کیا کیا نہ بڑھا دردِ جگر مت پوچھو
ہمدمو کہہ تو چکے حالِ دلِ خوں گشتہ
محفلِ غیر میں سے سے گئے چہرہ گلشن
چہرہ غیر ہی آئینہ ہمارے غم کا
کچھ خدا جانتا ہی جیسی بسر ہوتی ہے

وضعِ احباب جہاں وجہِ محن ہی ہمکو
اشک ریزی سے تری بزم میں اے غیرتِ ماہ
جورِ احباب و تمنائے سیاحت سے اثر

وہ جنسِ وفا ہم سے ملے یار کو
بھلا اب تو دل میں نظر آئے آپ
جو برعکس ہی آپ کا قول و فعل
دوا کیا پلاتے ہوائے ہمدمو
بہت ابر روتا پھرا ملک ملک
چمن میں جو نالے ہمارے سُنے
اثر بے زری میں کرو رہن سے

الجھی سلجھی رہنے دو کیوں آفت سر پر لاتے ہو
آنکھیں جھپکی جاتی ہیں متوالے کیسی صورت سے
دل سے آثر کیا کہتے ہو جی جانکا سودا عشق میں

تہ شمشیرِ جفا شوق سے سر رکھتے تو
کیا اسیرانِ قفس سیر کے خواہاں ہوتے
مجرمِ عشق سہی دل تھا مگر مایۂ ناز

اچھی نہیں ہی حالتِ بیمار کیا کہیں
جیسے ہیں وہ عدو کے طرفدار کیا کہیں

کس خرابی سے کٹے چار پہر مت پوچھو
اب ہمیں تاب نہیں بارِ دگر مت پوچھو
رات جس رنگ سے وہ آئے نظر مت پوچھو
ہمپہ جیسی ہی عنایت کی نظر مت پوچھو
زندگی ہے کہ مصیبت ہی اثر مت پوچھو

شامِ غربت سے بتر صبحِ وطن ہے ہمکو
صورتِ شمع کہاں تابِ سخن ہی ہمکو
قصدِ ترکِ وطن و سیرِ دکن ہے ہمکو

کہ ہو ناز جسپر خریدار کو
بہت ہم ترستے تھے دیدار کو
ہم اقرار سمجھیں گے انکار کو
اذیت نہ دو دل کے بیمار کو
نہ پہونچا مری چشم خونبار کو
غشی لگ گئی بلبلِ زار کو
تم اپنی فضیلت کی دستار کو

دل کی الجھن بڑھتی ہے جب زلفوں کو سلجھاتی ہو
جاگے کسکی سنگت میں جو نیند کے اتنے ماتے ہو
تم بھی تو دیوانے ہو دیوانے کو سمجھاتے ہو

لیکن اغیار ہمارا سا جگر رکھتے تو
آمدِ فصلِ بہاری کی خبر رکھتے تو
آبرو اس کی تم اے دیدۂ تر رکھتے تو

دیکھے دل ہو گئے بیدل پہ کیا کیا تم نے
مال کھوٹا ہی سہی تو بھی اثر کہنے تو

کیوں رہے حیراں نہ دست سیمبر میں آئینہ
قدرت حق دیکھتا ہے اپنے گھر میں آئینہ

تو حیرت کس قدر اپنا دل محزوں ہوا
بن گیا آنسو کا قطرہ چشم تر میں آئینہ

دیکھ لے اے قاتل صفائے حسن کی تاثیر سے
صاف خنجر بن گیا تیری کمر میں آئینہ

جب سے دیکھا ہے ترے روئے مصفا کو صنم
سنگ خاک آلودہ ہے اپنی نظر میں آئینہ

یوں ہی گر اسکی سیہ بختی ترقی پر رہی
کیوں نہ بن جائے تو اے دست اثر میں آئینہ

دل سے کیا پوچھتا ہے زلف گرہ گیر سے پوچھ
اپنے سرشار کے احوال تو زنجیر سے پوچھ

میری جانبازی کے جوہر سے نہیں تو واقف
کچھ کھلے ہیں تری شمشیر پہ شمشیر سے پوچھ

پرسش حال کو جاتی ہے کہاں اے لیلے
قیس کا حال ہے کیا قیس کی تصویر سے پوچھ

یوں تو استاد فن شعر بہت سے گزرے
کس کو کہتے ہیں غزل گوئی اثر میر سے پوچھ

ہے جوش بہار اب کے برس اور زیادہ
بیتاب ہیں مرغان قفس اور زیادہ

ہوشیار ہو مجنوں کہ قریب آ گئی لیلے
آنے لگی آواز جرس اور زیادہ

کیا ذکر عدو سے بھی غرض بوجھ گئے ہم
ارشاد کی حاجت نہیں بس اور زیادہ

جب اپنے تڑپنے کو بیاں کرتے ہیں انسے
کہتے ہیں وہ ہنسکر کہ ترس اور زیادہ

بڑھتی ہے سوا غم سے طبیعت کی روانی
چھیڑنے سے ہو تیز فرس اور زیادہ

پیری میں اثر شامت اعمال سے اکثر
ہوتی ہے جوانی کی ہوس اور زیادہ

دولت نہیں ملتی ہے کہ عزت نہیں ملتی
جس چیز کی طالب ہے طبیعت نہیں ملتی

مدت سے جو دل ہے تری بیداد کا خوگر
بے رنج سے جان کو راحت نہیں ملتی

ہے وار پیا پے جو تری تیغ جفا کا
ظالم مجھے دم لینے کی فرصت نہیں ملتی

ثابت ہوا فرہاد تری کوہکنی سے
کچھ کیجئے مزدوری الفت نہیں ملتی

سینہ تو مرا راز محبت سے بھرا ہے
اغیار سے خالی تری صحبت نہیں ملتی

اس عہد میں کیا حال برا ہے شرفا کا
سرکار میں دو پیسے کی خدمت نہیں ملتی

کیا حال دل زار اثر تجھکو سنائے
بیچارے کو گفتار کی طاقت نہیں ملتی

سمجھکے دل نے مزے یار کی جفا کیلئے
دہانِ زخم کھلے شورِ حسبا کے لیئے

تری سرشت ہی اے یار بیوفائی کی
وفا نہ تیرے لیے ہے نہ تو وفا کے لیے

خبر جو لیگئی گلشن میں تیری آمد کی
بہارِ شوق میں گل نے قدم صبا کے لیے

اُنہیں خبر نہیں اکسیر خاکساری کی
جو خاک چھانتے پھرتے ہیں کیمیا کے لیے

یارب ترے کرم کی موافق ہوا ملے
کشتی مری نجات کے ساحل سے جا ملے

پوچھا گیا جو روزِ ازل کس کو کیا ملے
چلاّئے ہم کہ ہمکو دلِ مبتلا ملے

یارب یہی سزا ہمیں روزِ جزا ملے
جنت میں دل دکھانیکو وہ بیوفا ملے

ملنا اسی کو کہتے ہیں اے بخت نارسا
دغیر کی گلی میں ملے بھی تو کیا ملے

بدمست جائیں داورِ محشر کے سامنے
ایسی کوئی شراب ہمیں ساقیا ملے

ظالم تری جفا میں نہیں عذر کچھ ہمیں
تجھکو یہ عذر کیا ہے کہ عذرِ جفا ملے

عجلت سے رفتگانِ عدم کی ہم اے اثر
پیچھے تو رہ گئے تھے مگر اُنسے جا ملے

واحسرتا وہ بزم وہ صحبت نہیں رہی
وہ دل نہیں رہا وہ طبیعت نہیں رہی

جب دوستوں کو ہم سے محبت نہیں رہی
ہم کو بھی اُن سے جائے شکایت نہیں رہی

کارِ مسیح شدتِ آزار نے کیا
اچھا ہوا علاج کی حاجت نہیں رہی

دل وضعِ احتیاط سے اے آہ تنگ تھا
اب شاد ہیکہ ضبط کی طاقت نہیں رہی

دل کو غنی طلب سے کیا یاس نے اثر
واحسرتا کہ وصل کی حسرت نہیں رہی

آوازِ صور کون سنیگا خمار سے
میکش تو اُٹھنے والے نہیں ہیں مزار سے

امسال ڈر ہے جوششِ فصلِ بہار سے
شاخیں نہ پھٹ پڑیں کہیں پھولوں کے بار سے

گلشن میں آمد آمدِ فصلِ بہار ہے
دل بلبلوں کے جانے لگے اختیار سے

پیری میں دل کو ربط ہے اک گلعذار سے
اپنی خزاں بھی کم نہیں فصلِ بہار سے

جفائیں ہوتی ہیں گھٹتا ہے دم ایسا بھی ہوتا ہے
مگر ہم پر جو ہے تیرا ستم ایسا بھی ہوتا ہے

عدو کے آتے ہی رونق سدھاری تیری محفل کی
معاذ اللہ انساں کا قدم ایسا بھی ہوتا ہے

رکاوٹ ہے خلش ہے چھیڑ ہے ایذا پہ ایذا ہے
ستم کے بعد کرتے ہیں کرم ایسا بھی ہوتا ہے

دل مہجور آخر اٹھا ہے ہر نحوست کی
نکرے شکوہ ہماری بے سبب کی بدگمانی کا
ہمیں بزم عدو میں وہ بلاتے ہیں تمنا سے
تو ہو دردِ جدائی سے جو واقف اسکو کیا کہئے
کبھی کچھ ہو نہ رہتا ہے اثر اسکی خدائی میں

جب ہوں زبانِ خلق پہ چرچے بہار کے
ناصح غمِ فراق میں ہم روتے یوں لہو
کرتا ہوں عاشقی میں جو ہم کوہکن کے کام
سینہ سے آملو کہ نہیں طاقت فراق
کیونکر ہمیں قرار کا پہلو ملے اثر

رسوا جہاں میں خلق میں بدنام کر چکے
مرنے پہ بھی رہا جو یہی اضطراب دل
بدنامیوں کا خوف اگر یوں لگا رہا

دل کسیکو اگر دئے ہوتے
کاش اے رحم داورِ محشر
کیسے کیونکر اثر بہار کے دن

آنکھ والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے
کیا رکھیں خضر سے ہم چشم بد اپنے دل
میں ہوں [illegible]
بحث سے اے ناصح ناداں یہ سمجھنے کا نہیں
شہسواری سخن کا جسے دعویٰ ہو اثر

نہ صرف گل کی بدولت چمن میں آگ لگی
بتوں کی شعلۂ رخسار کی حرارت سے

کبھی سعدین ہوتے ہیں ہم ایسا بھی ہوتا ہے
محبت میں ترے سر کی قسم ایسا بھی ہوتا ہے
کرم ایسا بھی ہوتا ہے ستم ایسا بھی ہوتا ہے
ہمیں وہ دیکھکر کہتے ہیں غم ایسا بھی ہوتا ہے
کریں دعویٰ خدائی کا صنم ایسا بھی ہوتا ہے

صیاد ہم قفس میں رہیں دل کو مار کے
ہوتے جو اپنے دیدہ و دل اختیار کے
کچھ کم نہیں پہاڑ سے دن انتظار کے
اس وقت کام آؤ دلِ بیقرار کے
ہم ہاتھ میں پڑے ہیں دلِ بیقرار کے

تم اپنا کام دیدۂ ناکام کر چکے
ہم بیقرار قبر میں آرام کر چکے
تب آپ عاشقی میں اثر نام کر چکے

یوں نہ بیکار ہم بیٹھے ہوتے
ہم گناہ اور بھی کئے ہوتے
مے سے توبہ اگر کئے ہوتے

دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے
کہ نہیں دشت محبت کا وہ رستا دیکھے
پھاڑ کر پردۂ محمل مجھے لیلیٰ دیکھے
اور کوئی دل بیتاب کو سمجھا دیکھے
توسنِ طبع مرے سامنے چمکا دیکھے

پلاس پھولتے ہی تنکے بن میں آگ لگی
روانِ شیخ و دل برہمن میں آگ لگی

نہیں یہ رنگ فروزاں ہے آتش غیرت
ترے لبوں سے عقیق یمن میں آگ لگی
بھڑک اٹھا نہو کیوں نخل عشرت خسرو
نہال آرزوے کوہکن میں آگ لگی
ترے کلام شرربار کے اثر سے اثر
عدو کے دعوی شعر و سخن میں آگ لگی

کب بعد مرگ حاجت شمع مزار ہے
دل پر ہمارے داغ شب انتظار ہے
برق فروغ حسن ہے ناکامی نگاہ
نظارہ سوز عارض تابان یار ہے
کہنچا ستم سے ہاتھ ہوا اس نے تو غم نہیں
اے دل یہ کیا ستم کہ وہ غفلت شعار ہے
کس بے بسی میں اے مرے مالک پڑی ہے جان
دل پر ہی اختیار نہ قابو میں یار ہے
گرمی مرے کلام میں کیونکر نہو اثر
سوز جگر ز دل سے نفس شعلہ بار ہے

فلک تجھ سے بچکر کدھر جائے کوئی
تو سر پر ہی ظالم جدھر جائے کوئی
قیامت کا قد ہے بلا کی ہیں آنکھیں
بجا ہے اگر تجھ پہ مرجائے کوئی
رہے خاک ہوکر اسی سرزمیں کی
تمہاری گلی میں اگر جائے کوئی
یہ کہدو کہ ہم کو بھی ہمراہ لے لے
عدم کی جو لانے خبر جائے کوئی
خدا دیکھتا ہے خدا دیکھتا ہے
ستم زیر دستوں پہ کرجائے کوئی

جام ہے منہ سے لگائے ساقی
اپنے ہاتھوں سے پلائے ساقی
رنج کو دل سے بھلا دے ساقی
مجھے بیہوش بنا دے ساقی
کر چکے تھا نہ خمار ابھی
میکشو اب نہیں کیا دیئے ساقی
جنت میں ذکر سنوں حوروں کا
کوئی واعظ کو بلا دے ساقی
مے پرستی ہے گلشن کی ہوس
زلف چہرے سے ہٹا دے ساقی
ہوش آنے لگے جب ہم کو
تھوڑی سی منہ میں چوا دے ساقی
کیا مستانہ اثر کی ہے غزل
مے پرستوں کو سنا دے ساقی

پہلے تو نہ تھی شدت درد جگر ایسی
رہتی تھی غشی مجھکو نہ دو دو پہر ایسی
مرغان قفس مر گئے دم بھر میں پھڑک کر
کیا لائی صبا جا کے چمن سے خبر ایسی
اس گل سے لگا آئے گی یوں میری نظر تنہے
امید نہ تھی تجھ سے نسیم سحر ایسی

ہے میرے انداز کو خستہ جگری شرط   لا سے تو کوئی چلے طبیعت اثر ایسی

اس رحیم پہ وہ عذاب کرے   مجھکو واعظ خدا خراب کرے
سب ہے موقوف اس کی مرضی پر   لطف فرمائے یا عتاب کرے
زور گردے وہ ناتوانوں کو   بحر سے ہمسری حباب کرے
بیخودی کا بھی ایک عالم ہے   ترک کیونکر کوئی شراب کرے
اے اثر تیرے شور نالی سے   کسطرح کوئی شب کو خواب کرے

دل اس باغ سے جو اٹھا کر چلے   ہوا یاں کی ناساز پا کر چلے
کسی ڈھب سے دل کو دکھا کر چلے   وہ جب آئے ہمکو رولا کر چلے
موئے پر بھی ہم سے ہے ان کو غبار   وہ مدفن سے دامن بچا کر چلے
گئے سیر گور غریباں کو جب   قیامت کا عالم بپا کر چلے
کیا جان و ایمان تجھپر نثار   حق عاشقی ہم ادا کر چلے
نہ آیا انھیں کچھ بھی خوف خدا   ہمیں اپنا بندہ بنا کر چلے
ملا لے مقدر سے اعمال کو   جو کرنا تھا ہم لے خدا کر چلے
اثر باغ دنیا سے گل کی طرح   جو ہو زر بکف زر لٹا کر چلے

حسن کی جنس خریدار لیئے پھرتی ہے   ساتھ بازار کا بازار لیئے پھرتی ہے
دربدر حسرت دلدار لیئے پھرتی ہے   سر ہر کوچہ و بازار لیئے پھرتی ہے
عدم آباد میں آنے کا سبب ہے ظاہر   جستجوئے کمر یار لیئے پھرتی ہے
دیکھ اے جان جہاں شمس و قمر کو دن رات   آج تک حسرت دیدار لیئے پھرتی ہے
دشت میں قیس کو کیا آئے نظر جب لیلا   ساتھ میں گرد کی دیوار لیئے پھرتی ہے
گل سے کیوں کہہ نہیں دیتی ہے پیام بلبل   اپنے ہمراہ صبا بار لیئے پھرتی ہے
حسرت دید اثر حضرت آتش کیطرح   پیش روزن ہیں دیوار لیئے پھرتی ہے

عزت کی ہوس زر کی تمنا نہیں رکھتے   ہم دل میں کوئی حسرت دنیا نہیں رکھتے
سر پھوڑنے دو چارہ گر دہاتھ نہ روکو   بیکار کسی شخص و بھلا نہیں رکھتے

بے خوف نہ کیوں عرصۂ محشر میں وہ آئیں
واقف ہیں کہ ہم خون کا دعوی نہیں کرتے

دل دیجئے سر پھوڑئیے مرجائیے لیکن
یہ کام ہیں ایسے کہ نتیجا نہیں رکھتے

منکر ہیں ترے حسن دل افروز سے محروم
کیا دیکھیں جسے دیدۂ بینا نہیں کہتے

پہنچی ہے کہاں ان کی عداوت کی ترقی
وہ میری محبت بھی گوارا نہیں کرتے

آنسو ہیں کہ جاری ہیں آثر دیدۂ تر سے
رونے کے سوا ہم کوئی دھندا نہیں کرتے

تیری نگاہ اور کدھر بدنظر گئی
دل کی طرف گئی کبھی سوئے جگر گئی

کیا آئے اے صبا مجھے پرواز کا خیال
مدت ہوئی کہ آرزوئے بال و پر گئی

عشق جفا کے خوف سے رونے لگا عدو
جب اس ستم شعار کو میری خبر گئی

تا عمر گر نشاط نصیب عدو رہا
اپنی بھی زندگی کوئی صورت گزر گئی

لیکر عدو کو ساتھ وہ پرسش کو آئے ہیں
واحسرتا کہ لذت درد جگر گئی

تنہائی طریق گوارا نہ کر سکی
حسرت ہماری ساتھ پس نامہ بر گئی

میں ہی نہ اسکی بزم سے روتا اٹھا آثر
آنسو بہاتی شمع بھی وقت سحر گئی

دو چار دن کی سیر چمن کو دکھا گئے
گل اے صبا بہار میں کیا آ گیا گئے

گل اور عندلیب میں جھگڑا لگا گئے
سیر چمن میں تم یہ نیا گل کھلا گئے

تھی دیدنی بہار ہمارے غبار کی
ان کی گلی میں ہم سر دوش صبا گئے

بانگ جرس نہ غلغلۂ کوس صبحدم
جو قافلے عدم کو گئے بے صدا گئے

دم بھر بھی بے جرس نہ رہا کاروان عمر
نالے ہمارے ساتھ بجائے درا گئے

جب کھو چکے تو سادگی طبع سے آثر
اُن کی گلی میں ڈھونڈھنے دل بارہا گئے

بے ترے اے گل چمن میں کیا بہار نغمہ ہائے
گوش دل زحمت کش نیش خار خار نغمہ ہے

مطربان خوش نوا ہیں سازگار اہل شوق
منزل مقصود بدحالاں دیار نغمہ ہے

شرع کا قانون عقلی واعظا برہم نہ ہو
صرف چند اصوات موزوں پر مدار نغمہ ہے

اسکے آگے کیوں نہ عاشق گوش بر آواز ہو
ہر سخن کو جس کے حاصل اعتبار نغمہ ہے

آشنائے ساز لذت ہے دل بیتاب شوق
طبع ناموزوں زاہد شرمسار نغمہ ہے

کچھ لب شکر فشاں سے ہو چمن میں نغمہ ریز — بلبل شیریں زباں امیدوار نغمہ ہے
نکلے جو گن کون دکھلانیکو ہے اپنا کمال — آج محفل میں سبھی کو انتظار نغمہ ہے
کوئی فصل گل میں واعظ کس طرح توبہ کرے — یہ تو وقت میکشی ہے روزگار نغمہ ہے
سو عظمت پ[illegible] شرارت کو کیا پامال کرے — دل نہیں جذبہ سے لے اختیار نغمہ ہے
ہے صدا سے جوش دل محزونکو تنہائی کی کل — لاکھ پردے میں بھی ظالم بیقرار نغمہ ہے
حکم ہے اسپر بھی کیا قاضی نے جاری کر دیا — شہر میں ہر سمت برپا گیر و دار نغمہ ہے
مبتلائے آفت صیاد کیا بلبل ہوئی — درہم و برہم چمن میں کاروبار نغمہ ہے
ہے گراں بزم طرب اس بت کی تیور پر اثر — کوہ سے سنگیں زیادہ مجھکو بار نغمہ ہے

دل یہ کہتا ہے صنم تجھپہ فدا ہو جائیے — جان یہ کہتی ہے مرے اللہ کیا ہو جائیے
دست قاتل چومیئے صرف دعا ہو جائیے — ساتھ غیروں کے شریک مرحبا ہو جائیے
قید ہستی سے فنا ہوکر رہا ہو جائیے — نکہت گل نکلے گلشن سے ہوا ہو جائیے
ہے دل بے آرزو ہونا کمال بندگی — بندۂ بے مدعا ہو کر خدا ہو جائیے
کیجئے اسعد وہی تن سے علاج رنج دل — نیستی سے درد ہستی کی دوا ہو جائیے
ہاں میں ہاں کرنا ہمیشہ شیوۂ اہل وقار — گنبد گردوں کی صورت بے صدا ہو جائیے
غیر اٹھائے بھی اگر اے دل تو اٹھنا ہے محال — اُن کی خاک آستاں پر نقش پا ہو جائیے
انتہائے آرزو اپنی یہی ہے اے اثر — کربلا میں مر کے خاک کربلا ہو جائیے

نالہ کس منھ سے تو دعوائے اثر کرتا ہے — وہ تو ہنس ہنس کے سوی غیر نظر کرتا ہے
کوئی دنیا سے عدم کو جو سفر کرتا ہے — غافلو تم کو بھی چلنے کی خبر کرتا ہے
مورد لطف سہی غیر مگر اس پر بھی — ڈرتے ڈرتے ترے چہرے پہ نظر کرتا ہے
اپنی وحشت سے بڑھی رونق صحرا اے جنوں — بید مجنوں مرے سائے سے حذر کرتا ہے
غیر سے پوچھتے ہو کون ستم دیدہ ہے — تیرے کوچہ میں جو رو رو کے سحر کرتا ہے
کس کا آزار کشیدہ ہے کہ راتوں کو اثر — نالے کرتا ہے تو سو ٹکڑے جگر کرتا ہے
پہنچتے حشر میں زاہد گنہگار آئے — ترے کرم کے الٰہی امیدوار آئے

غم فراق میں کیونکر مجھے قرار آئے
ترا خیال جو یوں دل میں بار بار آئے

بہار عمر خزاں ہو گئی تو پھر اے دل
چمن میں موسم گل جوش پر ہزار آئے

برنگ شمع ہمیں پیش غیر جلنا تھا
اسی لیے تری محفل میں اشکبار آئے

انہیں سنائیں ہم افسانہ بیقراری کا
مگر تجھے تو دل مضطر [illegible] ابزار آئے

کھنچی تھی ساتھ میں کیا ہمی کو تاکن کی روح
پیا بر آئے ہیں ساقی [illegible] تو بہار سے

اثر پہاڑ کی جانب گئے تھے بہر شکار
بہادری سے کئی شیر جا کے مار آئے

یاد کراں کو جو تیرے عشق کے ماروں میں تھے
ذکر کیا فرہاد و مجنوں کا کہ آوارہ وطن تھے

محفل اغیار میں بیٹھے تھے جو وہ رونق فروز
تا سحر ہم آتش غیرت سے انگاروں میں تھے

تھے چمن میں بھی ترے دام محبت کے اسیر
دل کبھی اے صیاد ہم تیرے گرفتاروں میں تھے

غیر کے کہنے سے ہوں اے بانی بیداد بند
ہائے وہ روزن جو تیری گھر کی دیواروں میں تھے

صوفی صافی بنے ہیں کچھ تو کہئے خیر ہے
اے اثر کے دن ہوئے ہیں آپ میخواروں میں تھے

کیا کہیں ہمدم کہ کیا نقشہ دل بسمل کا ہے
آئینہ ہی جہاں پہ عالم بزرگی مشکل کا ہے

خوابگاہ دہر میں کیسی ہیں یہ سرمستیاں
کچھ خیال اے اہل غفلت گور کی منزل کا بھی

ہم عزیز پاس ارباب وفا کیونکر نہ ہوں
اب قرینہ اور ہی اس شوخ کی محفل کا ہے

آج وہ خورشید رو کیا جلوہ گر ہے بام پر
شام سے اترا ہوا چہرہ مہ کامل کا ہے

پائمال یاس ہی ہوتی رہی کشت وفا
اے اثر حاصل یہ تیری سعی لاحاصل کا ہے

کیا کیا نہ رنج پیری میں سہتا ہے آدمی
اس سن میں آدمی نہیں پتلا ہے آدمی

برق حسن تو تنہا جگر و جانم سوخت
آتش رو بدل و خرمن ایمانم سوخت

شوق نظارہ جنت سر طورم نکشید
آتش جلوہ رخسار تو آسانم سوخت

داغ پنہاں بدل و نالہ سوزاں بزبان
سوخت عشق تو مگر یا سر و سامانم سوخت

تا صبح تو جلوہ رخ جانان ندیدہ
زلف سیاہ و کاکل پیچان ندیدہ

پیشم مگو ز تلخی روز جزا سخن
رنج و مصیبت شب ہجران ندیدہ

غرہ مشو بمہر و عطا بیش کہ اے اثر
جور و جفائے آں ہمہ خوباں ندیدہ

فقط

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنفہ منشی دیوان نواب صاحب مرحوم

مشتاق لکھنوی

پردہ پوش ازل دہی ہی مجہہ گدائے نور کا
لطف جس کا تاج سر تہا قیصر و فغفور کا

شورش وحدت جو صدا لامکاں سی ہے بلند
گوش مشرک کیا سنے وہ غلغلہ ہے دور کا

اہتمام پردہ پوشی ہے گدا کو کیا ضرور
پرنیان لطف حق ساتر ہے جسم عور کا

سوز عرفاں میرے دل کا کیا چہپائی آہ گرم
شعلہ کے سرپوش نے ڈہانکا نہ منہ تنور کا

صبر بہی دے گر اوٹہانیکو دیا ہے بار غم
مزد ملجا نیسے بڑہ جاتا ہے دل مزدور کا

کب میں خواہاں ہوں تاج سلطاں کا
سر میں سودا نہیں ہے ساماں کا

اشک بیتاب ہے مرا برباد
نہ گریباں کا ہے نہ داماں کا

خود فراموش ہوں ضعیفی میں
خم ہوں محراب طاق نسیاں کا

ہی جو بہشت ہو ارض پاک نجف
اسکو مشتاق قصد ہے واں کا

ٹکڑے ہو کر مرے منہ سے دل نالاں نکلا
ایک غنچہ تہا مگر بنکے گلستاں نکلا

جان دی تیغ تجسس میں تیری ادا لو
ڈہونڈتے تجکو مرا قافلہ جاں نکلا

نہو لی طاقت نظارہ کسی عاشق کو
شعلۂ حسن حجاب رخ جاناں نکلا

قید ہونے سی مری بڑہ گئی وحشت میری
پاؤں صحرا میں نہ نکلے تو گریباں نکلا

عمر کس نحو سے کی علم میں صرف اے مشتاق
فکر کرنے پہ نہ اک صیغۂ میزاں نکلا

جو رگ رگ دل سے ہراساں نہیں کچہہ دل میرا
یہ جو ظالم ہے تو اللہ ہے [illegible] میرا

باغ عالم میں عجب خرمن برباد ہوں میں
برق و باراں کے سوا کچہہ نہیں حاصل میرا

قافلہ والوں نے کیا سب نے مجہی چہوڑ دیا
ساتہہ دیتی نہیں گرد رۂ منزل میرا

مار ڈالا ہے مجھے غیر کے مرجانے نے — ہیں وہ کشتہ ہوا کہ تقدیر ہے قاتل میرا
تیغ کہاتا ہوں میں کس پر جگری سے تیری — دیکھ [illegible] [illegible] میرا
رہ مقصود میں جا سکے بھی تو [illegible] — [illegible] منزل میرا
میرے چھپ چھپ کے [illegible] ہر اک جا شانا — [illegible] قاتل میرا

جی میں ہے پیوند ہوں جوش جنوں میں خاک کا — باندھ لوں دامن [illegible] دشت وحشت ناک کا
کنگرہ ایوان قدرت تک ترے پہونچیگا کیا — شل ہے بازو سنگ پر طائر ادراک کا
خاکساروں کیلئے ہے حسن وضع انکسار — غازۂ روئے گدا ہے اوڑھ کے چہنا خاک کا
پہوٹ نکلا ہو جو اوس گلپیرہن کے تن کا حسن — جو بدن کا رنگ ہے وہ رنگ ہے پوشاک کا
کربلا جا کر برآئے آرزو مشتاق کی — خاک میں ملکر بنے ہے صرہ جو اوس خاک کا

گرشمہ دیکھ لیا اوسکی چشم پرفن کا — پتا ملا ہمیں اسکے نازنین مسکن کا
تڑپ تڑپ کے گلستاں میں وہ گئی ہر سو — پتہ نہ برق نے پایا مرے نشیمن کا

کبھی ہوتا نہیں ہے ختم دنیا میں سفر میرا — اگر میں بیٹھتا ہوں تنگ تھکے تو پھرتا ہے سر میرا
کہا سب درد فرقت اوس سے ضعف ناتوانی نے — مرا رنگ پریدہ بنگیا پیغامبر میرا
ہجوم یاس ہے کیا مجھ سے روشن ہوگی محفل — بجھا جاتا ہے خود دل صورت شمع سحر میرا
کسیکے عشق روئے آتشیں نے دل پکایا ہے — ہوا ہے گرمئ خورشید سے پختہ ثمر میرا
مرا دل بیٹھ جائیگا شب فرقت کے ہاتوں سے — ہوا ہے آدمی گر جائے گا اگر ہو نہ گہر میرا
مجھے بھی ہو گیا دوران سر عالم کے چکر سے — ٹھہرا ہے گنبد گردوں پہ آجاتا ہے سر میرا
دم بھر او کی اب اے خراش ناخن ہاتم — کہ پھر کچھ مندمل ہوتا چلا زخم جگر میرا
بکہہ سرکی نہ اک پل انتظار روز وصلت میں — بنا تار گریبان سحر تار نظر میرا
خفا ہونا ہی الفت کی نگہ سے دیکھتا ہوں گر — سمجھتا ہے کہ وہ عیار عنوان نظر میرا
کمال علم اے مشتاق حاصل ہو ضعیفی میں — ہرا ہو جائے فصل خزاں میں بھی شجر میرا

مریض کرکے فنا عشق کا جفا نے کیا — وہ ابتدا نے کیا یہ انتہا نے کیا
فراق میں خفقان دل کا ہو گیا دونا — ضرر بہت مجھے گلزار کی ہوا نے کیا

تم آئے شبکو مرے گھر یہ دن خدا نے کیا

ہزار بار ...
تری جفا کا گلا یوں مری وفا نے کیا

جفائیں کرتے ...
... اس بندۂ خدا نے کیا

شب وصال ...
... مری درد کی دوا نے کیا

ہماری آہ سے ... کے وہ بولے
یہ نالہ کس کے دل درد آشنا نے کیا

گناہ سب مرے بخشیں خدا بیاں سے کیے
بہت ذلیل مجھے میرے دست و پا نے کیا

طلب کے قبل عطا مقتضائے بخشش ہے
سوال کرکے سخی کو خجل گدا نے کیا

آج میں ... کرتا تھا شبکو وہ غماز پرداز تھا
روشن آمدی ہیں چراغ شعلہ آواز تھا

مار کر مجھکو جو اس نے دم میں زندہ کر لیا
تھی کرامت ناز کی یا حسن کا اعجاز تھا

میرے دیوان جنوں کی انتہا ہی ابتدا
مقطع انجام اوس کا مطلع آغاز تھا

شعر کیسے بزم میں تمنے سنا کر واہ واہ
یہ غزل کا آج اسے مشتاق کیا انداز تھا

یہ آرزوئے مروہ کا دیوانہ ہو گیا
دل میرا شمع کشتہ کا پروانہ ہو گیا

جا ... بے حواس تو دیکھا جمال یار
ہوش اڑ کے شمع حسن کا پروانہ ہو گیا

دل نے اوٹھائیں سینہ سوزاں کی آفتیں
آتشکدہ خلیل کو خس خانہ ہو گیا

وہ مست ناتواں ہوں جو رویا بغیر مے
نالہ بھی خندہ لب پیمانہ ہو گیا

مے پی کے میں نے شکر کا سجدہ کیا اگر
منسوب سوئے لغزش مستانہ ہو گیا

رکھا نہ ... آنا ... رات بھر
کیا یہ بھی حسرت دل پروانہ ہو گیا

آ بیٹھتا ہے ... آستاں ... گاہ گاہ
اب تو مزاج شمع بھی رندانہ ہو گیا

مجنوں بنا ... خوشبوئے زلف
کیا تمکو دل گیا جو میں دیوانہ ہو گیا

کی اپنی عمر طاعت پیر مغاں میں صرف
قد جھک کے حلقہ در میخانہ ہو گیا

ذقنا میں جو لگیا ساقی کا ناز بھی
تاثیر بخشش لغزش مستانہ ہو گیا

مشتاق نے حسینان دنیا کو دی طلاق
عالم میں شور ہمت مردانہ ہو گیا

ضحاک اپنی نظم کا ہے مجکو ہوش کیا
عصیاں کا مطلب ہے یہ بالائے ہوش کیا

جائے گا میرے دل سے محبت کا جوش کیا | [illegible] قاتل میرا
تدبیر کیا ہوگی مری وحشت کا جوش | [illegible] کیا
طول شب فراق سے دیتا ہوں | [illegible] کیا
آہوں سے بجھ گیا دل روشن تو کیا ہوا | [illegible] آتش کیا
یمن قدم یار کی لایا جو ہے خبر | پیک خیال ہے کہ تو رخ سروش کیا
ساقی شب وصال کی ظاہر ہوئی سحر | اب ہی چراغ بادہ ہوگا خموش کیا
فوت حصول رنگ چمن میں ضرور ہے | کانٹوں کا ڈھیر ہو سبد گلفروش کیا
مشتاق میں اوٹھائے ہوئے ہوں تو نکی جو | میرا بنائیگا فلک ظلم کوش کیا

جنوں بڑھا تو مجھے عشق یار تک نہ رہا | شب فراق غم انتظار تک نہ رہا
چبھو کے لیگئے تلووں میں سب ہاتھ کو جنتی | جنوں کے دشت میں اب کوئی خار تک نہ رہا
پھری نہ میری طرف وہ نگاہ لطف کبھی | فلک کے دور کا اب اعتبار تک نہ رہا

خزاں میں باغ کا برباد کارخانہ ہوا | ہوا پہ قافلہ بوئے گل روانہ ہوا
کٹے جو چار پہر منقلب زمانہ ہوا | جو آج حادثہ گذرا وہ کل فسانہ ہوا
جلایا ہجر میں دل میرا ٹھنڈی سانسوں نے | ہوائے سرد سے روشن چراغ خانہ ہوا
کبھی شباب تہا مدت سے اب تو پیری ہے | ہمارے دوست کو چھوٹے ہوئی زمانہ ہوا
جہاں میں ہے مری رفتار صورت سوزن | قدم قدم پہ نئی گھر جو میں [illegible]
کٹا جو دن مری تربت کو وہ ہیں چلتے | تو دامن شب غم اسپے بہانہ ہوا
ہزار دل گوہر مضموں لٹا و مشتاق | منہ اپنا کہلنے میں قفل در خزانہ ہوا

ایک نقطہ مٹ نہیں سکتا خط تقدیر کا | کام کیا تحریر پیشانی میں ناخن گیر کا
کارواں خواب آنکھوں سے کیا کرتا ہے کوچ | زنگ کی آواز ہے نالہ مری زنجیر کا
زخم کہا کر بہ تہر سے تیر کی لی دل کی مراد | آرزو کی طرح نکلا دل سے پیکان تیر کا
میری حیرت نے کی تشبیہ یار کو بہت ہوئی | ہوش اڑ کر بنگیا غازہ رخ تصویر کا
کیوں نہ اشک سرخ ٹپکا کے لیا میں نے شہر | دل کی ہی مشتاق کو ظلم شبیر و شبیر کا

[illegible] بست | ہے نشانی ہے زمانہ میں نشاں کو ڈھونڈ دست
[illegible] سے د[illegible] | آگیا تو ادھر سے چلا سے رہروان کوئی دست

چھپتی ہے بزم یار [illegible] | آفتاب کو چھپ [illegible] کی طرح
ایام زیست کا [illegible] | ہے [illegible] ساغر کی طرح
[illegible] دم انتظار میں | [illegible] سے ابر نکل [illegible] کی طرح
پہلو سے یار کے دل پر [illegible] چھپا | [illegible] سواد شام [illegible] کی طرح

مشتاق پاؤں دوش صبا پر تھے شاہ کے
حیدر اوٹھائے تھے در خیبر کی طرح

مر گیا عاشق رخسار پہ دم ہو کر | روح نکلی تو نسیم گل خوشبو ہو کر
حلقۂ زلف سے بڑھ جائیگا ور رخ یار | حسن چمکیگا ہلال شب گیسو ہو کر
جان دی سوز محبت سے جو پروانے نے | بہہ گئی شمع بھی اک رات میں آنسو ہو کر
باغباں ہم ترے گلشن میں رہیں گے اک شب | صبح جائیں گے بہار گل خوشبو ہو کر

کالعقارب ہیں زمانے کے اقارب مشتاق
مجھ سے سب نیش زنی کرتے ہیں بچھو ہو کر

[illegible] رنگ ہے رخسار جاناں پر | ابھی باقی ہے کچھ کچھ دھوپ دیوار گلستاں پر
[illegible] رنگیں طبیعت میں | نہ ہم صحن چمن میں ہیں نہ دیوار گلستاں پر
[illegible] ہے کہ بلبل سے [illegible] | پر ونکا سائباں چھایا ہے دیوار گلستاں پر
[illegible] دیدی [illegible] | قفس ٹوٹے ہوئے رکھے ہیں دیوار گلستاں پر
[illegible] ہیں [illegible] عنادل [illegible] | ہزاروں خون کے دھبے ہیں دیوار گلستاں پر
[illegible] مدت اسیری کی | ہماری قید کا دن لکھ دے دیوار گلستاں پر

[illegible]ماں ہیں ذرا تم اپنی رنگ آمیزیاں دیکھو
[illegible]روں رنگ ہیں مشتاق دیوار گلستاں پر

[illegible] دل جلا ہوں بزم جہاں میں مثال شمع | جلکے مجھے فراغ ہے مشکل نہال شمع
منہ [illegible] یار کا خاموش ہو گئی | اس گل کے آگے کچھ نہ چلی قیل و قال شمع
کرتی ہے ضبط دل میں جو پروانوں کا یہ غم | بنکر دھواں نکلتا ہے گرد ملال شمع

عاشق کو رازداری معشوق ہے ضرور | پروانو ...
پروانے جل کے آتش غیرت سے مر گئے | محفل ...
پروانوں کے جو نالہ سوزاں کو ... | ... ال شمع
محفل میں لو لگائے دیئے دانے سب | ... ال شمع
مشتاق سوز ...

آنسو بنا ہوا ہے تن ہول مثال شمع

ہوں میں وہ شمع دل نہیں گو میری محفل میں چراغ | ہے مرا داغ سویدا خانہ دل میں چراغ
مر گئے پھر بھی دلسوز نے نام اپنا روشن کر دیا | خون کے دھبے بن گئے شمشیر قاتل میں چراغ
آمد و شد میں نفس کے روح ہے کیونکر مقیم | ہو ہوا جس جا وہاں جلتا ہے مشکل میں چراغ
نجد میں کہتا تھا مجنوں دیکھ کر چشم غزال | جل رہا ہے یہ کہ لیلیٰ کی محفل میں چراغ
بزم سے باہر کیا پہچان کر اوس نے مجھے | دل جلا میرا جلا جب اوسکی محفل میں چراغ
شعر کو بھی ہے مری روشن کلامی سے فروغ | بیت میں مضموں ہے یا لیلیٰ کی محفل میں چراغ
پردہ کرتا ہے جو دامان حریر شعلہ سے | تجھ سے شرماتا ہے شاید تری محفل میں چراغ
روشنی حسن نے یہ عشق کو بخشا فروغ | باغ کا ہر گل بنا چشم ... دل کا ... چراغ

بزم جاناں میں اتدبیر سے نہ لے مشتاق ...
دل تو جلتا ہی نہیں جیسا جو محفل میں چراغ

چاندنی مہتاب کی پھیلی جلے گھر گھر چراغ | وصل کی شب ہے بجھا دے ...
سیر کو گور غریباں کی وہ شب کو جائیں گے | آج تکئے پر لگا لے ... اٹھ ...
کب سے ہے میری سیہ بختی لحد پر منتظر | دیر اب کیا ہے بجھا دے ...
شب کو دکھلائے کرامت فیض ساقی کا اگر | جام زریں میں جلائے بادہ کا ...
ہے حجابی کا رسائی گر دکھائے وصل میں | اپنے دامن سے بجھائے وہ ...
وعظ میں اتنا کہا ہے بادہ احمر کا ذکر | آج واعظ نے جلایا ہے سر منبر چراغ
جب کہا میں نے کہ کل ہو روشنی بولا وہ شوخ | کیوں بڑھائیں لیلیٰ شب کا تو ہی زیور چراغ
ہے عجب نالہ کناں بلبل دیوانہ عشق | گوش گل باغ میں سنتا ہے فسانہ عشق
سیر عالم نظر آنے لگی الفت میں ہمیں | جام جم بن گیا کشکول گدایانہ عشق

با
لیے

[illegible] لب نہ اسرار [illegible]
عشق ریخ [illegible]
خونریز کس [illegible]
ہوتا ہے خاک کہ جھڑیں [illegible] تمام کار عشق
سرکش بہت ہے توسن بے اختیار عشق
وصل حبیب ہے اگر انجام کار عشق
محجوب اہل فہم ہو رنگ بہار عشق
معشوق کی نظر میں ہو کر اعتبار عشق
وحشت مری ہے جلوہ نمائے نگار عشق
صحرا میں ہم پھرے تو ہوئے راندار عشق
میں پایا میں دکھاؤں ہو رنگ بہار عشق
چھوٹے گی [illegible] پاؤں ہے کیا رہگذار عشق
ایسا جہاں میں کوئی نہیں غمگسار عشق
[illegible] کس طرح سے ہوں مست مئے ولا
[illegible] دل سے کہ نشاں سب مٹا دئے

آگ پر سے جو زمیں پر لو آگے دانۂ عشق
بادۂ مرگ سے لبریز ہے پیمانۂ عشق
مجھ سے نقاب رخ جانانہ عشق
[illegible] ہو گئے چراغ رہ ویرانۂ عشق
[illegible] جہاں بھرے ہیں تری لالہ زار عشق
جہاں میں ہیں عاشقوں کی غیبت یا دیار عشق
روگے ہوئے بجام کو لے کے شہسوار عشق
باد ابکام اہل جہاں روزگار عشق
بار جنوں نہ لائے اگر شاخسار عشق
بن جائے حسن بندۂ طاعت گذار عشق
نقش قدم ہیں دشت میں آئینہ دار عشق
چھالے بنے کلاہ سر اعتبار عشق
بن جائے آہ سرو لب جوئبار عشق
سر میں بھری ہوئی ہے ہوائے دیار عشق
صدقے ہے دل پہ زندگی مستعار عشق
گرد اور پرچھوں میں تو اڑے غبار عشق
اب ایک داغ دل ہے فقط یادگار عشق

مشتاق سوز غم کا نہیں یار کو یقیں
کیونکر دکھاؤں حال دل داغدار عشق

پھر پردہ پوش [illegible] دل داغدار عشق
دیدۂ پرغم ہے کیا حال زار عشق
[illegible] اہل دل کیوں [illegible] ہیں لالہ زار عشق
حاصل ہوا عدو کو نہ لطف بہار عشق
یا حکم قتل دو اسے یا بخشدو خطا
الفت میں دل کو ہے مرے تکلیف کا فرا

پنہاں تہ قبائے سکوں ہے شرار عشق
دل کا غبار اٹھ کے بنا پردہ دار عشق
شمع اجل ہے موج نسیم بہار عشق
کچھ کا کبھی نہ دیدۂ بد بیں میں خار عشق
بیٹھا ہوا ہے دیر سے تقصیر وار عشق
سو جام بادہ ہوں تو نہ بدلوں خمار عشق

جو کر اد و تم اسنے تو پوچھا حاصل وقار عشق — [illegible] شمار عشق
میرے گھیرے یا جو سدا ہے خار عشق — [illegible] چھار عشق
مر یاد کر کے [illegible] — [illegible] داد و یار عشق
جار جنوں پہنچے ہیں [illegible] — [illegible] تار عشق
فرقت میں [illegible] دل [illegible] — [illegible] عشق
بیدا [illegible] دیدہ [illegible] — ہول [illegible]

الفت میں غرق ہی تو اوٹھا صدمہ و الم — کشتی ہے موج غم کی لب رود بار عشق
کیا گو مگو ہے اہل طریقت کا ماجرا — مجذوب بے پہلے ہو تو بنے راز دار عشق
دل جو ہیرا کہ جگر سمجھے جفا ایک نہ ایک — ستم کرے مرحبا صبر و رضا ایک نہ ایک
سارا عالم ہے تیری گھات میں اے شوخ حسین — لوٹ ہی لے گا جوانی کا مزا ایک نہ ایک
سن ہے کم طبع ہے شوخ اور نیا لطف وصال — لے ہی جائیگا ان آنکھوں سے حیا ایک نہ ایک
راز داں دل کو بناؤ کہ جگر کو میرے — چاہیئے محرم اندوہ جفا ایک نہ ایک

غیر ہوا اس میں کہ ہو حاسد فن اے مشتاق
میری تو گھٹ پہ رہے ناصحہ سا ایک نہ ایک

بہ ہو کہ نیک عشق میں انجام کار دل — بے اختیار دل ہے تو کیا اختیار دل
بزم جہاں میں راز کھلا میرا مثل شمع — سینے لگی جو آگ تو نکلا بخار دل
ہے یہ کھینچے تیر نظر کا امیدوار — [illegible] آرزو میں بندھا
اسکو یقین عشق مرے سوز غم سے ہے — شعلہ بنا ہے آج [illegible]

مشتاق کس لیے غم عالم ہے تجھ سے دور
کافی ہے اوس کی قید کو تیر احضار دل

وہ راز ہیں کہ جو ہیں اپنے اختیار میں ہم — نظر کی طرح سے ہیں چشم [illegible] میں ہم
شب وصال کی گستاخیوں سے ہو نہ خفا — خطا معاف نہ تھے اپنے [illegible] میں ہم
ہمارے نخل تمنا کا یہ اشارہ ہے — کبھی پھلے نہ گلستان روزگار میں ہم
ظہور کیجیے مولا غلام ہیں مشتاق — حضور آیئے بیٹھے ہیں انتظار میں ہم
شگفتہ دل ہوئے موسم جوانی میں — وہ پھول ہیں نہ کھلے موسم بہار میں ہم

[illegible] ی ہیں — کہ خاک عجز میں ہیں اور کوہ میں وقار ہیں ہم
خزاں [illegible] — تنہا نسیم بھی بے برگ اس چمن میں نہیں
غم بہار میں [illegible] — ے عالم آب اور کچھ چمن میں نہیں
کثرت سے [illegible] — ہے دیدۂ محبوب کا [illegible]
اندنوں [illegible] — [illegible] سے اٹھے ہوئے [illegible] ہیں
ڈھانک لیتے ہیں وہ منہ شرم سے اپنا سر بزم — شمع عریاں نظر آتی ہے جو پروانوں میں
بزم جاناں میں جو کیں غیر نے شمعیں روشن — جل گئیں دل کے امیدیں مری پروانوں میں
گرمی بزم قدح خوب نہیں اے ساقی — آتش مے سے لگے آگ نہ میخانوں میں

دل جلا ہیں غم سے دوری میں نہ کیونکر مشتاق
ہم ہی اک شمع امامت کے ہیں پروانوں میں

راحت کا ساز نشہ کے اسباب میں نہیں — لطف خمار عیش سے نایاب میں نہیں
اگلی سی وہ تڑپ دل بیتاب میں نہیں — اب زور بال طائر سیماب میں نہیں
جنبش تو جو مکاں میں تو کیا کوئی رہ سکے — ایک ارز دہرے دل بیتاب میں نہیں
آخر شب وصال ہے گستاخ ہو ذرا — اب شرم اون کی چشم پرخواب میں نہیں

مشتاق دل سے کرتے ہیں کیوں مجھ سے دشمنی
گر مکر وخدع طینت احباب میں نہیں

[illegible] — [illegible] منصور کی [illegible] کے ساتھ
[illegible] — [illegible] چمن [illegible] کے ساتھ
[illegible] داریاں [illegible] — [illegible] کے ساتھ
[illegible] دل بیتاب سے کا جذب — دل بیکلی [illegible] ہے اسکی [illegible] کے ساتھ
[illegible] الفت عارض [illegible] خورو — اب بقا بھی چاہیئے [illegible] کے ساتھ
[illegible] نے جواں ہو کے [illegible] — [illegible] کے ساتھ

مشتاق ترا [illegible]
کیوں اپنی جان [illegible]

شب غم عشق گیسو میں سحر کی [illegible] — [illegible]

شب فرقت میں دل مردہ ہوا ہے
تن لاغر کا پتہ کس طرح عکس
ہوئی آرائش گیسو ہے
شرار عشق کو سوزا لم سے
صدائے آہ سے وصل و
درازی نہ ہوں فرقت کی راتیں
غزل کو دیکھ کر کی مدح مشتاق
رخ سے برگشتہ ترکی زلف چلیپا کیا ہے
رعب حسن اوسکا تو ہمنے نہیں دیتا سر
مجھسے یوں پوچھتے ہیں وہ مرے دل کی
قصد شاید ہے مرے دل کے جدا کرنے کا
شعر اس رنگ کی تو کبھی کہتا ہی نہ تھا
ہی شام وصل بلبل دل شاد و شاد ہے
دل شوق آرزو سے ہی سینہ میں بیقرار
ہے یاس کا ہجوم مری آرزو کے گرد
چھپا ہا نہیں لگاؤ نگا سینے کے زخم
در آیا ہے سینے میں جب تیر یار کا
اپنا سمجھ کے اوس نے لگائی ہیں مجھ
سبب کب ہی شمع گلستاں میں نہ
مشتاق لیکے ساتھ ہے احباب کا نفاق
روشن ہے داغ قلب تو ابوہ یاس سے
پیر رند جائیں کعبے میں کس طرح واعظا
اٹھے او نگاہ
کتنا ہے نال زاری اسکے
رد یا تو بیانی

غنچہ اثر کی
بی کس
عنایت تھی یہ ارباب نظر کی
آج یہ کافر و بیداد رکا جھگڑا کیا ہے
شوق کہتا ہے چلا چل یونہی تھمتا کیا ہے
تیری دوکان میں لے تاجر غم کیا کیا ہے
دل کے پہلو سے جو بیٹھے ہو ادا کیلئے ہے
اس غزل کا ترا مشتاق طریقہ کیا ہے
ہنگام گلفشانی شمع مراد ہے
یہ صید زخم خوردہ مراد ہے
پروانوں میں گھڑی ہوئی شمع مراد ہے
سے رخشندگی یا
دل کہا ہی تو
زخم تن
یہ بلبلوں کے خون کا
جو پائے بند سلسلہ
جلنے سے اس چراغ گرا دا
دیکھا ہوا شراب میں
آنے ہمیشہ کبھی ترے نالے کے
کسدن ہوا ہے شوق مری نامہ
گرد ملال تو نظر

تھیں

[illegible] غم ہجر میں [illegible]

جسکو سمجھے ہوئے

[illegible] قلب [illegible]

[illegible] کرنے سے جو بڑھتا ہے [illegible] میں [illegible]

[illegible] ہیں [illegible] الم و غم [illegible] جاں کے لیے

ہماری آرزوئیں ہیں غبار دل کی اسیر

اظہار [illegible] میری خموشی میں معاف ہے

زاہد ڈرائے قہر خدا سے مجھے اگر

ابرو سے یار کھل گئی الٹا نقاب رخ

مستوں کی بزم عیش میں ساقی کا ایجاد

میں ہو [illegible] دل سوزاں میں گوشہ گیر

[illegible] جو [illegible] ہاتھ

[illegible] مشک فام میں ہے

[illegible] بزم میں ساغر

[illegible] ہے دل میں الفت ساقی

[illegible] ہے [illegible] رنج فراوانی

[illegible] مرے روز [illegible]

[illegible] ارماں مرے دل کے نکلیں

[illegible] ساغر پہ ساغر بادہ نوشوں کو

ہوئی [illegible] جامہ دری سے مری وحشت کی

پار ہو [illegible] غم سے تو مرا دل ٹھہرے

[illegible] غم دولت نہ ہو رنج تو مشکل ٹھہرے

تو کرے قتل تو جاؤں میں سوئے ملک عدم

کب آرزو اسیر کمند نظر نہ تھی

آندھی سیاہ اٹھی تھی گرد سفر تھی

مرے [illegible] فریاد کی [illegible]

تری ہوئی قامت [illegible] فریاد کی [illegible]

[illegible] آرزو [illegible] دامن [illegible] فریاد کی [illegible]

یہ بنا [illegible] فریاد کی [illegible]

گزرتے ہیں راہ میں یہ [illegible] کارواں سے [illegible]

حصار بن گئے گرد کارواں کے لیے

اخفائے راز عشق لب انکشاف ہے

رحمت کہے خطائے جوانی معاف ہے

چل اے قضا کہ تیغ ادا [illegible]

[illegible] معاملہ اختلاف ہے

صحرائے وحشت زا [illegible]

تیرا قصور دست درازی معاف ہے

بیاض صبح کا جلوہ سواد شام میں ہے

اثر عجیب یہ ساقی کے فیض عام میں ہے

رحیق مصطبۂ عشق مرے [illegible] جام میں ہے

[illegible] ہیں مرے لبہائے خنداں [illegible]

کہ [illegible] صبح دولت جسطرح [illegible]

برآئی آرزو قیدی رہا ہوتے ہیں زنداں سے

[illegible] ساقی کے احسان سے

جنوں آیا ہے راہ کوچہ چاک گریباں سے

طے ہو دریا تو کشتی لب ساحل ٹھہرے

بار ہو کوہ الم کا تو مرا دل ٹھہرے

خط جو گردن پہ کھنچے جادۂ منزل ٹھہرے

جل کے مرنے سے ہوئی گور غریباں روشن — شمع [illegible]

تنگ اپنے قصہ غم کے بیاں میں ہے — [illegible]

اڑ گیا ہما نہ جہاں سے اور [illegible] — [illegible] رہ گئی

قتل کا میرے اشارہ کر کے کیوں ہم [illegible] — [illegible] ہو گئی

دل [illegible] داغ ہوگا اہل دنیا سے — [illegible] رہ گئی

چھوڑ کر [illegible] کا مضمون [illegible] — [illegible] رہ گئی

سب رنگ نغمہ [illegible] عنادل چمن میں ہے — [illegible] بلبل چمن میں ہے

سوز دروں نے آگ لگا دی ہے جسم میں — شعلہ ہے یہ کہ جان ہمارے بدن میں ہے

خوشی کے ساتھ ہوئی ہے زمانہ میں غم کی — شب عشرت خبر دیتی ہے مجھ کو صبح ماتم کی

نہیں کچھ فائدہ رنگیں مزاجوں سے — گلستاں میں کسی کو [illegible] کب پہنچا زر گل سے

کرے گر حسن ساقی میکدہ میں [illegible] — لگا دے آگ مینا شعلہ آواز قلقل سے

[illegible] آنکھوں کو — چراغ آرزو روشن کرونگا آتش گل سے

مٹایا میکدے میں دور عشرت دور گردوں نے — جدا دوران [illegible] ساقی [illegible] ساغر سے

چمن میں جا کے پر مشتاق [illegible] اس گل کو — بنا [illegible] مشتاقی [illegible] چشم بلبل سے

خوش گلو یہ کون [illegible] پرواز سے — آرزو نے دل کیا [illegible] آواز سے

فرق جاناں پر نہایت خوشنما ہے تاج حسن — [illegible] محبوب پر [illegible]

[illegible] باقی ہے دنیا میں سکندر مر گیا — [illegible] چشم تماشا [illegible]

[illegible] عشق کی تاثیر یار پر بھی سے — [illegible]

[illegible] آواز مجھے — اب ساقی نہیں [illegible]

[illegible] دل [illegible] — ساز عشرت کی صدا [illegible]

[illegible] — آسمان [illegible]

[illegible] — [illegible]

[illegible] — [illegible] ہم اپنا آشیاں [illegible] لئے

پانی پانی کر گئے [illegible] — آج وہ [illegible] دریا [illegible]

[illegible] قسمت [illegible] مشتاق سب — ہم [illegible] نقش پائے رفتگاں [illegible] لئے چلو

فقط

...الرحمن الرحیم

...ہر

روز فرقت نے دئے داغ جگر میں کیا کیا — مشعلیں جلتی ہیں دن کو میرے گھر میں کیا کیا

کوچۂ عشق میں لٹتی ہے متاع دل و جان — رہزنی ہوتی ہے اس راہ گزر میں کیا کیا

رات دن داغ اسیر و نمو لاکرتے ہیں — گل کھلا کرتے ہیں صیاد کے گھر میں کیا کیا

تن کو میرے جو باندھی ہے سروہی اسنے — بل پڑے جاتے ہیں قاتل کی کمر میں کیا کیا

مجھ سے سیکھا ہے شب غم میں جو انداز فغان — درد ہے نالۂ مرغان سحر میں کیا کیا

یار کا طالب دیدار ہوا ہے جب سے — خاک اڑا کرتی ہے آئینہ کے گھر میں کیا کیا

کیا غرض حاسد کم بین سے مجھے اے طاہر — آبرو ہے مری ارباب نظر میں کیا کیا

سجدہ کے ذوق شوق میں اے بت زمانہ تھا — کیا کعبۂ مراد ترا آستانہ تھا

اس ترک کا جو گوشۂ زرین ہاتھ آگیا — مثل غبار میں بھی برابر روانہ تھا

...نا سے جب تن لاغر نہ اڑ سکا — تیوری بدل گئی کہ یہ کیسا نشانہ تھا

... یاد لنگوٹ کے ڈھنگ تھے — مجھ سے بھی میل غیر سے بھی دوستانہ تھا

...ت ساقی کے رنگ میں — ظاہر میں گو لباس مرا صوفیانہ تھا

...ہے بدن آسمان کا — فریادیوں کی آہ نہ تھی تازیانہ تھا

...ہر ہیں پسند تھیں نازک خیالیاں — لیکن میں عاشق سخن عاشقانہ تھا

سبزہ چمن عارض جانان سے نکالا — بیگانہ کو یاروں نے گلستاں سے نکالا

تھی رخصت بدن کی بھی غضب قید جنون میں — مشکل سے گلا طوق گریباں سے نکالا

الطاف شہنشاہ اسم عام ہیں طاہر — بندہ کو بھی قید غم عصیاں سے نکالا

دشوار یار سے ہے گلۂ انجمن میں کیا — کیوں چپ رہوں زبان نہیں ہے دہن میں کیا

اس شمع رو کو دیکھ کے کہتے ہیں اہل...

خیال جب رخ پُر نور کا حبا...

وہ نشہ میں نہ لڑاتے تھے آ...

ملاحظہ جو وہ کرتے تو چند سطر... — ...نہ تھا

ہمارے خون کا اُس گلبدن کے ہاتھوں میں — ...ب نہ تھا

اب اُسکی بندہ نوازی جو بخشدے طاہر — ہمارے جرم کی کچھ حد نہ تھی حساب نہ تھا

جس طرف تھا بام جانان خط اُڑا کر لیگیا — نامہ بر بیٹھے رہے بازی کبوتر لیگیا

نامہ بر کو مین نے لکھدی ساری شرح آرزو — ایک خط کیا لیگیا دفتر کا دفتر لیگیا

آنکھین ساقی سے ملا کر غیر جب رخصت ہوا — شربتِ دیدار پیمانون مین بھر کر لیگیا

مانگتا ہون مین بھی مسجد مین دعائین وصل کی — مجکو بھی عشق بتان اللہ کے گھر لے گیا

اِس طرح دُنیا سے اوٹھون یا الٰہ العالمین — تب کہین طاہر غم آل پیمبر لیگیا

جگر میں داغ جنون بحساب دیتا جا — نشانیان مجھے تو ای شباب دیتا جا

بہار توبہ شکن آگئی ہی اے ساقی — چمن کی خیر ہو جام شراب دیتا جا

بلا سے آپ گلا کاٹ لون میں ای قاتل — کمر سے کھول کے تیغ خوشاب دیتا...

عاشقونکا کوئی پرسان عہد خوبان مین نہ تھا — پھول بلبل کے ہوئے ماتم گل...

وہ ہاک ایسی تھی تمہارے ناوکِ دلدوز کی — جب ذرا کھٹکا ہوا نشتر...

لوٹ لی اُس نونہالِ حسن نے ساری بہار — فصلِ گل کا نام تھا کچھ بھی...

بیخودی مین حالِ دل کیا عرض کرتا آئینہ — اور ہی عالم مین تھا نرم ح...

کیون کیا بدنام طاہر جوشِ وحشت نے مجھے — آنسوون کا تار بھی میری گریبان...

دل جلایا تو فروغ رخِ زیبا دیکھا — ہمنے گھر پھونک کے ای آہ تما...

اپنے قابو میں جو محبوب ہزا کو دیکھا — اور بل کرنے لگی زلف دوتا کو دیکھا

ہائے تنہا ہیرہن گل سے جب مجھے کانٹے — یار نے مجکو کبھی اپنی قبا کو دیکھا

عاشقانہ ہی محبت سے مجھے جانے نفت — مین نے اس بت کو نہ زاہد نے خدا کو دیکھا

کرو
پاؤں پڑتے ہوئے دیکھا تو حنا کو دیکھا

...اٹھتے ہوئے تیغ ادا کو دیکھا

دیکھ ... م ساقی کی طرح گردش میں ہی پیمانہ آج

شمع رو ... سین کا کام کرتا ہے پر پروانہ آج

یا خدا عالم ... ن کے حسن کا
تو تیا ہے چشم ہو خاک در میخانہ آج

وحشت دل کی حمایت پا کے اے ہوش جنوں
عقل سے دست و گریباں ہی ترا دیوانہ آج

وحشت دل کھینچتی ہی جانب دشت جنوں
پھر بسانے جاتے ہیں طاہر کوئی ویرانہ آج

اے باغباں یہ سرو و صنوبر ہیں کیا بلند
طوبیٰ سے ہاتھ بھر ہے قد دلربا بلند

پہونچی کمند آہ فلک تک تو کیا ہوا
بام مراد عشق ہی اس سے سوا بلند

لطف رہ کر رہا ہے رخ بے مثال کا
اقبال آفتاب ہی اے مہ لقا بلند

کٹتا جو آفت شب غم کا محال ہے
کس بیکسی کے ساتھ ہیں دست دعا بلند

طاہر مشاعرہ میں پڑھی آج وہ غزل
ہے ہر طرف سے غلغلۂ مرحبا بلند

چلے کوچۂ زلف سے دل نکل کر
کہاں پاؤں پھیلا دئے ہیں مچل کر

یہ نالے ہیں یا خار رہ ناتوانی
کھٹکتے ہیں سینہ میں دل سے نکل کر

آنکھوں نے ... وہ صاف عاشق
نظر نے قدم لے لیے ہیں پھسل کر

... اپنی امانت جو مانگوں
کسی اور کا دل وہ دیدیں بدل کر

... زمانہ میں قدر سخن ہے
کہے کون طاہر سے فکر غزل کر

برابر ترے رخساروں پر
واہ کیا پاسے نظر ٹھہرے ہیں انگاروں پر

... دیکھا مرے قاتل نے لگایا کیا ہے
دہن زخم سے سینے دیتے ہیں تلواروں پہ

ضبط فریاد و فغاں کا بھی کوئی موقع ہے
کوہ غم ٹوٹ پڑا ہے جگر افگاروں پر

وہ عیادت کو جو آتے ہیں تو کہتے ہیں رقیب
تم تو کچھ جان دئے دیتے ہو بیماروں پر

ہوں اگر احمد مختار شفیع اے طاہر
یہ بھی ممکن ہے کہ آج آئے گنہگاروں پر

انجان نہ بن عشق کی روداد سمجھ کر
انصاف طلب آئے ہیں فریاد سمجھ کر

جو چاہو کہو عاشقِ ناشاد

یہ چشم میں ہے صورِ سرافیل

کیوں رہنے دیا سینہ میں دل

صحرا میں حباب آبلہ پائی کا ہسکر

نظروں سے گراتا ہے اگر ناز میں دامن　　ہم یہ بھی ادا ... افت دیکھکر

ظاہر میرے اشعار پہ کہنے لگے احباب　　نقادِ سخن دینے لگے داد سمجھ کر

ذرے تری افشاں کی نظر آئینگے کب تک　　یہ گوہرِ مقصد مجھے مل جائینگے کب تک

شمشیر و سر جنکے گلے میں ہیں حمائل　　وہ زخموں کی بدھی مجھے پہنائینگے کب تک

غصہ میں حسینوں نے مجھے قتل کیا تھا　　اب قدر ہوئی ہے تو وہ پچھتائینگے کب تک

ناصور ہیں کیا دیدۂ خونبار ہمارے　　اشک جگر آلود بہے جائینگے کب تک

طاہر مری تقدیر بدل جائیگی کس دن　　وہ غیر سے ملنے کی قسم کھائینگے کب تک

... سے کا پھول ہیں کہ گل دردِ ایڑیاں　　سو میں ہزار میں ہیں تری فرد ایڑیاں

ایک ایک گام پر ترے جانباز مر مٹے　　چل چل کے رہ گئیں صفتِ نرد ایڑیاں

بیتاب ہو کے پلکوں سے آنکھوں سے چوم لوں　　رکھدے مزار پر جو وہ بیدرد ایڑیاں

اے خارِ چند آبلے ہیں نذر ہو قبول　　لائی ہیں دور سے ... ایڑیاں

ہیں کیوں سناؤں دشت نوردی کا ماجرا　　کیا بانٹ لینگی آبلوں کا ...

کوئے صنم سے آئی ہیں آنا تو پوچھ لوں　　کعبے سے سرمہ لائی ہیں ...

طاہر کی یہ غزل ہے کہ تصویر ہے کوئی　　کیا نظم کیں ہیں منتخب فرد ...

افشاں کبھی چنتے ہیں جو وہ زلفِ دوتا میں　　تارے سے چھٹک جاتے ہیں

چلتی رہی تلوار ہوا ہو گئے اغیار　　ہم پاؤں جمائے رہے میدانِ وفا میں

کیا جان کشاکش میں پڑی ہے دمِ رخصت　　روکیں تمھیں ہم یا دلِ وارفتہ کو تھامیں

غمزہ کا بھی کیا پاس نہیں ہے دمِ شوخی　　زلفوں میں گرہ دیتے ہو یا بندِ قبا میں

طاہر لبِ جاں بخش کی الفت نہوئی ترک　　کیا جان گئی ہے ہوسِ آبِ بقا میں

مجھے
دنیا میں

ع م

بیتاب جدائی میں دل زار ہے طاہر

آب کیا ملیں حسینوں سے ہم گوشہ گیر ہیں
خالق بچائے زہرہ جبینوں کی حیا سے
چار آنکھیں ہمنے کی ہیں تو غصہ نہ کیجئے
در پر تمہارے بیٹھے ہیں سر پر ہے آفتاب
وہ بھی تو رو کے گریہ ایک دن
کہہ دینگے وہ دیکھیں تو آئینہ
نظر بنگے طاہر عدو مجھے

کرم کرے بے نقاب کہیں
ستمِ خار ہوا پر ہے
تو لیں اپنے حاجب ابرو میں
ت زباں تک دل سے
ت ہے طاہر کشودِ مشکل کا

ا ہے درِ جاناں مجھکو
ہیں صبر و تحمل کا بھروسا کیا ہے
یہ چاکِ جگر کے لیے اے دستِ جنوں
دہو کے دینے کو فقیرانہ بنائی صورت
دیکھتے ہیں جو حقارت کی نظر سے طاہر
رہی قفس میں بھی مرنے کی آرزو مجھکو

ک ٹھ کے رونے لگے غمخوار بغل میں
ا آئینہ رخسار بغل میں
یں تو بیٹھیں مرے غمخوار بغل میں
ر دل کے لیے گرمی بازار بغل میں
بجا سی تڑپ جاتی ہے ہر بار بغل میں

غارت گروں نے لوٹ لیا ہے فقیر ہیں
سنتے ہیں دو فرشتے ابھی تک اسیر ہیں
سائل نہیں فقیر نہیں راہ گیر ہیں
ہم خاکسار مالکِ تاج و سریر ہیں
جنکی نگاہ میں میرے آنسو حقیر ہیں
یہ مانگ ہے لکیر ہم اس پر فقیر ہیں
فضلِ خدا سے دستِ خدا دستگیر ہیں

دعا فقیر کی ہو جائے مستجاب کہیں
کسی کی خاک نہ ہو جائے ہمرکاب کہیں
میں رکھکے بھول گیا ہوں دل خراب کہیں
چھلک نہ جائے پیالہ سے یہ شراب کہیں
میری مدد کے لیے آئیں بوتراب کہیں

نہیں رہنے دی اب اے گردشِ دوراں مجھکو
یہ بھی دو دن کے نظر آتے ہیں مہماں مجھکو
کوئی باقی ہو تو دے تارِ گریباں مجھکو
پھر بھی پہچان گئے آپ کے درباں مجھکو
کیا پریزاد سمجھتے نہیں انساں مجھکو
گلے کا ہار ہوئی ہر رگِ گلو مجھکو

ہیں حالِ سوزِ جدائی بھی
لحد میں ترخ نہ کروں گو سے
ہیں ساتھ ساتھ چلونگا !
یقیں ہے نامۂ عصیاں سپید

حرفِ ناخواندہ ہے بلبل سے چمن کا شکوہ
ہمتو ہر حال میں اے مرگ بیاباں خوش ہیں
خار بنکر دلِ شیدا میں اگر تجھ رہتا ہے
باغباں چاکِ قفس کو بھی گل اندود کرکے
واقعی فکرِ سخن ہو سکی اے طاہر

میری فریاد حسینوں کے نہ در تک پہونچے
تیری پلکوں نے دیا ناوکِ دلدوز کا ساتھ
ترکِ سودائے محبت کی کوئی وجہ بھی ہے
دیکھیں کس روز پہونچتے ہیں عدم کو عاشق
مجھسے کہتے ہیں وہ تیغِ دوزبان چمکا کر
جنکی تقدیر نے کی راہبری اے طاہر

مطلع ہوں تجھ میں حالِ دلِ غمناک سے
مال و دولت سے ہیں مستغنی تیرے در کے فقیر
اہلِ بینش کے مکاں میں شمع روشن ہو نہو
ایک تیری سادگی میں ہیں ہزاروں خوبیاں

تیغ ابرو کی صفت اے یار جانی یاد ہے
سنتے سنتے پاؤں سو جائیں مقدر کسطرح
پھیر دیں محفل میں شاید میرے شکوہ کا جواب
رعشہ پیری نہیں غصہ میں کانپ اٹھتا ہو مخبر

... دہن کا شکوہ
گور ملی ہے نہ شکایت نہ کفن کا شکوہ
لب تک آتا نہیں اُس غنچہ دہن کا شکوہ
آنکھیں پھوٹیں جو کروں سیرِ چمن کا شکوہ
ہے بجا قدرشناس ... شکوہ

تجھ بھی ہمرشتہ
چٹکیاں ...
سر بسر نہ
رفتہ رفتہ
دیکھ ...
...

روز ملتی ہے
کیمیا ہاتھ آئی ہے بعد
دل منور ہو فروغ
خوشنما گل ہے فقط ...

صاحب جوہر ہو نہیں ... شمشیر
شام غربت کی مجھے ایسی بہانی
اے صنم تجھکو تو عذر بیجا بانی یاد ہے
بیوفائی تیری اے عہد جوانی یاد ہے

٨٩١٢ ٢١٢٠٨ KS (٢٩)

DUE DATE